جاسوسی دنیا نمبر 29

لاشوں کا آبشار

www.urdufans.com

(مکمل ناول)

www.allurdu.com

الف لیلیٰ کی ایک رات

ہلکی سردیوں کی ایک خوشگوار رات تھی لیکن یہ خوشگواری اُسی وقت تک قائم رہی جب تک سرجنٹ حمید کو راستہ بھٹک جانے کا احساس نہیں ہوا۔ وہ سر شام ہی دلاور نگر سے چل پڑا تھا۔ کام کچھ اتنا ہی ضروری تھا کہ اس نے ٹرین کے وقت کا انتظار کرنے کے بجائے فریدی کی کار استعمال کی تھی۔ واپسی پر شام ہو گئی۔ تھوڑی دور تو وہ پختہ سڑک سے آیا پھر اس خیال سے کہ سفر مختصر ہو سکے اس نے ایک جگہ کار کو ایک کچے راستے پر موڑ دیا۔ یہ اس نے اپنی یادداشت کے بھروسے پر کیا تھا۔ اس کی دانست میں ایک بار فریدی نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ بہر حال حمید کو یقین تھا کہ اس نے کار غلط راستے پر نہیں موڑی تھی۔

اُسے شہر پہنچنے کی کچھ اتنی جلدی تھی کہ اس نے یہ بھی نہ سوچا کہ کیڈلاک جیسی شاندار گاڑیاں کچے راستوں کے لئے نہیں ہوتیں۔

مطلع غبار آلود ہونے کی وجہ سے چاندنی ہلکی تھی اور جنگل کے سناٹے سے اس کی ہم آہنگی بڑی دلکش لگ رہی تھی۔ حمید سوچ رہا تھا کہ اگر رفیق سفر تنہائی نہ ہوتی تو اس وقت کیڈی کے پہیوں کے نیچے کی ناہموار زمین نہ جانے کتنے جہانوں کی سیر کرا دیتی اس وسیع کائنات کے رشتے میں پروئے ہوئے دو دلوں کے کتنے راز فاش ہوتے۔ اس کے ذہن کی سطح پر کئی حسین چہرے اُبھر آئے اور وہ ان میں سے کسی ایک کو اپنے گرد بکھری ہوئی بیکراں خوبصورتی کا ایک حصہ بنانے کے لئے منتخب کرنے لگا۔

بہر حال اس کا ذہن شاعرانہ خیالات کی وادیوں میں بھٹکتا رہا اور وہ خود جنگل میں.... جب کافی دیر ہو گئی اور وہ بدگد کا عظیم الشان درخت نہ ملا جہاں سے اسے بائیں طرف مڑنا تھا تو اچانک

www.allurdu.com

وہ سارے شاعرانہ خیالات سراسیمگی کی دلدل میں جا پھنسے۔ اس دوران میں نہ تو اسے وقت کا احساس رہ گیا تھا اور نہ یہی دھیان تھا کہ سڑک سے کتنا فاصلہ طے کر چکا ہے۔ کیڈی کے انجن سے کچھ اس قسم کی آوازیں نکلنے لگی تھیں جیسے پانی تھوڑا ہی رہ گیا ہو۔ پٹرول تو خیر ٹنکی میں کافی تھا اور کار کے پچھلے حصے میں بھی کئی ٹین بھرے رکھے تھے۔

اس نے کار روک دی لیکن انجن بند نہیں کیا۔ چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر کار اسی طرف موڑ دی جدھر سے آیا تھا۔ ایک جگہ پہنچ کر اُسے دو راستے نظر آئے جو مختلف سمتوں میں چلے گئے تھے اور ان کے درمیان گھنا جنگل تھا۔ حمید کے لئے یہ فیصلہ کرنا دشوار ہو گیا کہ وہ ان میں سے کس راستے سے آیا تھا۔ اُس نے نیچے اُتر کر پہیوں کے نشانات دیکھنے شروع کئے لیکن بد قسمتی سے زمین اتنی سخت تھی کہ وہ نشانات نہ ملنے پر اس میں سما بھی تو نہیں سکتا تھا اور آسمان تو خیر ازل سے ہی دور ہے۔

اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے۔ آخر کار اس نے جیب ٹٹول کر ایک روپیہ نکالا اور دونوں راہوں کو ذہن میں رکھ کر ٹاس کیا۔ روپیہ آواز کے ساتھ زمین پر گرا اور وہ جھک کر دیکھنے لگا۔

"ہیڈ....!" وہ آہستہ سے بڑبڑایا اور کار اسٹارٹ کر دی۔ اب وہ تن بہ تقدیر ایک راستے پر ہو لیا۔

کچھ دیر پہلے کی حسین چاندنی کفن یا کسی مقدس کنواری کی طرح بور لگنے لگی تھی۔ روپہلی چادر اور سناٹے کا ربط ٹوٹ چکا تھا۔ وہ حسین چہرے جو کچھ دیر قبل ذہن کی سطح پر اُبھرے تھے جھلاہٹ کے غبار میں چھپ گئے اور وہ پختہ سڑک! وہ آدھ گھنٹہ چلتے رہنے کے باوجود بھی نہ ملی۔

کیڈی کا سنجیدہ ترین انجن پیاس سے بے قابو ہو کر شور مچانے لگا تھا۔

"شامت ہے شامت۔" حمید نے بڑبڑا کر کیڈی روک دی۔

چند لمحے بے حس و حرکت بیٹھا رہا پھر نیچے اُتر آیا۔

پانی کا مسئلہ بہت ضروری تھا ورنہ بھٹکنے کو کیا؟ دو چار گھنٹے اور سہی لیکن پانی ہی کہاں مل جاتا۔ اگر وہ سڑک ہی سڑک چلا ہوتا تو کہیں نہ کہیں کامیابی ضرور ہو جاتی۔ آتے وقت راستے میں اس نے کئی تالاب دیکھے تھے مگر یہاں جنگل میں اگر کوئی ہوتا بھی تو ضروری نہیں کہ اس کی رسائی

اس تک ہو ہی جاتی۔

وہ کھڑا کچھ سوچ رہا تھا کہ دفعتاً اُسے اپنے سامنے کچھ دور پر روشنی دکھائی دی جو کچے راستے سے اٹھ کر سامنے کی جھاڑیوں پر پھیل گئی اور پھر ایک آواز سنائی دینے لگی جو کسی ٹرک ہی کے انجن کی ہو سکتی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایک تیز رفتار ٹرک جھاڑیوں سے نکل کر مخالف سمت میں مڑ گیا۔ حمید سوچنے لگا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ سڑک ہی کی طرف سے آئی ہو۔

وہ پھر کیڈی میں جا بیٹھا اور اسی طرف چل پڑا جدھر سے ٹرک آیا تھا۔

کچھ دور چلنے کے بعد اچانک اُسے پھر رک جانا پڑا۔ بائیں طرف ایک کشادہ راستہ تھا۔ نہ صرف ہموار بلکہ باقاعدہ دونوں طرف مالتی کی گھنی جھاڑیاں تھیں لیکن خود رو نہیں۔ ان کی کاٹ چھانٹ اور باقاعدگی کسی آدمی کی مرہون منت تھی۔ یہ راستہ ایک چھوٹے سے سلاخوں دار پھاٹک پر ختم ہو گیا تھا جو بند نہیں تھا۔ مدھم چاندنی میں ایک سفید سی عمارت کے آثار نظر آرہے تھے۔ حمید کو حیرت تو ضرور ہوئی لیکن کیڈی کے لئے پانی کی ضرورت نے اسے بڑھنے نہیں دیا۔ اس نے کار موڑی اور پھاٹک سے گذر کر بائیں باغ میں پہنچ گیا۔ جو اپنی وسعت کے اعتبار سے پائیں باغ سے بھی بڑی کوئی چیز تھی۔ جس کے درمیان میں ایک بڑی سی عمارت تھی لیکن طول و عرض کی مناسبت سے اس کی اونچائی غالباً بہت ہی کم تھی۔ سامنے ایک طویل برآمدہ تھا جس میں برقی قمقمے روشن تھے۔ قریب ہی کہیں سے گھڑگھڑاہٹ کی آواز آرہی تھی جو غالباً کسی زیادہ طاقت والے ڈائنامو کی تھی۔

برآمدے کے سامنے والی روش پر مڑنے کی بجائے حمید نے کیڈی اسی طرف روک دی۔

برآمدے میں کوئی نہیں تھا اور آس پاس بھی کوئی نہ دکھائی دیا۔ حمید نے سوچا کہ اس جدید طرز کی عمارت میں جسے ڈائنامو کے ذریعے روشن کیا جاتا ہے گھنٹی ضرور ہو گی۔

وہ کیڈی سے اُتر ہی رہا تھا کہ دفعتاً اس کی آنکھیں چندھیا گئیں۔

اگر یہ تشبیہہ گھٹیا اور پرانی نہ ہوتی تو وہ یہی سوچتا کہ وہ چہرہ سیاہ پردے کی اوٹ سے اسی طرح نکلا تھا جیسے بدلی سے چاند نکل آئے سفید سلک کا لمبا لبادہ ہلکورے لیتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا اور اس لبادے کے اوپر سیاہ بل کھائے ہوئے گیسوؤں میں ایک خوابناک اور سلگتا ہوا سا چہرہ جس کے خدوخال آنکھوں میں گدگدی پیدا کر رہے تھے اور جب وہ برآمدے کی روشنی کی زد سے نکل کر

www.urdufans.com

www.allurdu.com

روش پر اُتر آئی تو دھندلی چاندنی میں گویا جان پڑ گئی۔

وہ حمید سے ایک گز کے فاصلے پر کھڑی اس کے چہرے پر نظریں جمائے ہوئے تھی اور کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے اپنے جسم کی مشین چلتے چلتے دفعتاً گئی ہو۔

"آپ کون ہیں؟" تیز قسم کی سرگوشی سنائی دی اور حمید کو ایسا معلوم ہوا جیسے چاندنی اٹھی ہو۔

"مم.... مسافر....!" وہ ہکلا کر رہ گیا۔

"کیا چاہئے؟" اس بار گھنٹیاں سی بج اٹھیں اور حمید یہ محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا کہ اس کی میں بھی بڑی سیکس اپیل ہے۔

"پانی....!" حمید نے کیڈی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "ختم ہو گیا ہے۔"

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کم سے کم الفاظ استعمال کرنے کی کوشش کیوں کر رہا ہے لڑکی واپس چلی گئی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ ہولے ہولے ہوا میں تیرتی چلی جا رہی ہو۔

حمید نے جیب سے رومال نکال کر پسینے کی وہ بوندیں خشک کیں جو اس دوران میں اس چہرے پر پھوٹ آئی تھیں۔ دل اس طرح دھڑک رہا تھا جیسے وہ لڑکیوں کے معاملے میں بالکل اناڑی ہی ہو۔ اس سے پہلے کبھی اسے کسی لڑکی کا قرب نہ نصیب ہوا ہو۔

تھوڑی دیر بعد وہ پھر برآمدے میں دکھائی دی اور اس نے حمید کو اشارے سے بلایا۔

حمید کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ برآمدے کے قریب پہنچ کر وہ رک گیا۔ وہ سوچنے لگا کہ وہی لڑکی ہے جو کچھ دیر قبل اس کے قریب چاندنی میں کھڑی تھی؟ لباس تو وہی تھا لیکن شکل صورت کے معاملے میں اُسے اپنی یادداشت پر پورا پورا اعتماد تھا۔ یہ وہ لڑکی تو ہرگز نہیں تھی کچھ دیر قبل اسکے حواس خمسہ پر بُری طرح چھا گئی تھی۔ البتہ اس کی آنکھیں بھی خوابناک تھیں۔

"راستہ بھٹک گئے ہو۔" اس نے آہستہ سے پوچھا۔ آواز میں اتنی دلکشی نہیں تھی۔

"جی ہاں.... کیا آپ براہِ مہربانی کار کے لئے پانی دلوا سکیں گی۔"

"مجھے یقین نہیں آتا کہ تم آدمی ہو۔" لڑکی نے سنجیدگی سے کہا۔

"جی....؟" حمید کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"سچ بتاؤ کیا تم آدمی ہو۔" اس بار اس کی آواز شدت جذبات سے کپکپا رہی تھی۔

"اس پر میں نے ابھی تک غور ہی نہیں کیا۔" حمید مسکرا کر بولا۔ "اگر پانی....!"

"آپ کھانا بھی میرے ہی ساتھ کھائیں گے۔" لڑکی اس کی بات کاٹ کر بولی۔ "میں نے شاید پچاس سال بعد آدمی دیکھا ہے۔"

یہ سن کر حمید کو بھی سنجیدہ ہو جانا پڑا۔ اس کے لئے یہ خیال بھی توہین آمیز تھا کہ کوئی لڑکی اُسے گھس رہی ہو۔

"تب تو آپ مجھے دیر تک دیکھئے۔" حمید نے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟" لڑکی نے حمید کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے بڑے پیار سے پوچھا۔

"ڈمباسٹر....!" حمید بولا۔ "اور آپ کا۔"

"کنول؟" اس نے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔ "میں ایک تالاب میں اُگی تھی۔"

حمید بدقت تمام ہنسی ضبط کر کے بولا۔ "اور.... میں.... مجھے کچھ شکاری ہمالیہ پہاڑ سے پکڑ لائے تھے۔ مجھے وہ دن اچھی طرح یاد ہے۔"

"ہمالیہ پہاڑ سے؟" لڑکی نے پُر اشتیاق لہجے میں کہا۔ "اندر چلو.... یا یہیں بیٹھ جاؤ۔"

حمید نے وہیں بیٹھنا زیادہ مناسب سمجھا۔

"ہاں تو تم کس طرح لائے گئے تھے؟" لڑکی نے پوچھا۔

حمید چند لمحے غور سے اُسے دیکھتا رہا پھر بولا۔ "کیا آپکے والد صاحب گھر پر تشریف نہیں رکھتے۔"

"والد صاحب کیا ہوتا ہے؟"

"بہت بُرا ہوتا ہے۔" حمید مسکرا کر بولا۔ "اگر گھر پر موجود ہو تو آپ جیسی صاحبزادیاں بھیگی بلی بنی رہتی ہیں۔"

"بلی بھیگ جانے پر اچھی نہیں لگتی۔" وہ نفرت سے ہونٹ سکوڑ کر بولی۔

"میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اگر آپ پانی دلوا دیتیں....!"

"پانی! اوہ.... کھانے کے بعد۔"

"مجھے بھوک نہیں ہے۔"

"تب تو آدمی نہیں معلوم ہوتے۔" لڑکی نے مایوسی سے کہا۔

"اچھا مجھے بھوک ہے.... منگوایئے کھانا۔"

www.urdufans.com

www.allurdu.com

"طالوت.... او طالوت۔" لڑکی نے کسی کو آواز دی۔

حمید بے اختیار جھجک پڑا۔ سامنے والے دروازے سے ایک گرانڈیل حبشی جھپٹ کر باہر آیا جس نے زمانہ قدیم کے حبشی غلاموں کا سا لباس پہن رکھا تھا۔ وہ سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔

"کھانا یہیں لاؤ۔" لڑکی نے اس سے کہا۔

حبشی کے جانے کے بعد حمید اسے حیرت سے دیکھنے لگا۔

"طالوت بڑا وفادار جانور ہے۔" وہ مسکرا کر بولی۔ "جب میں تالاب میں اُگی تھی تو یہ کوبرا کی شکل میں کائیں کائیں کرتا ہوا میرے گرد منڈلانے لگا تھا۔"

حمید کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کہاں آپھنسا ہے۔ اس ویرانے میں اس قسم کی عمارت کا موجودگی ہی کم حیرت انگیز نہ تھی۔

"ہاں تو آپ ہمالیہ سے کس طرح لائے گئے تھے؟" لڑکی نے پوچھا۔

"باندھ کر۔" حمید بولا۔ "اس وقت میرے پورے جسم پر ایک ایک فٹ لمبے بال تھے۔"

"بال! لیکن اب تو نہیں ہیں۔"

"وجہ یہ ہے کہ میں روز صبح اوپر سے نیچے تک شیو کر ڈالتا ہوں۔ سر پر تھوڑے سے بطور یادگار چھوڑ دیئے ہیں۔"

"اوہ....!"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر حمید بولا۔ "اور وہ صاحبہ کہاں اُگی تھیں جو آپ سے پہلے مجھے ملی تھیں۔"

"کون؟ کیا یہاں؟" لڑکی کے لہجے میں حیرت تھی۔

"جی ہاں....!"

"لیکن یہاں تو میرے اور طالوت کے علاوہ اور کوئی نہیں۔"

"تو پھر مجھے دھوکا ہوا ہوگا۔" حمید نے لاپروائی سے کہا۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ اُسے اس کے بیان پر یقین نہیں آیا تھا۔ ہر چند کہ وہ اُسے شرارت ہی سمجھ رہا تھا پھر بھی اس مکان اور اس کے مکینوں کے متعلق کچھ معلوم کرنے کے لئے بے چین ہو گیا۔

"میرا خیال ہے کہ یہ عمارت زیادہ پرانی نہیں ہے۔" حمید پُر خیال انداز میں بولا۔

"ہاں! کل یہ کچھ تھی اور آج کچھ ہے۔ منٹوں میں بنتی اور بگڑتی ہے۔" لڑکی نے کہا۔

"غالباً اس سلسلے میں کسی انگوٹھی یا چراغ سے مدد لی جاتی ہوگی۔" حمید نے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔

"اوہ....!" وہ چونک کر حیرت سے بولی۔ "تو آپ جانتے ہیں۔"

"کیا....؟"

"یہی کہ میں ایک جن کے قبضے میں ہوں۔"

"جی ہاں۔ میں نے آپ کے متعلق الف لیلےٰ میں یہی پڑھا تھا۔" حمید چڑ کر بولا۔ "ویسے کیا میں آپ کے والد صاحب کا نام پوچھ سکتا ہوں۔"

"والد صاحب۔" وہ زیر لب بڑبڑائی۔ "آخر یہ کیا بلا ہے؟"

"مجھے یقین ہے کہ اس وقت وہ بلا گھر میں موجود نہیں ہے۔" حمید نے اوپری ہونٹ بھینچ کر کہا۔

"آپ کچھ خفا معلوم ہوتے ہیں۔"

"مجھے جلدی ہے! اگر آپ پانی دلوا دیتیں تو اچھا تھا۔ ویسے میں پھر کبھی بھی حاضر ہو سکتا ہوں۔"

"کیا میں اتنی بُری ہوں۔" لڑکی ٹھنڈی سانس بھر کر بولی۔

"آپ غلط سمجھیں مجھے جلد واپس جانا ہے۔"

حمید کو یقین ہو چلا تھا کہ وہ پاگل ہے۔

"طالوت.... او طالوت۔" لڑکی نے حبشی کو آواز دی۔

وہ پھر جھپٹ کر باہر نکلا۔

"کھانا لاؤ۔"

اس نے ایک میز اٹھا کر ان کے درمیان میں رکھ دی اور اندر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ پھر واپس آیا۔ وہ اپنے ہاتھوں پر ایک بڑا سا خوان اٹھائے ہوئے تھا۔

جیسے ہی خوان میز پر رکھا گیا حمید کے دیوتا کوچ کر گئے۔ خوان میں ایک بڑا سا سانپ کنڈلی مارے پھن اٹھائے بیٹھا تھا۔ اس کی آنکھیں روشنی میں چمک رہی تھیں۔

حمید نے بیٹھے ہی بیٹھے جست لگائی اور دوسرے لمحے میں وہ برآمدے کے نیچے تھا۔

"پیارے.... میری جان۔" لڑکی چیختی ہوئی جھپٹی۔

اُس نے حمید کو دبوچ لیا اور آہستہ آہستہ کہنے لگی۔ "یہ طالوت.... سور بڑا کمینہ ہے۔ تم ڈر گئے؟"

www.urdufans.com

www.allurdu.com

"نہیں....!" حمید دانت بھینچ کر بولا۔ "شاید یہ پاگل خانہ ہے۔"

"دولت خانہ۔" لڑکی نے سنجیدگی سے تصحیح کی۔

حبشی خوان اٹھا کر پھر اندر چلا گیا۔ وہ شروع سے اب تک مشین کی طرح حرکت کرتا آیا تھا۔ اس دوران میں ایک بار بھی اس نے زبان سے کچھ نہیں کہا تھا۔ حمید سوچ رہا تھا کہ کیا وہ کسی جرم میں پھنسنے والا ہے۔

"خفا ہو کر نہ جاؤ۔" لڑکی نے اُسے برآمدے کی طرف کھینچتے ہوئے کہا۔

حمید کا عجیب حال تھا۔ غصہ ہنسی اور ندامت تینوں نے ایک ساتھ اس پر یلغار کر دی تھی۔ لڑکی اُسے پھر برآمدے میں کھینچ لے گئی۔

"یہ طالوت.... واقعی بڑا کمینہ ہے میں معافی چاہتی ہوں۔"

حمید حقیقتاً اس فکر میں تھا کہ کسی طرح نکل بھاگے۔

"تو آپ پانی....!"

"آج رات یہیں ٹھہر جاؤ تو کیا حرج ہے۔" وہ اس کی بات کاٹ کر بولی۔

"کیوں؟"

"آج وہ جن نہیں آئے گا۔"

"محترمہ! یہ بیسویں صدی ہے۔" حمید اپنا اوپری ہونٹ بھینچ کر بولا۔ "آج کل کے لئے شرارت بیکار ہے۔"

"شرارت! میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی۔"

حمید نے سوچا کہ اس طرح سر مارنا فضول ہے۔ کیوں نہ وہ بھی انہیں خرافات پر اتر آئے۔ لہٰذا وہ اپنے حرکات و سکنات میں ڈرامائی انداز پیدا کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

"میں یہ سوچ رہا ہوں کہ کیا یہ چاندنی کل بھی اتنی ہی حسین تھی۔" حمید کی آواز خوابناک تھی۔

"چاندنی....!" لڑکی نے سسکی سی لی۔

"ایسی ہی چاندنی تو تھی جب میں۔" حمید کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"کیا؟" لڑکی کی آنکھیں کچھ اور نشیلی ہو گئیں۔ حمید افق میں دیکھنے کی ایکٹنگ کر رہا تھا۔

"وہاں.... اس پار.... جہاں بہار کے خوش گلو پرندے.... طربیہ گیت گاتے ہیں۔"

اور شہد یلی خوبانیاں.... تمہیں شہد یلی پر اعتراض تو نہیں۔"

"نہیں! اعتراض کیوں ہوتا۔"

"میں سمجھا شاید تم اسے قواعد کے رو سے غلط قرار دے دو۔"

"محبت کرنے والے قواعد کی پرواہ نہیں کرتے۔" لڑکی سنجیدگی سے بولی اور حمید سوچنے لگا کہ شاید اب اتنی ڈھیٹ لڑکی سے کبھی ملاقات نہ ہو۔

"تو تم محبت کرنا چاہتی ہو۔" حمید دردناک آواز میں کراہا۔ لیکن اس کی آواز دبی دبی سی تھی۔ اسے اس کا بھی تو خیال تھا کہ اگر ابا میاں قسم کے کوئی بزرگ گھر پر موجود ہی ہوئے تو کیا ہوگا۔

"سچ سچ بتاؤ تم کون ہو۔" لڑکی اُس کا ہاتھ دبا کر بولی۔

"اُدھر چلو....!" حمید نے مالتی کی جھاڑیوں کی طرف اشارہ کیا۔

وہ دونوں برآمدے سے اُتر کر روش طے کر کے لان پر آ بیٹھے۔ لڑکی سوالیہ انداز میں اُس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"میری داستان بہت درد بھری ہے۔" حمید ایک آہ جگر خراش کھینچ کر بولا۔ "اے غنچہ دہن و اے گل.... اندام میں رہنے والا شہر بے نیل و مرام کا ہوں اور لوگ مجھے شہزادہ امرود بخت کہتے ہیں۔"

حمید نے محسوس کیا کہ وہ لڑکی ایک بے تحاشہ قسم کے قہقہے کو نہایت صفائی سے دبا گئی۔

حمید بولتا رہا۔

"میرے باپ شہنشاہ شلجم نصیب نے مجھے پیدا کرنے کے سلسلے میں ایک خانہ باغ ترتیب دیا اور حسب دستور نجومیوں سے حکم لگوادیا کہ بارہ برس تک عورتیں میری شکل نہ دیکھنے پائیں لیکن وائے پر حال شہنشاہ شلجم نصیب کہ جب میں پانچ ہی سال کا تھا تو ایک عورت نے مجھے اس طرح دیکھ لیا پس اُس دن سے یہ حال ہے کہ میں صحرا صحرا جنگل جنگل مارا پھرتا ہوں۔ لہٰذا کبھی پٹرول ختم اور کبھی پانی ختم۔ اس غریب الوطنی میں ایک بیمہ کمپنی کے ایجنٹ کے چکر میں پڑ کر کار بھی خریدنی پڑی۔"

حمید آہ سرد بھر کر خاموش ہو گیا۔

"کیا سوچنے لگے۔" لڑکی تھوڑی دیر بعد بولی۔

www.urdufans.com

www.allurdu.com

"میں یہ سوچ رہا ہوں کہ تمہیں اُس روسیاہ جن کے پنجے سے کس طرح چھڑاؤں۔"

"آہ میں اس نابکار خوک پیکر سے تنگ آ گئی ہوں۔"

"ایک تدبیر ذہن میں آئی ہے۔"

"کیا؟" لڑکی نے پُر اشتیاق لہجے میں پوچھا۔

"پتہ لگاؤ کہ اس نے اپنی زندگی کا بیمہ کرایا ہے یا نہیں۔"

"نہیں کرایا۔ میں پوچھ چکی ہوں۔" لڑکی ایک بیساختہ قسم کی مسکراہٹ کو دبا کر بولی۔

"تب تو میں اُسے کسی بیمہ ایجنٹ کے چکر میں پھنسا کر تمہیں صاف نکال لے جاؤں گا۔"

"سچ....!" لڑکی اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

"ایک بار میں نے بھی اسی طرح اپنی جان بچائی تھی۔"

"کیسے؟ کیا بات تھی۔"

"اب سے ایک سال پہلے کی بات ہے۔" حمید اپنے پائپ میں تمباکو بھرتا ہوا بولا۔ "میں صحرا پھرتا پھراتا ایک شہر میں جا نکلا.... کہ نام جس کا نگار سلطانہ تھا۔ شہر پناہ کے پھاٹک پر میں نے ایک جم غفیر دیکھا۔ بہت سے لوگ ایک گدھے کو پکڑے اس کی ناز برداریوں میں مصروف تھے۔ جیسے ہی میں نے پھاٹک میں قدم رکھا گدھے نے دولتیاں جھاڑیں اور ان لوگوں سے چھوٹ کر تیر کی طرح میری طرف آیا اور میری ٹانگوں میں سے اس طرح نکلا کہ میں دوسرے لمحے اس کی پیٹھ پر سوار تھا۔ لوگوں نے تالیاں بجائیں نعرے لگائے اور ٹوپیاں اچھالیں۔ پھر انہوں نے مجھے گدھے پر سے اُترنے نہ دیا اور مجھے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے جلوس کی شکل میں آگے بڑھے۔ میں نے ایک شخص سے کہ مرد عقیل و فہیم معلوم ہوتا تھا اس عزت افزائی کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ 'جہاں پناہ بادشاہ بنا دیئے گئے'۔!"

"بادشاہ۔" لڑکی کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں! یہ اس ملک کی رسم تھی! جب بادشاہ مر جاتا تھا تو لوگ ایک گدھے کو پکڑ کر اسی کو بادشاہ کا انتخاب کیا کرتے تھے۔ گدھا جسے اپنے اوپر سوار کرالیتا وہی بادشاہ بنا دیا جاتا۔ اتنی بات یقیناً بڑی اچھی تھی لیکن اس مرد عاقل نے ایک بات اور بھی بتائی جسے سن کر مجھے وجد کے میں گدھے سے اُتر جانا پڑا۔"

حمید خاموش ہو کر پائپ سلگانے لگا۔

"کیا بات تھی!" لڑکی بے چینی سے بولی۔

"اس نے بتایا کہ مرتے وقت یہ گدھا بادشاہ پر سوار ہو جاتا ہے اور اس وقت تک نہیں اُترتا جب تک اُس کا دم نہ نکل جائے۔ بہر حال میں نے گدھے سے اُتر کر شور مچانا شروع کر دیا کہ گدھے کی آنکھیں کمزور معلوم ہوتی ہیں۔ مجمع نے کہا کہ شاہی گدھے کی توہین نہیں برداشت کی جا سکتی۔ تمہیں اس کی آنکھوں کی کمزوری کا ثبوت پیش کرنا پڑے گا۔ بات بڑھ گئی آخر فیصلہ یہ ہوا کہ گدھے کو کسی ماہر امراض چشم کے پاس لے جایا جائے۔ قصہ مختصر یہ کہ گدھے کی آنکھیں ٹسٹ کرائی گئیں اور واقعی وہ کمزور نکلیں.... گدھے کے لئے چشمہ خریدا گیا۔ چشمہ لگتے ہی کمبخت نے پھر میری ہی طرف رخ کیا۔ میں نے پھر غل غپاڑہ مچایا کہ یہ نشے میں معلوم ہوتا ہے۔ ان لوگوں نے گدھے کو پکڑ لیا۔ کیونکہ انتخاب کی ساعت ٹل چکی تھی۔ انہوں نے کہا کہ انتخاب کل ہوگا۔ لیکن گدھا تمہارے ہی ساتھ رہے گا۔ تو اے نازنین پری تمثال وہ گدھا میرے پیچھے لگ گیا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس سے کس طرح پیچھا چھڑاؤں۔ آخر ایک تدبیر سوجھ گئی۔ میں نے کسی بیمہ کمپنی کے ایجنٹ کی تلاش شروع کر دی۔ تقدیر مہربان تھی کہ جلد ہی مل گیا۔ میں نے اس سے گدھے کا تعارف کرایا اور وہاں سے نو دو گیارہ ہو گیا۔ پھر کافی رات گئے ایجنٹ کے ٹھکانے پر دوبارہ گیا۔ گدھا وہاں موجود نہیں تھا۔ میں نے وہ رات ایجنٹ ہی کے یہاں بسر کی اور رات بھر چین سے سونے کے لالچ میں میں نے اس سے وعدہ کر لیا کہ میں بھی اپنی زندگی کا بیمہ کرالوں گا۔ دوسرے دن صبح ہی صبح میں اُسے اپنے ساتھ لے کر شہر پناہ کے پھاٹک پر پہنچ گیا۔ پہلے دن کی طرح آج بھی کافی بھیڑ تھی۔ گدھا چشمہ لگائے اداس کھڑا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اپنی زندگی سے بیزار ہو۔ جیسے ہی دونوں وہاں پہنچے وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا میری طرف بڑھنے لگا۔ بیمہ کمپنی کے ایجنٹ نے کنکھار کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا اور اس پر نظر پڑتے ہی گدھے کا رخ پھر گیا۔ ایجنٹ اس کے پیچھے دوڑتا ہوا چیخ رہا تھا۔ سنئے تو سہی مسٹر۔ خدارا مستقبل کے لئے کچھ تو سوچئے۔ آپ کے چھوٹے چھوٹے بچے.... آپ کے بوڑھے ماں باپ.... آپ کی عزیز از جان رفیقہ حیات...." پھر گدھے نے کسی طرح جان نہ بچتی دیکھ کر ایک کنویں میں چھلانگ لگا دی۔ اس طرح میں بادشاہ بنتے بنتے بچ گیا۔ بعد کو معلوم ہوا کہ وہ گدھا کثرت سے برانڈی پیتا

www.urdufans.com

www.allurdu.com

تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔"

لڑکی بے تحاشہ ہنس رہی تھی۔ حمید نے اتنی دیر میں بناوٹ کا سارا جال توڑ دیا تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک ہنستی رہی پھر یکایک سنجیدہ ہو گئی اور مضمحل آواز میں بولی۔

"پیارے امرود بخت مجھے کسی طرح نکال لے چلو۔ ہائے یہ چاندنی رات اور اُس کالے کلوٹے جن کا تصور بھی میرے لئے تکلیف دہ ہے۔"

"اگر تمہیں یقین ہے کہ اُس نے اپنی زندگی کا بیمہ نہیں کرایا تو تمہیں اس قید سے رہائی دلوادوں گا۔ دوسری بات یہ کہ اب مجھے جانا چاہئے.... اور پانی۔"

"نہ جاؤ پیارے امرود بخت....!" لڑکی ٹھنک کر بولی۔

"اف فوہ! مجھے بیمہ کمپنی کا ایک ایجنٹ بھی تو تلاش کرنا ہے۔"

"اچھا کھانا تو کھالو۔"

"بخشئے! اگر اس بار وہ طالوت کا بچہ....!"

"اوہو! تم سمجھے نہیں تھے۔ دراصل کھانا تیار نہ رہا ہوگا۔ اسی لئے اس نے جھلا کر یہ حرکت کی ہوگی۔"

"خیر! آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔ واقعی آپ کمال کی آدمی ہیں۔ جب بھی ادھر سے گذروں گا آپ سے ضرور ملوں گا۔ اب تو آپ سنجیدگی سے اپنا تعارف کرا دیجئے۔"

لڑکی حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"میں سمجھی نہیں۔"

حمید نے سوچا اب اسے کچھ اور سمجھانا بیکار ہے۔ پھر کبھی سمجھا جائے گا۔

تھوڑی دیر بعد وہ دونوں برآمدے میں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ دونوں میں وہی پہلے والی تکی گفتگو چھڑی ہوئی تھی۔ لیکن حمید سوچ رہا تھا کہ کھانے بہت لذیذ ہیں۔ خصوصاً شاہی ٹکڑے کھاتے وقت اسے سچ مچ نیند آنے لگی۔ باہر چاندنی کی خنک چادر پھیلی ہوئی تھی اور اس کی زبان خوشبودار شاہی ٹکڑے گل رہے تھے۔ آنکھوں کے پپوٹوں میں گدگدی ہو رہی تھی اور ریڑھ کی ہڈی میں سرور انگیز لہریں تھیں اس کا داہنا ہاتھ چمچے سمیت اٹھا ہی رہ گیا اور اُسے گہری نیند آ گئی۔

آسمانی فائر

نہ جانے کب تک حمید پر وہ عجیب و غریب نیند طاری رہی۔

دوسرے دن.... اگر سورج کی کرنیں سیدھی اس کے چہرے پر نہ پڑتیں تو وہ سوتا ہی رہتا۔ بہرحال نیند کا سلسلہ ٹوٹ گیا اور اُسے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ وہ کیڈی ہی میں سفر کر رہا تھا لیکن پچھلی سیٹ پر لیٹے لیٹے وہ کھڑ بڑا کر اٹھ بیٹھا۔ ڈرائیو کرنے والے کی پشت اُس کی طرف تھی اور وہ انسپکٹر فریدی کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔

پچھلی رات کے سارے واقعات حمید کے ذہن میں چکر لگا رہے تھے۔ اُس نے ایک بار پھر آنکھیں مل کر چاروں طرف دیکھا اور اُسے یقین آ گیا کہ وہ خواب نہیں دیکھ رہا ہے۔ ساتھ ہی فریدی کی آواز بھی سنائی دی۔

"آرام فرمایئے! آرام فرمایئے آپ اٹھ کیوں بیٹھے۔"

حمید نے جست لگائی اور اُس کے برابر پہنچ گیا۔ کیڈی شہر میں داخل ہو رہی تھی۔

"میں کہاں تھا؟" حمید نے بے ساختہ پوچھا۔

فریدی نے اُسے گھور کر دیکھا اور پھر سامنے دیکھنے لگا۔

"میں مذاق نہیں کر رہا ہوں۔" حمید نے پھر کہا۔

فریدی اپنے ہونٹ بھینچے خاموش رہا۔ حمید کی بوکھلاہٹ اور بڑھ گئی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ فریدی نے اُسے معلوم نہیں کہاں اور کس حال میں پایا ہو۔

"میں تمہارا تبادلہ کرا دینے کے متعلق سوچ رہا ہوں۔" فریدی تھوڑی دیر بعد بولا۔

"تبادلہ تو رات ہی کو ہو گیا ہوتا.... مگر....!"

"میں کوئی سڑی بسی داستان یا اس حرکت کا جواز سننے کے لئے تیار نہیں۔"

"میں کہتا ہوں میری بات تو سنئے۔"

"اس کی ضرورت نہیں۔"

"اچھا تو یہی بتا دیجئے کہ میں آپ کو کہاں اور کس حال میں ملا تھا۔"

"حمید! بکواس مت کرو۔"

www.urdufans.com

www.allurdu.com

"بڑی مصیبت ہے۔"

وہ دونوں پھر خاموش ہوگئے۔ حمید کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے۔ اسے یقین تھا کہ فریدی اس کی داستان سن کر صرف قہقہے لگائے گا۔ یہ بھی اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ پچھلی رات کو اُسے بے وقوف بنایا گیا تھا۔ شاہی ٹکڑے کھاتے وقت طاری ہونے والی غنودگی اُسے یہ تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ پھر اُس کے بعد کیا ہوا؟ کیا فریدی اُسے اسی عمارت سے لایا ہے یا کہیں اور سے؟ کوٹھی پہنچ کر فریدی حمید کی طرف دیکھے بغیر اترا اور اندر چلا گیا۔ حمید چند منٹ بیٹھا کچھ سوچتا رہا پھر کیڈی گیراج میں لے جاکر کھڑی کر دی۔

فریدی اندرونی برآمدے میں ٹہل رہا تھا اور اس کا موڈ زیادہ خراب تھا۔ حمید چپ چاپ آکر دروازے میں کھڑا ہو گیا۔ فریدی نے ایک بار پھر اسے گھور کر دیکھا اور اپنے کمرے مین چلا گیا۔

حمید کی الجھن بڑھتی جارہی تھی۔ آخر فریدی نے اُسے کہاں اور کس حال میں پایا تھا۔

وہ بھی اس کے کمرے میں چلا گیا۔

"بہتر یہی ہے کہ تم اس وقت کہیں ٹل جاؤ۔" فریدی اس کی طرف مڑ کر بولا۔

"میں اسے مناسب نہیں سمجھتا۔" حمید مسکرا کر بولا۔

"میرا موڈ بہت خراب ہے۔"

"آپ تو اس طرح تاؤ کھا رہے ہیں جیسے میں آپ کی کنواڑی لڑکی ہوں۔" حمید اوپری ہونٹ بھینچ کر بولا۔ "اور آپ نے مجھے کسی غیر مرد کے ساتھ دیکھ لیا ہو۔"

فریدی پھر اُسے گھورنے لگا۔

"اگر آپ فوراً ہی سیدھے نہ ہوگئے تو شاید آپ کو پچھتانا پڑے۔" حمید نے کہا۔

"بک چلو۔" فریدی سگار سلگاتا ہوا بولا۔ "لیکن تمہاری ان حرکتوں کی بناء پر مجھے بڑی ندامت ہوتی ہے۔"

"کن حرکتوں کی بناء پر؟"

"مجھے چڑھا رہے ہو؟" فریدی تیز لہجے میں بولا۔

"سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کو کیا ہو گیا ہے۔"

"بہتر یہی ہے کہ تم یہاں سے چلے جاؤ۔"

"کیا ہمیشہ کے لئے۔" حمید نے ڈرامائی انداز میں پوچھا۔

"گٹ آؤٹ۔"

"میں کچھ نہیں کہتا۔" حمید اٹھتا ہوا بولا۔ "اگر آپ کسی غلط فہمی میں مبتلا ہیں تو مبتلا رہئے لیکن اتنا تو بتا دیجئے کہ آپ نے مجھے کہاں اور کس حال میں پایا تھا۔"

فریدی اُسے غور سے دیکھ رہا تھا ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ حمید کے الفاظ کو تولنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"کیوں؟" وہ آہستہ سے بولا۔

"بات کچھ ایسی ہی ہے کہ جس پر آپ یقین نہیں کریں گے۔"

"ہوں!" فریدی اپنے ہونٹ بھینچ کر رہ گیا۔

"میں اگلی سیٹ پر تھا یا پچھلی پر۔"

"پچھلی پر.....!"

"اور کار کہاں تھی۔"

"سڑک کے کنارے۔" فریدی تلخ لہجے میں بولا۔

"سڑک کے کنارے۔" حمید نے اپنی کھوپڑی سہلاتے ہوئے دہرایا۔

"اب کوئی ایسی داستان دہرا دو جس پر مجھے یقین آجائے۔"

"اُف فوہ! یہ تو میں پہلے ہی سے جانتا تھا کہ آپ یقین نہ کریں گے۔"

"ضرور یقین کروں گا۔ کیونکہ تمہارے ساتھ شمپین کی دو خالی بوتلیں بھی تھیں۔"

"بوتلیں؟" حمید آنکھیں پھاڑ کر بولا۔

"چلو بور مت کرو! دفع ہو جاؤ۔"

"عجیب مصیبت ہے۔"

"جاؤ بابا جاؤ.... میری طرف سے جہنم میں جاؤ۔ میں اب کسی بات کیلئے کچھ نہیں کہوں گا۔"

"میں شاید جہنم سے بھی اسی طرح نکال دیا جاؤں۔" حمید اپنے جیب میں پڑے ہوئے پائپ کو ٹٹولتا ہوا بولا۔

"تمہارے ساتھ کون تھا۔"

www.urdufans.com

www.allurdu.com

"کیا کسی دوسرے کا سراغ بھی پایا جاتا ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"آئینہ دیکھو....!" فریدی نے ڈریسنگ ٹیبل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

حمید کو اپنے گالوں پر لپ اسٹک کے دھبے نظر آئے۔

"میں سچ کہتا ہوں کہ آپ یقین نہ کریں گے۔" حمید فریدی کی طرف مڑ کر بولا۔

"خیر آپ یقین کریں یا نہ کریں مجھے وہ داستان دہرانی ہی پڑے گی۔" حمید نے کہا۔

اور پھر اس نے الف لیلیٰ والی داستان شروع کر دی۔ فریدی لاپروائی سے سنتا رہا۔ نہ تو اُسے ہنسی آئی اور نہ اُس نے کسی موقع پر حیرت ہی کا اظہار کیا جب حمید سب کچھ کہہ چکا تو فریدی کے ہونٹوں پر ایک خفیف سی مسکراہٹ کی جھلک دکھائی دی۔

"یہ کہانی بیسویں صدی کے معیار سے مطابقت نہیں رکھتی۔" اس نے کہا۔ "لیکن شاید تم یہ نہیں جانتے کہ وہ عمارت کس کی ہے؟"

"نہیں میں نہیں جانتا۔"

"اگر جانتے ہوتے تو اس سے کم از کم اس قسم کی کوئی داستان منسوب نہ کرتے۔"

"کیوں؟ وہ کس کی ہے۔"

"ڈاکٹر نارنگ ایم۔ پی کی۔"

"ڈاکٹر نارنگ کی؟" حمید کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ ڈاکٹر نارنگ وہ پھر بڑبڑایا۔

اُسے حقیقتاً حیرت تھی۔ ڈاکٹر نارنگ نہ صرف اُس شہر بلکہ پورے ملک کے مشہور ترین آدمیوں میں سے تھا۔ نہ صرف اعلیٰ حکام بلکہ وزراء تک اس کا احترام کرتے تھے۔ بہر حال حمید متحیر تھا کہ وہ اس ڈرامے سے کیا مطلب اخذ کرے جو پچھلی رات اس عمارت میں کھیلا گیا تھا۔ حمید یہ بھی جانتا تھا کہ ڈاکٹر نارنگ غیر شادی شدہ تھا۔ لہٰذا یہ بھی نہیں سوچا جا سکتا کہ وہ اس کی لڑکی رہی ہو گی۔

"کیوں؟ کیا سوچنے لگے؟" فریدی مسکرا کر بولا۔ "اب اصل واقعہ بیان کر جاؤ۔"

"خدا کی قسم میں نے جو کچھ بھی کہا ہے اس میں ایک فیصدی بھی جھوٹ نہیں۔"

فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"خیر....!" حمید آہستہ سے بڑبڑایا۔ "میں پہلے ہی کہہ رہا تھا کہ آپ یقین نہ کریں گے۔"

وہ پہلی لڑکی.... وہ نہ جانے کون تھی اور کیا تھی۔ کتنی عجیب تھی.... چال کتنی حیرت انگیز تھی۔"

"حیرت انگیز نہیں بلکہ قیامت کہو۔" فریدی منہ بنا کر بولا۔ "تمہاری بدولت مجھے کافی شرمندگی ہوئی ہے۔ پولیس کی ایک گشتی لاری لے کر تمہاری تلاش میں جانا پڑا اور تم جس حال میں ملے اس کا تو اس یہی تقاضا تھا کہ میں ڈوب مرتا۔"

"پھر آپ نے وہی بات کہی۔" حمید جھنجھلا کر بولا۔ "آپ کیوں ڈوب مرتے کیا میں آپ کی زوجہ محترمہ ہوں۔"

فریدی کو پھر غصہ آ گیا اور حمید موقع کی نزاکت کا احساس کر کے اُس کی پیٹھ تھپکنے لگا۔

"خفا ہونے کی ضرورت نہیں۔" وہ آہستہ سے بولا۔ "ایک بار دیکھا ہے، اور دوسری بار دیکھنے کی ہوس ہے میں اسی عمارت کے قریب ہی کہیں ایک جھوپڑی ڈالنے والا ہوں۔"

"چھوڑو ختم کرو۔" فریدی اکتا کر اٹھتا ہوا بولا۔ "اب اگر تم نے کبھی بلا ضرورت شراب استعمال کی تو میں تمہیں دھکے دے کر نکال دوں گا۔"

"اس وقت ایشیا کا عظیم ترین سراغ رساں بچوں کی سی باتیں کر رہا ہے۔" حمید نے ہونٹ سکوڑ کر کہا اور فریدی پلٹ پڑا۔ قبل اس کے کہ وہ کچھ کہتا حمید پھر بولا۔ "اگر میں آپ کو دلاور نگر کے قریب ہی کہیں ملا تھا تب تو یقیناً میں نے شمپین کی دو بوتلیں صاف کر دی ہوں گی۔ غضب خدا کا شمپین کی دو بوتلیں اور میں ابھی تک زندہ ہوں۔ کیا میں دلاور نگر کے قریب ہی ملا تھا۔"

"نہیں۔" فریدی نے بیزاری سے کہا۔

"پھر کتنا فاصلہ رہا ہو گا۔"

"فضول وقت نہ برباد کرو۔" فریدی لاپروائی سے بولا حمید کے خیال دلانے پر وہ بھی اس مسئلے پر سنجیدگی سے غور کرنے لگا تھا۔ حمید اسے دلاور نگر سے تقریباً پینتیس چالیس میل کے فاصلے پر ملا تھا۔ شمپین کی دو بوتلیں صاف کر دینے کے بعد اتنی دور کا سفر شاید فولاد کے آدمی سے بھی نہ ہو سکتا اور یہ چیز بھی تقریباً ناممکن تھی کہ حمید نے اتنا سفر کر چکنے کے بعد رک کر دو بوتلیں پی ڈالی ہوں۔ یہ بات فریدی بھی اچھی طرح جانتا تھا کہ حمید شراب کا عادی نہیں ہے۔ دوسری بات یہ کہ اگر کوئی عورت وہاں اس کے ساتھ آئی اور اسی کی ترغیب پر حمید نے یہ حرکت کر ڈالی تو پھر وہ خود کہاں گئی۔ ظاہر ہے کہ وہ اتنی دور پیدل تو نہ گئی ہو گی۔

www.urdufans.com

www.allurdu.com

فریدی نے پھر حمید کی طرف دیکھا جو اس طرح ہونٹ سکوڑے بیٹھا تھا جیسے سیٹی بجانے کا ارادہ کر رہا ہو۔

"آج تمہیں پاگل خانے میں داخل ہونا ہے۔" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا....؟" حمید بے ساختہ اچھل پڑا اور فریدی کے ہونٹوں پر شرارت آمیز مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"پاگل.... خانے.... میں۔" فریدی ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولا۔ "میرا خیال ہے کہ ساجد حقیقتاً پاگل نہیں ہے۔"

"کون ساجد؟"

"کرنل فرید والا کیس بھول گئے۔"

"کرنل فرید۔" حمید اپنے ذہن پر زور دیتا ہوا بولا۔

"چھ ماہ قبل کی بات ہے۔" فریدی نے کہا۔ "بھلا تمہیں کیوں یاد ہوگی۔ کرنل فرید جو پراسرار طریقے پر قتل کر دیا گیا تھا اور جس کی بہن غائب ہو گئی تھی۔"

"نہ جانے کتنوں کی بہنیں روزانہ غائب ہوتی رہتی ہیں۔ میں کہاں تک خیال رکھوں۔" حمید مسکرا کر بولا۔

"تب پھر تمہیں اس کیس کی تفصیل کہاں یاد ہوگی۔ معاملہ تقریباً دب ہی گیا تھا۔ لیکن کل رات کو....!"

دفعتاً ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ فریدی نے ریسیور اٹھایا۔

"ہیلو! فریدی بول رہا ہے.... ارے۔"

فریدی کے ہاتھ سے ریسیور چھوٹ پڑا.... اور اس نے مضطربانہ انداز میں اُسے پھر اٹھایا۔ "ہیلو.... ہیلو.... کہاں.... کیسے؟.... آتا ہوں۔" وہ ریسیور رکھ کر تیزی سے حمید کی طرف مڑا۔

"چلو....؟" وہ دروازے کی طرف بھاگا۔

حمید اس کے پیچھے دوڑ رہا تھا۔

گیراج سے کار نکالتے وقت اُس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ حمید نے کبھی اسے اس حال میں نہیں دیکھا تھا۔

"کیا بات ہے۔" اس نے گھٹی گھٹی سی آواز میں پوچھا۔

"وزیر خزانہ۔" فریدی تھوک نگل کر بولا۔ "وزیر خزانہ بھرے مجمع میں قتل کر دیئے گئے۔"

"بھرے مجمع میں۔" حمید اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکا۔

کیڈیلاک سڑک پر فراٹے بھرتی رہی اور وہ دونوں خاموش رہے۔ نہ تو حمید نے یہ پوچھا کہ یہ حادثہ کہاں ہوا اور نہ ہی فریدی نے بتایا۔ اس کی آنکھیں ونڈ اسکرین پر جمی ہوئی تھیں اور ہاتھ اسٹیئرنگ پر حرکت کر رہے تھے۔ اس کے علاوہ اور بقیہ جسم قطعی بے جان معلوم ہوتا تھا۔

حمید کار میں لگے ہوئے آئینے میں دیکھ دیکھ کر اپنے چہرے سے لپ اسٹک کے دھبے صاف کر رہا تھا۔

"اپنے یہاں سے کس کس کی ڈیوٹی تھی۔" حمید نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

"کئی انسپکٹر تھے، سپرنٹنڈنٹ بھی تھے۔ بڑی حیرت کی بات ہے۔ وزیر خزانہ کی مخالفت کہیں بھی نہیں تھی۔ نیک نام وزراء میں سے تھے۔"

"یہ حادثہ کہاں ہوا۔"

"یونیورسٹی میں.... وہ شعبہ فلکیات کا افتتاح کر رہے تھے۔ تفصیل نہیں معلوم ہو سکی۔"

"قاتل ضرور پکڑ لیا گیا ہوگا۔" حمید بولا۔

"قاتل....!" فریدی آہستہ سے بڑبڑایا۔ "کسی نے شاید قاتل کی شکل بھی نہ دیکھی ہو۔"

"کیوں....؟" حمید چونک کر بولا۔

"میں اس وقت تمہیں یہی بتانے جا رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجنے لگی تھی۔"

"کیا؟"

فریدی نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کی پیشانی پر سلوٹیں پڑی ہوئی تھیں۔

اگر کوئی اور موقعہ ہوتا تو حمید اس کی خاموشی پر جھنجھلا جاتا۔ لیکن خود اس کا ذہن اس بُری طرح الجھ گیا تھا کہ اسے اپنے سوال کا دھیان تک نہ رہا۔

یونیورسٹی کی کمپاؤنڈ پولیس والوں سے بھری تھی۔ ہر طرف سرخ پگڑیاں اور خاکی ٹوپیاں نظر آ رہی تھیں۔ خصوصاً جلسہ گاہ جو کئی بڑے بڑے شامیانوں پر مشتمل تھی عجیب افراتفری کا عالم تھا۔ فریدی اور حمید بھیڑ میں گھستے چلے گئے۔ ڈائس کے گرد پولیس آفیسروں نے گھیرا ڈال دیا تھا

www.urdufans.com

www.allurdu.com

ڈائس پر شہر کے اعلیٰ حکام اور کچھ معززین سرگوشیاں کر رہے تھے۔ انہیں میں فریدی کے محکمے کے آئی۔جی اور ڈی۔ آئی۔جی بھی تھے۔ ڈائس کے داہنے سرے پر ایک مذہبی پیشوا دعائیں پڑھ رہا تھا۔

فریدی کو دیکھ کر ڈی آئی جی نے اسے ڈائس پر آنے کا اشارہ کیا۔

گولی مقتول کی پیشانی پر لگی تھی۔ حمید نے لاش پر سے اپنی نظریں فوراً ہی ہٹالیں وہ بدبخت کے متعلق سوچ رہا تھا جس نے اتنے اچھے آدمی کو موت کی آغوش میں دھکیل دیا تھا۔ مہ میں ان کی علم دوستی اور خدا ترسی کی دھوم تھی۔ نہ جانے کتنے یتیم اور بیوائیں انہیں کے سہا زندگی بسر کر رہی تھیں۔

فریدی تھوڑی دیر تک لاش کی طرف دیکھتا رہا پھر ڈی۔ آئی۔جی اُسے ڈائس کے سے اتار لے گیا۔ حمید بھی ساتھ تھا۔

"میں نے ہی تمہیں فون کیا تھا۔" ڈی۔ آئی۔جی فریدی سے کہہ رہا تھا۔ "اُف میرے خدا نہ جانے وہ کیا بلا تھی۔ میں یہیں موجود تھا.... وہ تقریر کر رہے تھے۔"

"قاتل....؟" فریدی نے سوالیہ انداز میں اس کی طرف دیکھا۔

"کہاں کا قاتل، کیسا قاتل، نہ جانے وہ کیا چیز تھی۔ شکل تو رائفل جیسی نہیں تھی ل آواز ویسی ہی تھی۔"

فریدی پُر خیال انداز میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"فضا میں تیرتی ہوئی آئی تھی۔" ڈی۔ آئی۔جی کہتا رہا۔ "بس ایک لحظہ ڈائس کے سا معلق رہی اور آنریبل منسٹر دوسرے لمحے میں نیچے تھے۔"

"اور وہ پھر اسی طرح واپس گئی جیسی آئی تھی؟" فریدی نے کہا۔

ڈی۔ آئی۔جی اثبات میں سر ہلا کر بولا۔ "پھر میں نے تو دیکھا نہیں۔ لوگوں کا بیان ہے تیر کی طرح اوپر چڑھتی چلی گئی.... اور پھر نظروں سے غائب ہو گئی۔"

حمید سوچ رہا تھا کہ کیا فریدی پہلے ہی سے واقف تھا۔ اس کا یہ جملہ کہ کسی نے شاید قاتل شکل بھی نہ دیکھی ہو۔ اسی پر دلالت کرتا ہوا معلوم ہو رہا تھا۔

"آنریبل منسٹر تقریر کر رہے تھے؟" فریدی نے پوچھا۔

"ہاں انہوں نے تقریر شروع ہی کی تھی۔"

"مائیک سے کتنے فاصلے پر تھے۔"

"وہی جو فاصلہ عموماً رکھا جاتا ہے۔"

"مائیک کہاں گیا؟" فریدی مضطربانہ انداز میں چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"مائیک.... بھئی مائیک سے کیا۔" ڈی۔ آئی۔جی نے بے دلی سے کہا۔ "پتہ نہیں اس افراتفری میں کیا ہوا۔"

"میں مائیک کو چیک کرنا چاہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے کسی کے حواس درست نہیں۔ تمہیں کیا الزام دوں۔" ڈی۔ آئی۔جی نے کہا اور پھر ڈائس کی طرف چلا گیا۔

فریدی متجسسانہ نظروں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔

"آخر مائیک کیوں۔" حمید آہستہ سے بولا۔

فریدی نے کوئی جواب نہ دیا وہ بھی ڈائس کی طرف جا رہا تھا۔ اس نے ڈائس پر کھڑے ہو کر چاروں طرف نظریں دوڑائیں۔

"اوہ....!" اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا اور وہ ڈائس سے اُتر کر سیدھا اُس طرف پہنچا جہاں مائیکروفون کے لوازمات اکٹھا تھے۔ وہ چند لمحے اُن کا جائزہ لیتا رہا پھر حمید سے بولا۔

"تم یہیں ٹھہرو.... یہ ساری چیزیں روکی جائیں گی۔"

وہ پھر ڈی۔ آئی۔جی کے پاس واپس آیا۔

"میں نے وہ سارا اس سامان رکوا دیا ہے؟"

"کون سا....؟" ڈی۔ آئی۔جی نے پوچھا۔

"مائیکروفون کے لوازمات۔"

"بھئی اس سے کیا ہوگا۔" ڈی۔ آئی۔جی جھنجھلا کر بولا۔

"کیا وہ مشین اتنی بڑی تھی کہ اس میں کم از کم ایک آدمی بیٹھ سکے۔" فریدی نے سوال کیا۔

"نہیں اتنی بڑی نہیں تھی۔"

"تب پھر مشینیں اپنی آنکھ سے نہیں دیکھتیں۔ میٹرو کمپنی میں جہاں سے مائیکروفون آیا ہے پہلی فرصت میں پہرہ لگانا چاہئے تاکہ کوئی چیز ادھر سے اُدھر نہ ہونے پائے۔"

www.urdufans.com

www.allurdu.com

"اور.....!" ڈی۔ آئی۔ جی اُسے غور سے دیکھنے لگا۔

"جلدی کیجئے۔" فریدی نے کہا اور بھیڑ میں غائب ہو گیا۔

دوسرا حملہ

ایک گھنٹے کے اندر اندر پورا ملک سراسیمگی کا شکار ہو گیا تھا۔ اخبارات کے ضمیمے چھپ رہے تھے شہر میں تو ایسا سناٹا تھا جیسے قبرستان ہو۔ دوکانیں بند تھیں۔ سڑکوں پر فوجی دستے گشت کر رہے تھے۔ راہ گیر سرگوشیوں میں گفتگو کرتے ادھر سے اُدھر نکل جاتے اگر کسی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بھی آئی تو وہ دوسرے ہی لمحے میں چونک کر اس طرح سنجیدہ ہو جاتا جیسے اس سے یہ لاش کے سرہانے سرزد ہوئی ہو۔

وزیر خزانہ بہت اچھے آدمی تھے اور جب کوئی بہت اچھا آدمی قتل کر دیا جاتا ہے تو کائنات ذرہ ذرہ سوگوار معلوم ہونے لگتا ہے۔ ہوائیں تک آہیں بھرنے لگتی ہیں۔

عام آدمیوں سے زیادہ وہ لوگ پریشان تھے جن کی ذمہ داری مقتول کی جلسہ گاہ سے سلامت واپس جانے ہی پر ختم ہو سکتی تھی۔ محکمہ سراغ رسانی کی عمارت کے بڑے کمرے میں سب اکٹھا تھے۔

آئی۔ جی کا چہرہ اُترا ہوا تھا اور اس کے گرد بیٹھے ہوئے دوسرے آفیسر ایک دوسرے سے سرگوشیاں کر رہے تھے۔ چند لمحے پیشتر ان کے درمیان..... گرما گرم بحثیں ہوئی تھیں اور فیصلہ ہوئے بغیر ختم بھی ہو گئیں تھیں۔

اس آسمانی رائفل کا مسئلہ اتنا آسان نہیں تھا کہ چند گھنٹوں کی نشست میں اس کی تہہ تک پہنچا جا سکتا۔ اس کے متعلق تو اتنا بھی نہیں معلوم ہو سکا تھا کہ وہ آئی کس سمت سے تھی اور کس سمت۔ دیکھنے والے صرف اتنا بتا سکتے تھے کہ وہ ایک لمبے اور لمبائی کی مناسبت سے بہت ہی چوڑے صندوق کی شکل کی تھی۔ فائیر کی آواز ایسی ہی تھی جیسی کسی رائفل کی ہوتی ہے۔

انسپکٹر آصف انسپکٹر ماتھر کی طرف جھکا ہوا آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا۔ "شرلاک ہومز کے صاحب ندارد ہیں۔ خواہ مخواہ میٹرو والوں کے پیچھے پڑ گیا ہے۔ میرے شیر کی ہر بات نرالی ہے۔

بھلا مائیکروفون سے اس کا کیا تعلق ہو سکتا ہے۔"

انسپکٹر ماتھر کوئی جواب دینے کے بجائے دوسری طرف متوجہ ہو گیا۔ آئی۔ جی اپنی بھاری کھرکھراتی آواز میں کہہ رہا تھا۔ "یہ درست ہے کہ اس آسمانی حربے کے سامنے سبھی بے بس تھے لیکن سوال تو یہ ہے کہ کسی ایسے حربے کا وجود ہی کیوں! آخر ہم سب کس لئے ہیں۔ مجھے اپنے محکمے پر فخر تھا۔"

کوئی کچھ نہ بولا۔ سب کو جیسے سانپ سونگھ گیا ہو۔

"مجھے سب سے زیادہ شکایت تم سے ہے۔" آئی۔ جی کی آواز پھر سنائی دی۔

اور ان سب کی نظریں دروازے کی طرف اٹھ گئیں کیونکہ آئی۔ جی ادھر ہی دیکھ رہا تھا۔ دروازے میں انسپکٹر فریدی دکھائی دیا۔ اس کے پیچھے سرجنٹ حمید تھا۔ دونوں کے چہروں سے تھکن کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔

"مجھے افسوس ہے کہ میں کچھ نہ کر سکا۔" فریدی نے آہستہ سے کہا اور ایک خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔ حمید کے رینک کا کوئی آدمی میٹنگ میں موجود نہیں تھا۔ اس لئے وہ الٹے پاؤں واپس چلا گیا۔

"مائیکروفون کا کیا قصہ تھا؟" آئی۔ جی نے پوچھا۔

"ایک خیال پیدا ہوا تھا۔ لیکن فی الحال کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہو سکا۔ ویسے میں اب بھی یہی کہتا ہوں کہ اس حادثے کا کچھ نہ کچھ تعلق مائیکروفون سے ضرور ہے۔"

"کیوں؟"

"ابھی سائنس نے اتنی ترقی نہیں کی کہ مشینیں آدمی کی قوت ارادی کی پابند ہو جائیں۔ وہ مشین کسی میکانکی ہی سسٹم کے تحت چلتی ہوں گی۔"

فریدی خاموش ہو گیا۔

"ٹھیک ہے! کہتے جاؤ۔" آئی۔ جی بولا۔ "میں سمجھ رہا ہوں۔ وہ یقیناً وائرلس ہی سے کنٹرول کی جاتی ہو گی۔"

"اور اس میں ٹیلی ویژن سسٹم کا بھی دخل معلوم ہوتا ہے۔" فریدی نے کہا۔

"اسی لئے میں مائیک پر زور دے رہا ہوں۔"

"کیوں؟"

www.urdufans.com

www.allurdu.com

"اگر ہم یہ نہیں تسلیم کرتے تو پھر ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ وہ کسی آدمی کی قوت ارادی کی پابند ہے۔ اسے چلانے والے نے سوچ لیا کہ آنریبل منسٹر کو ختم کرنا ہے۔ لہٰذا وہ مشین ان کی تلاش میں چل پڑی۔"

آئی۔ جی کچھ نہ بولا۔ شاید اسے فریدی کا لہجہ ناگوار گزرا تھا۔

"شاید آپ کو وہ اڑن بم یاد نہیں۔" انسپکٹر آصف فریدی کو مخاطب کر کے بولا۔ "جو کچھ جنگ عظیم میں جرمنوں نے استعمال کئے تھے۔"

"اڑن بم....!" آئی۔ جی آصف کو گھورنے لگا۔ "ان کا یہاں کیا سوال؟"

"اڑن بموں کا سسٹم دوسرا تھا۔" فریدی نے آصف کو مخاطب کیا۔ "ان کی اڑان اور ان میں سمت اور فاصلے کے تعین کو دخل تھا۔ اس لئے وہ بعض اوقات غلط جگہوں پر بھی گر پڑے ہیں۔ فرض کیجئے وہ برلن سے لندن کے لئے روانہ ہوگئے تو وہ ادھر اُدھر بھٹکتے ہوئے لندن نہ پہنچیں گے۔ انہیں کنٹرول کرنے والی مشین انہیں لندن کی سمت برلن اور لندن کے درمیان فاصلہ کا تعین کر کے روانہ کرے گی۔ بس اتنے ہی فاصلے پر پہنچ کر وہ گر جائیں گے چاہے وہ لندن ہو چاہے کوئی اور جگہ۔ سمت کے تعین میں ذرا سی بھی غلطی انہیں لندن کے بجائے کہیں اور پہنچا سکتی ہے۔"

"غیر متعلق بحث سے کیا فائدہ۔" آئی۔ جی نے اُسے ٹوکا۔

"ہاں تو جناب والا میں یہ عرض کر رہا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ آنریبل منسٹر کے گرفتاری کے دوران میں مائیکروفون بدل دیا گیا۔"

آئی۔ جی حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

"وہ شخص جو میٹرو کمپنی کی طرف سے مائیکروفون پر مامور تھا، حراست میں ہے۔" فریدی پھر بولا۔ "اس کے بیان سے معلوم ہوا ہے کہ جلسہ شروع ہونے سے آدھا گھنٹہ قبل مائیکروفون خراب ہو گیا تھا۔ اُس نے اُسے بنانے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوا۔ اتنے میں ایک آدمی نے یہ تجویز پیش کی کہ کمپنی سے دوسرا منگوالیا جائے چونکہ مائیکروفون کی دیکھ بھال کرنے والا اس لئے اس نے خود جانا مناسب نہ سمجھا۔ اس پر اس نامعلوم آدمی نے کہا کہ اگر وہ مائیکروفون طلبی کے لئے تحریر دے دے تو وہ منٹوں میں لا سکتا ہے۔ محافظ نے منیجر کے نام ایک پرچہ

دے دیا اور وہ آدمی دوسرا مائیکروفون لے آیا۔"

"اوہ....!"

"لیکن جلسہ گاہ میں بعد کو جو مائیکروفون ملے۔ اُس میں کوئی خاص بات نہ تھی۔"

"خاص بات؟"

"یعنی ان کا میکینزم وہی تھا جو عام طور پر ہوتا ہے۔"

"اُس دوسرے آدمی کا پتہ چلا۔" آئی۔ جی نے پوچھا۔

"جی نہیں! اس میٹرو کے منیجر کا بیان ہے کہ دوسرا کوئی مائیکروفون جلسہ گاہ میں گیا ہی نہیں اور نہ اس صورت و شکل کا کوئی آدمی اس تک پہنچا تھا۔ دوسرا مائیکروفون جو جلسہ گاہ میں ملا تھا اس کے متعلق اس نے بتایا کہ وہ میٹرو کمپنی کا نہیں تھا۔ ویسے اس پر میٹرو کمپنی ہی کا نام درج تھا۔ میٹرولاوڈا سپیکر سروس۔"

آئی۔ جی تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا۔ پھر آہستہ سے بولا۔

"حقیقتاً تم محکمے کی ناک ہو۔"

فریدی کے ساتھیوں کے منہ چڑھ گئے لیکن ڈی۔ آئی۔ جی بے اختیار مسکرا پڑا تھا۔ یہ مسکراہٹ کچھ ایسی ہی تھی جیسے کوئی باپ اپنے بچے کی تعریف کسی دوسرے سے سن کر کھل اٹھے۔

تھوڑی دیر خاموشی رہی پھر آئی۔ جی نے کہا۔

"تو اب کیا کرنا چاہئے۔"

"ڈی۔ آئی۔ جی صاحب میرے طریقہ کار سے بخوبی واقف ہیں۔" فریدی تھوڑے توقف کے بعد بولا۔

اس پر ڈی۔ آئی۔ جی نے آئی۔ جی کی طرف جھک کر آہستہ سے کچھ کہا اور آئی۔ جی پر خیال انداز میں سر ہلانے لگا۔

کچھ دیر پورے کمرے میں سرگوشیاں ہوتی رہیں پھر آئی۔ جی کی آواز سنائی دی۔

"بہرحال آپ لوگ اپنی آنکھیں کھلی رکھئے۔ یہ کیس خاص طور سے کسی کے سپرد نہیں کیا جا رہا ہے۔ ہر ایک کو کوشش کرنی ہے۔"

اس مختصر سی ہدایت کے بعد میٹنگ برخواست ہو گئی۔ سب چلے گئے لیکن فریدی وہیں

www.urdufans.com

www.allurdu.com

موجود رہا۔

"اب بتاؤ۔" ڈی۔ آئی۔ جی فریدی کی طرف مخاطب ہوا۔ آئی۔ جی کی نظریں بھی اس کے چہرے پر جمی ہوئی تھی۔

"میں نے پچھلی رات اس رائفل کو پرواز کرتے دیکھا تھا۔" فریدی نے کہا۔

"کیا....؟" دونوں بیک وقت بولے۔

"اور میرا خیال اُسی طرف گیا تھا۔"

"تو کیا تم پہلے ہی سے اس کے متعلق جانتے تھے۔" آئی۔ جی نے پوچھا۔

"تھوڑا بہت۔"

"پھر بھی تم نے کچھ نہ کیا؟"

"کل رات سے قبل مجھے اُس کے وجود پر یقین نہیں تھا۔" فریدی نے کہا۔ "حقیقتاً کل رات بھی مجھے یقین واثق نہیں تھا۔ اس کا تو اس وقت خیال آیا جب میں نے حادثے کی خبر سنی تھی۔"

"تم نے اُسے کہاں دیکھا تھا؟"

"شہر کے اُتری حصے میں وہ زیادہ بلندی پر نہیں تھی۔"

"کدھر گئی تھی؟"

"مشرق کی سمت!" فریدی نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ وہ لوگ اس کا امتحان کر رہے تھے۔"

"تو کیا تم ان لوگوں سے بھی واقف ہو۔"

"جی نہیں۔"

"بہر حال تم نے اپنی معلومات کو چھپا کر اچھا نہیں کیا۔" آئی۔ جی کا لہجہ ناخوشگوار تھا۔

"جناب والا.... معلومات کی نوعیت ہی ایسی نہیں تھی کہ جس پر فوری ایکشن کیا جاسکتا۔"

"یعنی....!"

فریدی نے ڈی۔ آئی۔ جی کی طرف دیکھ کر کہا۔ "آپ کو کرنل فرید کا کیس تو یاد ہوگا۔"

"کرنل فرید۔" ڈی۔ آئی۔ جی ذہن پر زور دیتا ہوا بولا۔ "وہ جس کی بہن....!"

"جی ہاں! وہی....!"

"کیا کیس تھا؟" آئی۔ جی نے پوچھا۔

"کرنل فرید! ایک ریٹائرڈ فوجی تھا۔" فریدی بولا۔ "دولت مند مگر شریف قسم کے لوگوں میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ اب سے چھ ماہ قبل کسی نے اسے اس کی کوٹھی ہی میں قتل کر دیا۔ اس کی بہن قتل والی رات ہی سے غائب ہے اس کا پرائیویٹ سیکریٹری اس حادثے کے بعد پاگل ہو گیا تھا جو آج بھی پاگل خانے میں ہے۔ بہن کرنل ہی کے ساتھ رہتی تھی۔"

"لیکن اس معاملے سے اس کا کیا تعلق....؟" آئی۔ جی اکتا کر بولا۔

"وہی عرض کرنے جا رہا ہوں۔" فریدی نے کہا۔ "ایک ہفتہ قبل کی بات ہے کہ ایک ایسے آدمی سے ملاقات ہوئی جو کرنل کے پرانے ساتھیوں میں سے تھا۔ دوران گفتگو میں اس سے پتہ چلا کہ کرنل ایک اچھا میکینک اور انجینئر بھی تھا۔ وائرلیس اور ٹیلی ویژن اس کے محبوب ترین موضوعات تھے اور وہ پچھلے کئی سالوں سے اس فکر میں تھا کہ انہیں کی بنیادوں پر کوئی حربہ تیار کرے اس وقت میں نے اس بیان کو کوئی اہمیت نہ دی تھی لیکن جب پچھلی رات پرواز کرتی ہوئی وہ شے مجھے نظر آئی تو قدرتی طور پر اس شخص کے الفاظ مجھے یاد آگئے۔"

"کیس کا انچارج کون تھا؟" آئی۔ جی نے پوچھا۔

"غالباً انسپکٹر سدھیر۔" فریدی نے کہا۔ "میں اس زمانے میں گارساں[1] والے معاملے میں الجھا ہوا تھا۔ بہر حال کرنل کے قتل کی نہ تو آج تک وجہ معلوم ہو سکی اور نہ قاتل ہی کا سراغ ملا اور اس کی بہن کی حیرت انگیز روپوشی ابھی تک پردہ راز میں ہے۔ سدھیر کا خیال ہے کہ شاید وہ بھی قتل میں شریک تھی۔ لیکن میں واقعات کی روشنی میں ایسا سمجھنے کے لئے تیار نہیں۔ کرنل کا سیکریٹری پولیس کو عجیب حالت میں ملا تھا۔ کرنل کی بہن کے بستر پر خون کے چھوٹے چھوٹے دھبے تھے اور وہ اس طرح بے ترتیب تھا کہ جیسے اس پر سونے والے کو کسی سے جدوجہد کرنی پڑی ہو۔"

"نوکر کہاں تھے۔" آئی۔ جی نے پوچھا۔

"شاگرد پیشہ میں جو کوٹھی سے کافی فاصلے پر ہے اور انہیں صبح ہی اس حادثے کی اطلاع ہوئی تھی۔"

"کچھ اسکا بھی اندازہ ہے کہ ان تمام معاملات میں کس کا ہاتھ ہو سکتا ہے۔" آئی۔ جی نے پوچھا۔

"فی الحال کچھ نہیں کہا جاسکتا۔"

کافی دیر تک ان تینوں میں بحثیں ہوتیں رہیں۔ لیکن آخر میں نتیجہ وہی صفر، نہ کوئی فیصلہ ہو سکا اور نہ طریق کار ہی کا تعین کیا جاسکا۔

---

[1] "خوفناک ہنگامہ" جلد نمبر 8 ملاحظہ فرمایئے۔

www.urdufans.com

www.allurdu.com

فریدی کے دوسرے ساتھی مائیکروفون کے محافظ کے بتائے ہوئے حلیے سے چمٹے ہوئے تھے۔ وہ انہیں ریٹائرنگ روم میں چھوڑ کر مسکراتا ہوا باہر آ گیا۔

شہر کی حالت اب تک ویسی ہی تھی۔ ویرانی اور سوگواری میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ فریدی کی کیڈیلاک تیزی سے سڑک پر پھسل رہی تھی۔ حمید اور وہ خاموش تھے غالباً وہ دونوں اس سے بھی بے خبر تھے کہ ایک دوسری کار کیڈیلاک کا تعاقب کر رہی ہے۔

"فی الحال ساجد ہی والی کڑی اپنے ہاتھ میں ہے۔" فریدی نے کہا۔

"کون ساجد۔" حمید نے پوچھا۔

"وہی کرنل فرید کا سیکریٹری جو پاگل خانے میں ہے۔ اس سے کرنل کے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم ہو سکا تھا۔ بنے ہوئے پاگلوں کو راہ راست پر لانا بڑا دشوار کام ہے اور کرنل کی بہن کا سراغ! نہ تو اُس کا کوئی فوٹو ہی دستیاب ہو سکا اور نہ مکمل حلیہ! حلیے کے متعلق اختلاف بیانیاں پائی جاتی ہیں۔ البتہ ایک چیز سب کے بیانات میں مشترک ہے اور وہ ہے اس لڑکی کی چال۔ سب یہی کہتے ہیں کہ چلتے وقت وہ زمین سے کچھ اوپر تیرتی ہوئی سی معلوم ہوتی ہے۔"

"کیا؟" حمید بے ساختہ اچھل پڑا۔ لیکن اس کی حیرت ایک سیکنڈ بھی قائم نہ رہ سکی۔ کیونکہ اسے ایسا معلوم ہوا جیسے اس کے کان کے قریب ہی ایک فائر ہوا ہو۔ دوسرے ہی لمحے میں فریدی کی چیخ سنائی دی اور حمید کے چہرے پر لاتعداد چھریاں سی آ کر لگیں کیڈیلاک ایک جھٹکے کے ساتھ رک گئی۔

"یہ حادثہ ایک سنسان سڑک پر ہوا تھا۔ دو ایک لوگ جو ادھر سے گذر رہے تھے فریدی کی کار کی طرف جھپٹے۔ فریدی اپنی پیشانی دبائے حمید پر جھکا ہوا تھا۔ جس کا سر سیٹ کی پشت سے ٹک کر ایک طرف ڈھلک گیا تھا۔ حمید کے چہرے پر کئی جگہ خون رس رہا تھا اور وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ فریدی نے اسے سنبھالنے کے لئے اپنی پیشانی سے ہاتھ ہٹا لیا اور اس کے چہرے پر بھی خون کی چادر پھیل گئی۔

"ٹھہریئے۔ ٹھہریئے۔" ایک راہگیر اس کی مدد کے لئے لپکا۔ چار پانچ آدمی کار کے گرد جمع ہو گئے تھے۔

کھڑکی کا شیشہ چکنا چور ہو گیا تھا۔

فریدی نے اطمینان کا سانس لیا۔ حمید کے گولی نہیں لگی تھی۔ کھڑکی کے شیشے کے ٹکڑوں نے اس کا چہرہ زخمی کر دیا تھا اور خود فریدی کی پیشانی کا زخم بھی انہیں ٹکڑوں کے لگنے کا نتیجہ تھا۔

اس نے رومال سے اپنا چہرہ صاف کیا اور راہگیر سے بولا۔

"ٹھیک ہے! سب ٹھیک ہے۔"

"کسی نے اس پیلی کار سے گولی چلائی تھی۔" دوسرے نے کہا۔ "میں نے خود دیکھا تھا۔ یہ کیا آفت آ گئی ہے اس شہر میں۔"

"گولی! نہیں کسی شریر بچے نے پتھر پھینکا تھا۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"کمال کرتے ہیں آپ ارے جناب میں نے خود دیکھا تھا۔"

"آپ کو دھوکا ہوا ہوگا۔" فریدی نے آہستہ سے کہا اور کار اسٹارٹ کر دی۔

راہگیر حیرت سے ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہ گئے۔

کیڈیلاک سول ہسپتال کی طرف جا رہی تھی۔

حمید تھوڑی دیر بعد کسمسایا اور کراہ کر سیدھا ہو گیا۔ سامنے لگے ہوئے آئینے پر نظر پڑتے ہی ایک ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ اس کا سارا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

"چھونا مت۔" فریدی آہستہ سے بولا۔ "گھبراؤ نہیں زخم گہرے نہیں ہیں۔ ننھی ننھی کرچیں معلوم ہوتی ہیں۔"

"اوہ آپ بھی تو۔"

"میری فکر مت کرو۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "بس تقدیر ہی تھی.... ورنہ.... گولی میرے داہنے شانے کو چھوتی ہوئی نکل گئی ہے۔ اگر کوٹ میں شولڈر پیڈ نہ ہوتا، تو ہڈی صاف تھی۔ البتہ پچھلی سیٹ برباد ہونے کا افسوس ہے۔"

حمید نے پلٹ کر دیکھا۔ پچھلی سیٹ میں بڑا سا سوراخ تھا۔

"تو کیا وہی رائفل تھی۔" حمید بوکھلا کر بولا۔

"نہیں گولی ایک کار سے چلائی گئی تھی۔"

"کار سے۔"

"ہاں اور وہ محض تمہاری وجہ سے نکل گئی۔ میں سمجھا شاید تم اللہ کو پیارے ہو گئے۔"

www.urdufans.com

www.allurdu.com

"کاش گولی میرے ہی لگی ہوتی۔" حمید ٹھنڈی سانس بھر کر بولا۔ "اب میرے چہرے پر شمار رنگ کے داغ ہوں گے اور کوئی لڑکی میری طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کرے گی۔"

"لڑکی....!" فریدی نے منہ بنا کر کہا اور اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا۔

"ہائے۔" حمید آہستہ سے کراہا۔

"میں نے مائیکروفون کے معاملے میں ہلڑ مچا کر غلطی کی تھی۔" فریدی بولا۔

پُراسرار مسٹر کیو

اُس حیرت انگیز رائفل کے متعلق نہ صرف شہر یا ملک بلکہ ساری دنیا میں چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں۔ خصوصاً شہر کے لوگ تو بُری طرح سہمے ہوئے تھے۔ ملک کی سربرآوردہ ہستیاں خوف اور اندیشوں کا شکار ہو گئی تھیں۔

دوسرے دن کے اخبار نے وزیر خزانہ کے قتل کے ساتھ ہی محکمہ سراغ رسانی کے بہترین افراد پر حملے کی بھی خبر چھاپی تھی۔ اخبار بیچنے والے گلی کوچوں میں چیختے پھر رہے تھے۔

"محکمہ سراغ رسانی کے دو آفیسروں پر بھی قاتلانہ حملہ، دونوں آفیسر اپنے زخموں کی ڈریسنگ کرانے کے بعد حیرت انگیز طریقے پر غائب ہو گئے۔"

یہ فریدی اور حمید کے زخمی اور غائب ہونے کی خبر تھی۔ انہوں نے سول ہسپتال میں اپنے زخموں کی ڈریسنگ کرالی تھی اور پھر اپنے محکمے کے اعلیٰ آفیسروں کو اطلاع دیئے بغیر روپوش ہو گئے تھے۔ اخبارات کی اطلاع تو دراصل یہی تھی لیکن عام آدمی اسے کیا سمجھتے کہ اسی دن محکمہ سراغ رسانی کے ڈی۔ آئی۔ جی کی کار دلاور نگر کی طرف کیوں جا رہی تھی۔

ڈی۔ آئی۔ جی کے ساتھ سپرنٹنڈنٹ اور دو انسپکٹر بھی تھے۔ ڈی۔ آئی۔ جی خود کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ پینتیس میل پختہ سڑک پر چلنے کے بعد کار ایک کچے راستے پر مڑ گئی۔ پھر وہ اُس عمارت میں داخل ہوتی دکھائی دی جس میں سرجنٹ حمید نے ایک حیرت انگیز رات گذاری تھی۔

ڈاکٹر نارنگ ایم۔ پی عمارت میں موجود تھا۔ اُسے محکمہ سراغ رسانی کے آفیسروں کو اپنی کوٹھی میں دیکھ کر حیرت نہ ہوئی کیونکہ وہ مقتول منسٹر کے گہرے دوستوں میں سے تھا۔

ڈاکٹر نارنگ دوہرے بدن کا ایک لمبا تڑنگا آدمی تھا۔ عمر پچاس اور ساٹھ کے درمیان میں رہی ہوگی۔ لیکن صحت مند ہونے کی بناء پر یہ کہنا دشوار تھا کہ وہ بڑھاپے کی سرحدوں میں قدم رکھ چکا ہے۔ وہ آہستہ آہستہ گفتگو کرنے کا عادی تھا اور دوران گفتگو میں اپنی نظریں مخاطب کے چہرے سے ہٹائے رکھتا تھا۔ اس کے متعلق مشہور تھا کہ اُسے کبھی کسی سے کرخت آواز میں گفتگو کرتے ہوئے نہیں سنا گیا۔

"میں اُن تمام لوگوں سے مل رہا ہوں۔" ڈی۔ آئی۔ جی کہہ رہا تھا۔ "جن سے مقتول منسٹر کے قریبی تعلقات تھے۔"

"میں بھی انہی بدنصیبوں میں سے ایک ہوں۔" ڈاکٹر نارنگ کی آواز کپکپا گئی۔

پھر ڈی۔ آئی۔ جی کافی دیر تک مقتول کے دوسرے دوستوں کے متعلق پوچھ گچھ کرتا رہا۔ اور جب واپسی کیلئے بالکل تیار تھا تو اُس نے اچانک ڈاکٹر نارنگ سے کہا۔ "مجھے ایک شکایت بھی ہے۔"

"کہئے۔" ڈاکٹر نارنگ نے میز پر رکھے ہوئے گلدان کی طرف نظر جماتے ہوئے کہا۔

"یہاں پرسوں رات کو میرے محکمے کے ایک آدمی کے ساتھ بڑا خطرناک مذاق کیا گیا۔"

"یہاں....!" ڈاکٹر نارنگ چونک پڑا۔ "میں نہیں سمجھا۔"

"کسی صاحبزادی نے اُسے کوئی نشہ آور چیز کھلا دی تھی۔"

"صاحبزادی نے۔" ڈاکٹر نارنگ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"جی ہاں، وہ راستہ بھٹک کر ادھر نکل آیا تھا۔"

"اُسے غلط فہمی ہو گئی ہوگی۔ یہ حادثہ کہیں اور پیش آیا ہوگا۔"

"اُسے یقین ہے؟"

"تب اس نے خواب ہی دیکھا ہوگا۔" ڈاکٹر نارنگ مسکرا کر بولا۔ "یہاں ہمیشہ اس عمارت کا منتظم چند نوکروں کے ساتھ رہتا ہے اور وہ بھی میری ہی طرح تجرد کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ میں زیادہ تر شہر میں رہتا ہوں۔ کبھی کبھی ادھر بھی آنکلتا ہوں۔ پرسوں میں یہاں نہیں تھا۔ یہاں کسی لڑکی کی موجودگی سرے ہی سے مضحکہ خیز معلوم ہوتی ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ اس طرف اس ساخت کی کوئی اور عمارت نہیں۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے کہا۔

"نہیں۔"

www.urdufans.com

www.allurdu.com

"اس نے بالکل یہی نقشہ بتایا تھا۔ جو میں اس عمارت کا دیکھ رہا ہوں۔" ڈی۔ آئی۔ جی بولا۔

"مجھے حیرت ہے۔"

"اس نے ایک حبشی غلام کا بھی تذکرہ کیا تھا۔"

"حبشی غلام۔" ڈاکٹر نارنگ بے ساختہ ہنس پڑا۔ "تب تو اُس نے حقیقتاً خواب دیکھا ہوگا۔"

"دو لڑکیاں تھیں۔" ڈی۔ آئی۔ جی اس کی بات نظر انداز کر کے بولا۔ "ان میں سے ایک ایسی تھی جسے ہم عرصہ سے تلاش کر رہے ہیں۔"

ڈاکٹر نارنگ یک بیک سنجیدہ ہو گیا اور پھر اس نے کسی کو آواز دی۔ چند لمحے بعد ایک قبول صورت نوجوان اندر داخل ہوا۔ جس نے سمر کا سوٹ پہن رکھا تھا اور گردن میں شوخ رنگوں کی ٹائی تھی۔

"پرسوں رات کو یہاں کون تھا۔" ڈاکٹر نارنگ نے اس سے پوچھا۔

"جج.... جی.... کوئی بھی تو نہیں.... کوئی نہیں۔" منتظم ہکلانے لگا۔

"جھوٹ مت بولو۔"

"جی کوئی نہیں.... میں.... سس.... سچ....!"

"ہکلا کیوں رہے ہو... کوئی ضرور تھا۔" ڈاکٹر نارنگ کی آواز بلند ہو گئی اور سیکریٹری کانپنے لگا۔

"جج.... جی.... مم.... معافی چاہتا ہوں۔"

"کون تھا....؟"

"ڈائرکٹر ناگر....!"

"یہ کیا بلا ہے۔"

"فلم ڈائرکٹر، میرا دوست ہے۔ ادھر شوٹنگ کی غرض سے آیا تھا۔ میں نے آپ کی اجازت کے بغیر ٹھہرا لیا تھا۔ معافی چاہتا ہوں۔"

"کوئی حبشی بھی تھا ان کے ساتھ۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے پوچھا۔

"جی ہاں۔"

"اور دو لڑکیاں بھی۔"

"جی نہیں صرف ایک تھی کنول۔"

"کسی مسافر کو بیوقوف بنایا گیا تھا؟" ڈاکٹر نارنگ نے پوچھا۔

"جی ہاں.... وہ کنول کی شرارت تھی.... میں منع کرتا رہا.... مگر؟"

"اُسے کوئی نشہ آور چیز دی گئی تھی۔" نارنگ نے پوچھا۔

"نشہ آور.... اوہ.... شاید وہ اسی لئے سو گیا تھا۔"

"صاف صاف بتاؤ۔"

"اُسے بیوقوف بنانے کا پروگرام کنول ہی نے بنایا تھا۔" منتظم نے کہا اور شروع سے آخر تک پوری داستان دہرانے کے بعد بولا۔ "کنول اور حبشی کے علاوہ کوئی اور اُس کے سامنے نہیں گیا۔ پھر کنول نے اُسے کھانا کھلایا اور کھاتے ہی کھاتے وہ سو گیا۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کوئی نشہ آور چیز تھی۔ پھر ہم اُسے اسی کی کار میں ڈال کر سڑک پر چھوڑ آئے تھے۔"

"تم جانتے ہو کہ تم لوگوں نے کتنا بڑا جرم کیا ہے؟" نارنگ بولا۔ "اگر وہ سانپ اُسے کاٹ لیتا تو۔"

"جی.... دراصل اُس میں زہر نہیں تھا۔ ناگر اُسے کسی سین کی شوٹنگ کے لئے لایا تھا۔"

"لیکن کسی کو کوئی نشہ آور چیز کھلا دینا بھی جرم ہے۔"

"میں معافی چاہتا ہوں۔" منتظم گڑگڑایا۔

"لڑکیاں دو تھیں۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے پوچھا۔

"جی نہیں ایک تھی۔"

"تمہاری بدولت مجھے ذلت نصیب ہوئی۔" ڈاکٹر نارنگ کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا وہ ڈی۔ آئی۔ جی کی طرف مڑ کر بولا۔ "آپ اسے لے جایئے اور جو کاروائی مناسب سمجھئے کیجئے۔ مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔"

"میں معافی چاہتا ہوں۔" منتظم پھر گڑگڑانے لگا۔

"دوسری لڑکی کون تھی۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے گرج کر پوچھا۔

"جج.... جی.... دوسری لڑکی.... مم.... ناگر کی محبوبہ تھی۔"

"تم نے اب تک اُسے چھپایا کیوں تھا۔"

"وہ.... نن.... ناگر....!"

"گھبراؤ نہیں۔" ڈی۔ آئی۔ جی نرم لہجے میں بولا۔ "میں نارنگ جی کی بدنامی کے خیال سے

www.urdufans.com

www.allurdu.com

تمہیں درمیان میں نہ لاؤں گا۔"

منتظم تھوڑی دیر تک سر جھکائے کھڑا رہا۔ پھر تھوک نگل کر بولا۔ "پہلے وہی لڑکی باہر آئی تھی پھر اُس نے اندر جا کر اُس مسافر کا تذکرہ کیا۔ ناگر اندر تھا اس نے جھانک کر باہر دیکھا اور کنول سے تھوڑی دیر تک سرگوشیاں کرتا رہا۔ پھر اُس نے کنول کو باہر بھیج کر اس لڑکی کو ایک کمرے میں بند کر دیا۔ میں نے وجہ پوچھی تو کہنے لگا کہ وہ مسافر دراصل ایک ایسا رئیس ہے جو اس کی محبوبہ پر ڈورے ڈالنے کی فکر کر رہا ہے.... وہ اُسے اچھی طرح بیوقوف بنا کر رخصت کرے گا۔ اس کے بعد اس نے مجھ سے کہا کہ میں اس لڑکی کا تذکرہ کسی سے نہ کروں کیونکہ وہ اسے بعض پروڈیوسروں سے چھپانے کی کوشش کر رہا ہے۔"

"تمہیں اس لڑکی سے گفتگو کرنے کا اتفاق ہوا تھا۔"

"جی نہیں وہ بہت کم گفتگو کرتی تھی اور اس کی آنکھوں....!"

"ہاں ہاں کہو! گھبراؤ نہیں۔"

"اس کی آنکھوں سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ بیداری میں بھی کوئی خواب دیکھ رہی ہو۔"

"تم ناگر کو کب سے جانتے ہو۔"

"پچھلے ماہ اس سے شہر میں ملاقات ہوئی تھی۔"

"یہاں پہلی بار آیا تھا۔"

"نہیں دوسری بار۔ اس سے پہلے بھی اس نے یہاں دو تین دن تک قیام کیا تھا۔ لیکن اس وقت وہ اکیلا ہی تھا۔"

"اس کا پتہ۔"

"سولہ پرنس اسکوائر.... دولت گنج۔"

"سپرنٹنڈنٹ نے پتہ نوٹ کیا اور ڈی۔ آئی۔ جی نے ہاتھ کے اشارے سے گفتگو کا سلسلہ ختم کر دیا۔"

"جاؤ....!" ڈاکٹر نارنگ سیکریٹری کو گھورتا رہا۔ پھر ڈی۔ آئی۔ جی بولا۔ "مجھے اس واقعے پر افسوس ہے۔"

"اب بہتر یہی ہے کہ تم اپنا بستر گول کرو۔"

"حضور میں تباہ ہو جاؤں گا۔" منتظم گڑگڑایا۔

"تمہیں بیس منٹ کے اندر اندر کوٹھی چھوڑ دینی ہے۔" ڈاکٹر نارنگ نے خشک لہجے میں کہا اور اٹھ کر باہر چلا گیا۔

منتظم اس کے عادت و اطوار سے اچھی طرح واقف تھا اور اس لہجے کو خوب سمجھتا تھا۔ چار و ناچار اس نے اپنی ضروری چیزیں ایک سوٹ کیس میں بھریں اور باہر نکل آیا۔ ڈاکٹر نارنگ مالتی کی جھاڑیوں کے قریب آم کے درخت کے سائے میں کھڑا تھا۔ اس نے منتظم کو جاتے دیکھا اور منہ پھیر لیا۔

سوٹ کیس وزنی تھا۔ کبھی وہ اُسے ہاتھ میں لٹکاتا اور کبھی کاندھے پر رکھ لیتا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ یہ بھی سوچتا جا رہا تھا کہ کب تک اور کہاں تک اس طرح جائے گا۔

کچے راستے کے دوسرے موڑ تک پہنچتے پہنچتے اس کے دونوں ہاتھ شانوں سے علیحدہ ہوتے معلوم ہونے لگے۔ بہر حال کسی نہ کسی طرح وہ پختہ سڑک تک پہنچ ہی گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کدھر جائے۔

دفعتاً سمت مخالف سے ایک کار آتی دکھائی دی۔ چونکہ ونڈ اسکرین سورج کے سامنے نہیں تھا اس لئے کار ڈرائیو کرنے والے کا چہرہ صاف نظر آ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر مسرت کی لہر دوڑ گئی اور وہ ہاتھ اٹھا کر چیخا۔ "ناگر....!"

کار اس کے قریب آ کر رک گئی۔

"ہیلو راجن.... کہاں؟" کار ڈرائیو کرنے والے نے کہا۔

"ارے یار کیا بتاؤں.... شاید اس وقت پیدل ہی شہر جانا پڑتا۔"

"بھلا کیوں؟ چلو سوٹ کیس اندر رکھ دو۔"

راجن نے پچھلی سیٹ کی کھڑکی کھول کر سوٹ کیس رکھ دیا۔ اب اس نے دیکھا کہ پچھلی سیٹ پر ایک آدمی اور بھی تھا۔ اس نے مسکرا کر سوٹ کیس رکھوانے میں مدد دی۔ راجن کے لئے صورت نئی تھی۔

"ادھر آ جاؤ۔" ناگر نے اگلی سیٹ کی کھڑکی کھولتے ہوئے کہا۔

راجن بیٹھ گیا اور کار چل پڑی۔ رفتار زیادہ تیز نہیں تھی۔

www.urdufans.com

www.allurdu.com

"پولیس تمہاری تلاش میں ہے۔" راجن ہانپتا ہوا بولا۔ "تمہاری ہی وجہ سے مجھے ملازمہ سے ہاتھ دھونے پڑے۔ میں تمہیں منع کر رہا تھا۔ تمہیں غلط فہمی ہوئی تھی۔ وہ آدمی دراصل محکمہ سراغ رسانی کا کوئی آفیسر تھا۔ یار سچ بتاؤ وہ لڑکی کون تھی۔"

ناگر ہنسنے لگا۔ "پرواہ مت کرو پیارے۔ میرا بہت بڑا.... کاروبار ہے۔"

"مگر.... میں نے پولیس کو سب کچھ بتا دیا ہے۔ البتہ تمہارا پتہ بتاتے وقت مجھے ہوش آگیا تھا.... اور میں نے صحیح پتہ نہیں بتایا۔"

"کسی بات کی فکر مت کرو۔" ناگر گردن جھٹک کر بولا۔

"سچ سچ بتاؤ، وہ لڑکی کون ہے۔"

"میری محبوبہ! میں اُسے کسی قیمت پر نہیں چھوڑ سکتا۔"

"کہیں سے بھگا کر لائے ہو۔"

"ہاں....!" ناگر نے کہا اور اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا۔

کار ایک کچے راستے پر مڑ گئی۔

"ادھر کہاں؟" راجن نے پوچھا۔

"جلد پہنچیں گے کم از کم دس میل کا فرق پڑ جائے گا۔"

راستہ آٹھ دس فٹ سے زیادہ چوڑا نہیں تھا۔ دونوں طرف سرکنڈوں کی اونچی اونچی اور گھنی جھاڑیاں تھیں۔

"اور کیا پوچھا تھا پولیس والوں نے۔"

"اور تو کچھ بھی نہیں لیکن حیرت ہے کہ انہوں نے مجھے اس خیال سے گرفتار نہیں کیا کہ اس میں ڈاکٹر نارنگ کی بدنامی تھی اور ڈاکٹر نارنگ نے مجھے اس طرح نکال دیا۔"

"فی الحال تم شہر میں کہاں جاتے۔" ناگر نے پوچھا۔ "کیا کوئی تمہارا دوست یا عزیز وہاں ہے۔"

"کوئی نہیں! میں تمہارے ہی پاس جاتا اور پھر کوئی اور انتظام کرتا۔"

ناگر نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر راجن بولا۔

"یار وہ کنول بڑی تیز لڑکی ہے۔"

"کیوں.... کہیں عاشق تو نہیں ہو گئے اس پر۔" ناگر نے بھدا سا قہقہہ لگایا۔

"پتہ نہیں کیوں وہ میرے ذہن پر بُری طرح چھا گئی ہے۔"

"تو پھر عشق اور کسے کہتے ہیں۔"

"عشق بہت اونچی چیز ہے۔" راجن سنجیدگی سے بولا۔

دفعتاً راجن کے پیچھے بیٹھے ہوئے آدمی نے دونوں ہاتھوں سے اس کی گردن پکڑ لی۔ راجن نے تڑپ کر پلٹنا چاہا لیکن دوسرے لمحے میں اس کے منہ پر ایک گھونسہ پڑا.... اور کار رک گئی۔ کار کے اندر شدید قسم کی جدوجہد ہو رہی تھی۔ ناگر نے دوسرا گھونسہ مارا اور راجن کی تکسیر ٹوٹ گئی لیکن وہ بھی کمزور نہیں تھا۔ اس نے پیچھے بیٹھے ہوئے آدمی کے ہاتھ اپنی گردن سے ہٹا دیئے ناگر نے پھر ہاتھ اٹھایا لیکن اس بار اسی کا جبڑہ راجن کے ہاتھوں بیکار ہو گیا۔

راجن کار سے نیچے کود گیا۔ وہ دونوں بھی اس کی طرف جھپٹے لیکن شاید راجن لڑنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ وہ بے تحاشہ ایک طرف دوڑنے لگا.... وہ دونوں اس کا تعاقب کر رہے تھے۔ دفعتاً داہنی طرف کی جھاڑیوں سے ایک فائر ہوا۔ راجن نے بھاگتے بھاگتے چیخ کر ایک جست لگائی اور گر کر تڑپنے لگا۔ اس کی کنپٹی سے خون کا فوارہ نکل رہا تھا۔

تعاقب کرنے والے رک کر ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ پھر دونوں اس طرف جھپٹے جدھر سے فائر ہوا تھا۔ جھاڑیاں سنسان پڑی تھیں۔ البتہ ان میں بارود کی ہلکی سی بو پھیلی ہوئی تھی۔ دونوں چند لمحے ادھر اُدھر دیکھتے رہے پھر راجن کی طرف لوٹ آئے جو ٹھنڈا ہو چکا تھا۔

انہوں نے کار کا پچھلا حصہ کھول کر پٹرول کے تین کنستر نکالے اور انہیں لاش پر خالی کرنے لگے۔

"نہ جانے کون تھا؟" ناگر کے ساتھ والے نے کہا۔

"مسٹر کیو (Q) کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے۔"

"مسٹر کیو!" دوسرا کپکپاتی ہوئی آواز میں بولا۔ "آخر یہ مسٹر کیو ہے کون؟"

"کام کرو کام۔" ناگر نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "کہیں تمہاری کھوپڑی میں بھی چھٹانک بھر سیسہ نہ اُتر جائے۔"

"یار میں تنگ آگیا ہوں.... اس کام سے۔" دوسرا بولا۔

"معلوم ہوتا ہے.... سچ مچ.... موت منڈلا رہی ہے تمہارے سر پر۔"

پٹرول ڈال دینے کے بعد وہ لاش سے دور ہٹ گئے۔ پھر ناگر نے ایک دیا سلائی سلگا کر لاش

www.urdufans.com

www.allurdu.com

کی طرف اچھال دی۔ دوسرے ہی لمحے میں وہاں آگ ہی آگ تھی۔ واپسی پر انہیں کار میں ایک پرچہ ملا جس پر تحریر تھا "اپنے کام سے کام رکھو! اور حکم کی تعمیل کرو! مسٹر کیو کے متعلق کچھ سوچنا موت کو دعوت دینا ہے۔"

حمید پاگل خانے میں

سرجنٹ حمید نے چیتھڑے لگا رکھے تھے۔ آنکھوں میں وحشت تھی اور شیو بڑھا ہوا تھا۔ بال بے ترتیب تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے ان میں برسوں سے تیل نہ پڑا ہو۔ سر میں خس و خاشاک اور گرد و غبار کا عالم یہ ظاہر کر رہا تھا جیسے وہ سچ مچ پاگل ہو۔ چہرے پر متعدد چھوٹے چھوٹے زخم تھے جن پر کھرنڈ جمنے لگی تھی۔ اس کے شناساؤں میں سے اگر کوئی اُسے اس حال میں دیکھ لیتا تو ہرگز نہ پہچان سکتا۔

وہ تین دن سے اس توقع پر شہر بھر میں مارا مارا پھر رہا تھا کہ شاید کوئی اللہ کا بندہ اُسے پاگل خانے بھجوا دے۔ لیکن وہ ابھی تک تو اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوا تھا۔ اس دوران میں اس نے متعدد شرارتیں کی تھیں مگر لوگوں نے اسے پاگل خانے بھجوا دینے کی بجائے اس کی حرکتوں میں خاصی دلچسپی لی۔ عموماً اس کے پیچھے ہر وقت چھوٹے چھوٹے بچوں کی خاصی بھیڑ ہوا کرتی تھی۔

اس نے فریدی سے کہا کہ اس دردسری سے کیا فائدہ، براہِ راست اسے پاگل خانے میں بھجوا دیا جائے۔ لیکن فریدی نے اسے مناسب نہ سمجھا۔ فریدی کا کہنا تھا کہ مجرم بہت منظم معلوم ہوتے ہیں۔ ذرا سی غلطی پوری اسکیم پر پانی پھیر سکتی ہے۔

جس دن سے ان دونوں پر حملہ ہوا تھا فریدی بہت زیادہ محتاط ہو گیا تھا۔ خود روپوشی اختیار کر کے اسی نے ڈی۔ آئی۔ جی سے استدعا کی تھی کہ وہ ڈاکٹر نارنگ سے مل کر حمید والے معاملے کی تحقیق کرے.... اور یہ معاملہ تو اب کافی روشنی میں آ چکا تھا کہ وہ لڑکی جو حمید کو اس عمارت میں پہلے نظر آئی تھی کرنل فرید کی روپوش بہن نادرہ ہی تھی۔ ڈی۔ آئی۔ جی نے ڈاکٹر نارنگ کے منیجر سے جو پتہ حاصل کیا تھا وہ سرے ہی سے بیکار ثابت ہوا۔ اس عمارت میں ناگر نام کا کوئی آدمی نہیں رہتا تھا اور فلمی دنیا میں بھی کوئی اس نام سے واقف نہیں تھا۔ نہ کنول نامی کسی ایکٹریس ہی کا سراغ

مل سکا اور اس خبر نے تو ڈی۔ آئی۔ جی کی رہی سہی امیدوں پر پانی ہی پھیر دیا کہ ڈاکٹر نارنگ نے اپنے منیجر کو اسی دن برطرف کر دیا تھا۔ بہرحال اب راجن کی بھی تلاش جاری تھی۔

ان دو تین دنوں کے دوران میں حمید کو بعض اوقات ایسا محسوس ہونے لگتا جیسے وہ سچ مچ پاگل ہو گیا ہو۔ وہ قریب قریب ہر وقت دعا مانگا کرتا تھا کہ اے پاک پروردگار اپنی پہلی فرصت میں پاگل خانے بھجوا دے۔ ورنہ یہ پیچھے پیچھے تالیاں بجاتے ہوئے چلنے والے شریر بچے مجھے سچ مچ پاگل بنا دیں گے۔ اپنی اسکیم کامیاب ہوتے نہ دیکھ کر اس نے کئی بار سوچا کہ اب عورتوں کو بھی چھیڑنا شروع کر دے لیکن پھر خیال آیا کہ عورتوں کو چھیڑنے والے کو کسی طرح معاف نہیں کیا جاتا خواہ پاگل آدمی ہو خواہ پاگل کتا۔ بعض اوقات تو لوگ ایسے پاگل کتے کو بھی مار مار کر آدمی بنا لیتے ہیں۔

آج صبح ہی سے وہ ادھر اُدھر اچھل کود مچاتا پھر رہا تھا۔ کسی کو مسکرا کر آنکھ مارتا، کسی کو منہ چڑھاتا اور کسی کو چونچ دکھاتا۔ صبح ہی صبح اس نے سب سے پہلی شرارت یہ کی تھی کہ ایک چوراہے کے گول چبوترے پر جا چڑھا تھا۔ ٹریفک کا سپاہی موجود نہیں تھا۔ اس لئے اسے اس کے فرائض انجام دینے میں کوئی دشواری نہ ہوئی۔ وہ ناچ ناچ کر گذرتی ہوئی کاروں کو گذرنے اور رکنے کے اشارے کرتا۔ ڈرائیور ہنس ہنس کر اُسے گھونسہ دکھاتے اور گذر جاتے۔

وہ تقریباً آدھے گھنٹے تک یہی کرتا رہا۔ پھر ڈیوٹی والا ٹریفک کانسٹیبل آ گیا اور اُس نے بدقت تمام اُسے چبوترے سے ہٹایا لیکن وہ بھی اسے پاگل خانے بھجوا دینے پر آمادہ نظر نہیں آتا تھا۔ حمید دل ہی دل میں اُسے گالیاں دے کر وہاں سے ہٹ گیا۔

لیکن آج اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ وہ پاگل خانے ضرور جائے گا۔

بڑے چوک میں پہنچ کر سچ مچ اُسے اپنی قسمت جاگتی معلوم ہونے لگی۔ اس نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو دیکھا جو اپنی کار سے اُتر کر فٹ پاتھ پر چڑھ رہا تھا۔ حمید نے سوچا کہ یہ آخری موقعہ ہے۔ اگر یہ بھی ہاتھ سے نکل گیا تو پھر مرتے دم تک پاگل خانے کا دیدار نصیب نہیں ہوگا۔

"ہائے جانی سنو تو سہی۔" حمید ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے پیچھے لپکتا ہوا بولا۔

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ چلتا رہا۔

"او نیلی ہیٹ.... پلیز میری جان.... ہائے رکو جانی.... نیلی ہیٹ.... نیلی ہیٹ۔"

www.urdufans.com

www.allurdu.com

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ پلٹ پڑا۔

حمید نے سینے پر ہاتھ مارا اور اُسے آنکھ مار کر مسکرانے لگا۔

"مری جان.... اب تو رحم کرو، عاشق دلگیر پر۔"

پتہ نہیں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے دل پر کیا گذر رہی تھی۔ البتہ اس کے ڈرائیور نے جھپٹ کر حمید کی گردن پکڑ لی اور حمید اس سے لپٹ پڑا۔

اس طرح اُسے پاگل خانے پہنچنے کا موقع نصیب ہو گیا۔

پاگل خانے کے پھاٹک کے قریب ہی اندر کی جانب ڈسپنسری تھی جس کے آگے ٹین کا سائبان پڑا ہوا تھا۔ حمید نے بے شمار آدمی دیکھے جو انتہائی سنجیدگی سے کسی نہ کسی کام میں مشغول تھے۔ کوئی پھولوں کی کیاریوں میں پانی دے رہا تھا۔ کوئی مہندی کی باڑھ کتر رہا تھا۔ کوئی رسی بٹ رہا تھا۔ وہ سوچنے لگا کہ یہ پاگل تو کسی طرح نہیں ہو سکتے۔

اُسے ڈسپنسری والے سائبان کے نیچے ایک بنچ پر بٹھا دیا گیا۔ اچانک ایک صاحب جو کافی بوڑھے تھے اُس کے سامنے آکر کھڑا ہو گئے۔ حمید کا دل دھڑکنے لگا لیکن ساتھ ہی وہ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ وہ خود بھی تو پاگل ہے۔ اگر کسی سے ہاتھا پائی کی نوبت آگئی تو اسے تکلیف نہ کرنا پڑے گی۔

وہ صاحب تھوڑی دیر تک حمید کو گھورتے رہے پھر انہوں نے کولہے ہلانا شروع کر دیئے۔

"ابے.... ابے.... یہ کیا کر رہا ہے۔" سائبان کے نیچے سے کسی نے للکارا۔

"بھائی کے سامنے دم ہلا رہا ہوں۔" اُن صاحب نے آنکھوں سے حمید کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

وہ دوسرا آدمی بھی چبوترے پر چڑھ آیا۔ اس کے چہرے پر لمبی سی ڈاڑھی لہرا رہی تھی اور آنکھوں میں بلا کی سنجیدگی تھی۔

"دُم....!" اُس نے اپنی ڈاڑھی پکڑ کر ہلاتے ہوئے کہا۔ "اس طرح ہلائی جاتی ہے.... ابھی تک تمہارا دماغ صحیح نہیں ہوا۔"

پھر اُن میں سے ایک ڈاڑھی ہلاتا رہا اور دوسرا کولہے مٹکاتا رہا۔

حمید نے اٹھ کر ناچنا شروع کر دیا۔ عافیت اسی میں نظر آئی۔ آخر وہ بھی پاگل ہی تو تھا۔

جو لوگ ادھر اُدھر کاموں میں مشغول تھے وہ بھی ایک ایک کر کے اکٹھا ہونے لگے۔ بڑا

پاگل سے پاگل خانے کے منتظموں نے اس ہنگامے کو فرو کیا۔

تھوڑی دیر بعد حمید کا طبی معائنہ شروع ہوا جو اتنی جلدی اور لاپروائی سے ختم کر دیا گیا کہ حمید کو حیرت ہونے لگی۔

بہر حال ڈاکٹر نے رپورٹ میں لکھا کہ وہ ایسا پاگل نہیں تھا جسے کہیں الگ باندھ کر رکھا جائے۔ حمید کے چیتھڑے اُتروا کر پاگل خانے کا لباس پہنایا گیا جو ایک جانگھیا ایک شلوکے اور ایک وضع سی ٹوپی پر مشتمل تھا۔

اُسے باغ میں نئی کیاریاں کھودنے اور کھاد ڈالنے پر لگا دیا گیا۔

حمید کی نظریں اُسے ڈھونڈ رہی تھیں جس کے لئے وہ یہاں آیا تھا۔

اس کے ساتھ اور بھی کئی آدمی اُسی کام پر لگے ہوئے تھے۔ وہ انہیں بار بار گھورنے لگتا تھا کہ آخر انہیں پاگل کیسے سمجھ لیا جائے۔ وہ سب نہایت سنجیدگی اور خاموشی سے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔

دفعتاً باغ کے باہر اس جگہ شور سنائی دیا جہاں کچھ پاگل رسیاں بٹ رہے تھے۔ حمید اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ ایک پاگل ایک درخت کے تنے سے چمٹا ہوا چیخ رہا تھا۔ "مار ڈالوں گا.... سالے کو.... دھت تیری کی....!"

وہ اپنا سینہ تنے سے ٹکائے زور کر رہا تھا۔ پاگل خانے کے دو محافظ اُس کی طرف جھپٹے۔ پہلے تو انہوں نے اُسے ہٹانے کی کوشش کی لیکن جب کامیاب نہ ہوئے تو اس پر کوڑے برسانے شروع کر دیئے۔ مگر وہ درخت سے لپٹا ہی رہا اور پھر کچھ دیر بعد بیہوش ہو کر گر پڑا۔ ڈسپنسری سے اسٹریچر آیا اور اسے اس پر ڈال کر مریضوں کے وارڈ میں پہنچا دیا گیا۔ حمید کے ساتھی خاموشی سے پھر اپنے کاموں میں مشغول ہو گئے۔

تھوڑی دیر بعد ان میں سے ایک بولا۔

"اس کے لاشعور میں بچپن ہی سے ظالمانہ رجحانات پرورش پاتے رہے ہیں۔"

حمید بوکھلا کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ یہ پچاس بچپن سال کا ایک قوی الجثہ آدمی تھا۔ چہرے پر گھنی اور بڑی ڈاڑھی تھی۔ پیشانی کشادہ اور چمکدار تھی۔ آنکھیں غمناک اور دھندلی تھیں ناک کے جوڑ پر نظر آنے والا نشان ظاہر کر رہا تھا کہ وہ اب سے پہلے کبھی چشمہ لگاتا رہا ہو گا۔

www.allurdu.com

"لاشعور حیوانی جبلتوں کا گہوارہ ہے۔" اس نے ایک پاگل کو مخاطب کر کے کہا۔ "سمجھ گئے"

پاگل نے نفی میں سر ہلا دیا اور پہلے پاگل نے کہا۔ "ایک قسم کا منطقی شعور سمجھ لو۔ اسے بھی کہہ سکتے ہو۔ منطقی شعور دراصل حیوانی جبلتوں کے لئے ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ اسے کیا سمجھو گے۔ خیر اسے یوں سمجھو میں اس وقت ناچنا چاہتا ہوں لیکن مجھے نہ ناچنا چاہئے۔ منطقی شعور کہتا ہے کہ تم یونیورسٹی کے پروفیسر ہو۔ تمہیں ہرگز نہ ناچنا چاہئے.... لیکن میں شروع کر دیتا ہوں۔"

اس نے سچ مچ گا گا کر ناچنا شروع کر دیا۔

سیاں نے انگلی مروڑی رے.... رام کسم شرما گئی میں۔

وہ ٹھمک ٹھمک کر اپنی انگلی مروڑتا اور شرماتا رہا اور ساتھ ہی گھنی ڈاڑھی میں فاحشہ عورت کی طرح مسکرانے کی کوشش بھی کرتا جا رہا تھا۔

"شڑاپ۔" ایک محافظ کا کوڑا اس کی پیٹھ پر پڑا اور وہ تلملا کر دوہرا ہو گیا۔ جب محافظ چلا گیا تو اس نے گھٹنوں میں منہ دیکر بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیا۔

حمید سوچ رہا تھا کہ یہ پاگل بھی غیر شعوری طور پر جابر قوتوں سے خائف رہتے ہیں ورنہ محافظ بس اس کے ایک ہی تھپڑ کافی ہوتا۔ وہ حقیقتاً کوئی پڑھا لکھا آدمی معلوم ہوتا تھا کچھ نہیں کہ اس کا پروفیسر والا حوالہ درست ہی رہا ہو۔

تھوڑی دیر بعد مختلف حصوں سے شور اٹھتا پھر "شڑاپ شڑاپ" کی آوازیں اور سکوت طاری ہو جاتا۔

شام ہو گئی لیکن وہ نہ ملا جس کی حمید کو تلاش تھی۔ پانچ کے گھنٹے کے ساتھ ہی کام روک دیا جاتا تھا۔ لیکن اب بھی بعض ایسے تھے جو کام ہی سے چمٹے رہنا چاہتے تھے اور انہیں کام سے الگ کرنے کے لئے بھی محافظ کو کوڑے پھٹکارنے پڑتے اور پھر جب وہ سب اپنی بارکوں کی طرف لوٹ رہے تھے تو ایک پاگل نے حمید کے قریب آ کر آہستہ سے کہا۔

"کل تک میرا گھونسلہ مکمل ہو جائے گا اور پھر میں اڑ کر اس میں جا چھپوں گا.... انڈے دوں گا۔ بچے نکالوں گا.... چوں.... چوں.... چرر چرر چرر....!"

پھر وہ راستے بھر چوں چوں چرر چرر کرتا گیا۔

بارکوں کے قریب پہنچ کر حمید شش و پنج میں پڑ گیا کہ اب اسے کیا کرنا چاہئے۔ کسی نے اسے [illegible] کے قیام کے متعلق کچھ نہیں بتایا تھا۔ یہاں مختلف قسم کی عمارتیں تھیں۔ بعض عمارتوں میں [illegible] کوٹھریاں تھیں جن میں لوہے کی سلاخوں والے دروازے تھے۔ ان میں غالباً خطرناک قسم [illegible] پاگل رکھے جاتے ہوں گے۔ ایک بہت بڑا ٹین کا شڈ بھی تھا۔ جس کے نیچے بے شمار پلنگ تھے [illegible] پر نمبر پڑے ہوئے تھے۔

حمید سوچ رہا تھا کہ اسے بھی پاگل پن کی کوئی نہ کوئی حرکت ضرور کرنی چاہئے لیکن پھر [illegible] کوڑے کا خیال کر کے اس کی روح لرز گئی۔

دفعتاً اسے قریب ہی کہیں بھینس کے ڈکرانے کی آواز سنائی دی اس نے پلٹ کر دیکھا۔ ایک [illegible] نیم کے درخت سے پیٹھ رگڑ رگڑ کر بھینسوں کی سی آوازیں نکال رہا تھا۔ حمید چونک پڑا۔ [illegible] کہ اس کا چہرہ ڈاڑھی اور مونچھوں سے ڈھکا ہوا تھا لیکن خدوخال وہی تھے، وہی آنکھیں.... یہ [illegible] ہی تھا۔ حمید نے فریدی کے فائل میں گھنٹوں اس کی تصویر دیکھ کر اس کے خدوخال کو ذہن [illegible] کرنے کی کوشش کی تھی۔

جیسے ہی حمید اس کے قریب پہنچا اس نے جھپٹ کر اس کے سینے میں سر اڑا دیا اور پیچھے کی [illegible] رف ریلنے لگا۔ حمید نے قدم جما دیئے تھے۔ اس نے اس کا سر اپنے بازوؤں میں جکڑ کر آہستہ سے [illegible] کہا۔ "بیٹے.... بیٹے ساجد.... تم پاگل نہیں ہو۔"

ساجد تڑپ کر اُس کے بازوؤں سے نکل گیا۔ وہ اُسے حیرت اور خوف کے ملے جلے انداز [illegible] سے گھور رہا تھا۔

کرنل کی اڑنے والی رائفل نے وزیر خزانہ کا خون کر دیا۔ حمید نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے [illegible] ئے کہا۔ "نادرہ ابھی تک غائب ہے۔ اب تمہیں بولنا ہی پڑے گا اور اگر نہیں بولو گے تو بہت [illegible] خت طریقے اختیار کئے جائیں گے۔"

"تم کون ہو۔" ساجد خوفزدہ آواز میں بولا۔

"میں کوئی بھی ہوں۔ لیکن تمہیں بولنا ہی پڑے گا۔"

"میں کچھ نہیں.... جج.... جانتا.... میں پپا گل....!"

"ہونہہ پاگل!.... پاگل تو میں بھی ہوں۔" حمید مسکرا کر بولا۔ "میں جانتا ہوں کہ یہاں

www.urdufans.com

www.allurdu.com

میڈیکل ٹسٹ قاعدے سے ہوتا ہی نہیں۔ محض پچھلی ہسٹری دیکھ کر پاگل پن کی قسم کا تعین کر کے نمبر لگا دیئے جاتے ہیں۔ چلو بیٹے اگلو جلدی اس قسم کی حرامخوری ہر محکمے میں ہو رہی ہے۔"

"میرا.... شائد.... میرا وقت بھی قریب آگیا ہے۔" ساجد آہستہ سے بڑبڑایا۔

"تو کیا تم نے ہی کرنل کو قتل کیا تھا۔"

"نہیں! ہرگز نہیں۔"

"پھر تمہاری موت کیوں قریب آگئی ہے۔"

"مار ڈالو.... مار ڈالو.... لیکن مار ڈالنے سے پہلے کسی بلی کی طرح مجھے چوہا سمجھ کر کھیلو مت۔" ساجد نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپالیا۔

"جب تم مجرم نہیں ہو تو تمہیں کس بات کا ڈر ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"بہلاؤ نہیں مجھے۔" ساجد کانپتا ہوا بولا۔ "مارنا ہے تو مار ہی ڈالو.... اب تو تمہیں یہ معلوم ہو گیا کہ میں پاگل نہیں ہوں۔"

حمید اس کے ایک ایک لفظ پر غور کر رہا تھا۔ اس طرح اچانک جھپٹ بیٹھنے کا اس پر جو ردعمل ہوا تھا وہ بھی اس کے پیش نظر تھا۔

"تم خواہ مخواہ ڈر رہے ہو۔" حمید اسکے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا اور وہ چیخ کر پیچھے ہٹ گیا۔

"میرا تعلق محکمہ سراغ رسانی سے ہے۔" حمید پھر بولا۔

ساجد کسی خوفزدہ شکاری کی طرح دبک رہا تھا۔

"اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تمہیں یہاں سے نکال کر پولیس والوں کے سپرد کر دیا جائے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔"

"نہیں.... نہیں!" ساجد مضطربانہ انداز میں بولا اور تھوڑی دیر تک اسے غور سے دیکھنے کے بعد کہنے لگا۔

"تو تم مسٹر کیو کے آدمیوں میں سے نہیں ہو۔"

"مسٹر کیو؟" حمید حیرت سے بولا۔ "یہ کون بلا ہے۔"

"مجھے بچاؤ۔" ساجد بچوں کی طرح سسکیاں لیتا ہوا بولا۔

"ڈرو نہیں!" حمید نرم لہجے میں بولا۔ "یہ مسٹر کیو کون ہے۔"

"میں نہیں جانتا۔"

"تم نے پھر وہی ضد شروع کر دی۔"

"خدا کی قسم میں نہیں جانتا۔ میرا خیال ہے کہ شاید ہی کسی کو اُس کے متعلق کچھ معلوم ہو۔ بہر حال مجرموں کا ایک جم غفیر اس کا تابع فرمان ہے۔"

"اور تم بھی انہیں میں سے ایک ہو۔"

"مم.... میں۔" وہ ہکلا کر رہ گیا۔

"گھبراؤ نہیں۔ تم سرکاری گواہ بنا کر چھوڑ دیئے جاؤ گے۔"

"میں یہیں بہتر ہوں۔" وہ جلدی سے بولا۔ "شاید مسٹر کیو مجھے بیچ عدالت میں بھی زندہ نہ چھوڑے۔"

"اوہ....! تو کیا وہ ایسا ہی خطرناک آدمی ہے۔"

ساجد صرف سر ہلا کر رہ گیا۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

"وہ ہزاروں آدمیوں کا شہنشاہ ہے۔" ساجد تھوڑی دیر بعد بولا "لیکن ان میں سے شاید ہی کسی کو معلوم ہو کہ ایک کا دوسرے سے کیا تعلق ہے۔"

"ہوں۔" حمید سر ہلا کر بولا۔ "میں سمجھ گیا! تم کس طرح اس کے چکر میں پھنسے تھے۔"

ساجد نے فوراً ہی جواب نہیں دیا۔ اس کے چہرے سے ہچکچاہٹ ظاہر ہو رہی تھی۔

"میں دراصل! مجھ سے ایک بار ایک جرم سرزد ہو گیا تھا جس کے متعلق میں یہ سمجھتا تھا کہ اس پر ہمیشہ پردہ پڑا رہے گا۔"

"چلو میں تم سے اس کے متعلق کچھ نہیں پوچھوں گا۔" حمید جلدی سے بولا۔

"لیکن....!" ساجد بولتا رہا۔ "مسٹر کیو کو اس کا علم تھا۔ اس نے مجھے بلیک میل کیا۔ مجھے اس کی طرف سے ایک خط ملا جس میں اُس جرم کی تفصیل درج تھی اور مجھے دھمکی دی گئی تھی کہ اگر میں نے مسٹر کیو کی ہر خواہش کے آگے سر نہ جھکا دیا تو اس کی اطلاع پولیس کو دے دی جائے گی۔"

"تو تم نے اسے کس طرح مطلع کیا تھا کہ تمہیں منظور ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"ٹیلی فون کے ذریعے! اس نے مجھے نمبر لکھا تھا.... کہ اگر مجھے منظور ہو تو اس نمبر پر فون کر دوں۔"

www.urdufans.com

www.allurdu.com

"نمبر یاد ہے؟" حمید نے کہا۔

"ہاں.... تھری زیرو۔"

"تھری زیرو!" حمید حیرت سے بولا۔ "یہ تو ٹیلی فون ایکسچینج کا نمبر ہے۔"

"میں جانتا ہوں.... لیکن نمبر یہی تھا۔" ساجد بولا۔

"پھر....؟"

"پھر اس نے مجھے دوسرے خط کے ذریعہ کرنل فرید کے یہاں سیکریٹری کی جگہ حاصل کرنے کی کوشش کا حکم دیا۔"

"اسی رائفل کے لئے۔" حمید نے پوچھا۔

"ہاں.... لیکن کرنل فرید بہت چالاک آدمی تھا۔ اس نے مجھے اس کی ہوا بھی نہ لگنے دی اور دوسری حیرت انگیز بات یہ کہ کرنل فرید بھی مسٹر کیو کے گروہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کے قتل سے تین چار دن قبل مجھے اس کا علم ہوا تھا۔ اتفاق سے میرے ہاتھ دو تین ایسے خطوط لگ گئے، مسٹر کیو نے اسے لکھے تھے۔ بہر حال مسٹر کیو کو بھی اس پر اعتماد نہیں تھا اُس نے مجھے اس کے پیچھے لگا دیا تھا۔ جس رات اس کا قتل ہونے والا تھا مجھے مسٹر کیو کی طرف سے ایک خط موصول ہوا جس میں کہا گیا تھا کہ میں رات کرنل فرید کے گھر پر نہ رہوں۔ مسٹر کیو کا وجود مجھے عرصہ سے الجھن میں ڈالے ہوئے تھا۔ میں نے سوچا کہ کیوں نہ میں اس کا سراغ لگاؤں۔ چنانچہ میں نے اس کے حکم کی تعمیل نہ کی اور یہ دیکھنے کے لئے کہ اس نے یہ حکم کیوں دیا ہے میں کرنل کے مکان ہی میں چھپا رہا اور تقریباً بارہ بجے رات کو کسی نے پیچھے سے میرے سر پر کوئی وزنی چیز ماری اور میں بیہوش ہو گیا۔ دوسری صبح میں نے خود کو ایک کمرے میں مقفل پایا اور باہر پولیس والوں کے بھاری بھرکم جوتوں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ ان میں سے کچھ قتل کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ میں بُری طرح گھبرا گیا۔ پولیس والوں سے زیادہ مسٹر کیو کا خوف دامنگیر تھا۔ لہٰذا فوری طور پر اس کے علاوہ اور کچھ نہ سوجھا کہ پاگل بن جاؤں۔"

ساجد خاموش ہو گیا۔ حمید بھی کچھ سوچ رہا تھا۔ وہ تھوڑی دیر بعد بولا۔

"آخر وہ لوگ اس کی بہن کو کیوں لے گئے۔"

"وہ اس رائفل کے متعلق سب کچھ جانتی تھی۔ شائد استعمال کا طریقہ بھی اسے معلوم

تھا۔" ساجد نے کہا۔

"کیا وہ لڑکی بہت کم سخن تھی۔"

"بہت زیادہ۔" ساجد نے کہا۔

"اس کی چال کیسی تھی؟"

"چال ہی تو سب کچھ تھی۔ میں نے اپنی زندگی میں ایسی چال نہیں دیکھی ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ زمین سے کچھ اوپر تیر رہی ہو۔"

"مسٹر کیو! یا اس کے ساتھیوں کے متعلق اور بھی کچھ جانتے ہو۔"

"کچھ بھی نہیں! بتایا نا کہ میں تقریباً چھ ماہ تک کرنل کے ساتھ رہا لیکن مجھے یہ نہ معلوم ہو سکا کہ وہ بھی مسٹر کیو ہی کے گروہ سے تعلق رکھتا ہے۔ شاید اسے بھی میرے متعلق علم نہ رہا ہو۔"

"لیکن تمہیں اس کے یہاں ملازمت کس طرح مل گئی۔"

"مسٹر کیو کے خوف نے دلائی تھی وہ ملازمت۔ ظاہر ہے کہ اگر میں وہ ملازمت حاصل نہ کر سکتا تو میرا بھانڈا پھوٹ جاتا۔ جس کی دھمکی مسٹر کیو پہلے ہی دے چکا تھا۔ لہٰذا میں نے سر توڑ کوشش کی اور کامیاب ہو گیا۔ ہو سکتا ہے کہ اس میں مسٹر کیو ہی نے کوئی اور طریقہ اختیار کیا ہو۔"

"لیکن! تم کہہ چکے ہو کہ کرنل نے تم پر رائفل کا راز کبھی نہ ظاہر ہونے دیا۔ اس کا تو یہ مطلب ہوا کہ وہ تمہاری حقیقت سے واقف تھا۔"

"مجھے یقین ہے کہ وہ قطعی واقف نہیں تھا۔" ساجد بولا۔

"بہر حال اُس رائفل نے ایک بہت بڑے آدمی کی جان لے لی۔ خیر اب تم کیا کہتے ہو۔ یہیں رہنا چاہتے ہو یا کوئی اور انتظام کیا جائے۔"

"نہیں میں یہیں بہتر ہوں۔" اس نے کہا اور ایک طرف چلا گیا۔ حمید دیر تک کھڑا اندھیرے میں گھورتا رہا۔

رنگ اور بھنگ

دوسری صبح سرجنٹ حمید بہت مضمحل تھا۔ پاگلوں کے خوف سے اُسے رات بھر ٹھیک سے

www.urdufans.com

www.allurdu.com

نیند نہیں آئی تھی اور ویسے بھی سوتا ہی کہاں۔ اس کیلئے خاص طور پر کوئی انتظام نہیں کیا گیا تھا پورے پاگل خانے میں بد نظمی ہی بد نظمی نظر آتی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کیا یہاں کے عملہ کے دماغوں میں بھی فتور ہے۔ اُسے رات بھر ایک درخت کے تنے سے ٹیک لگائے بیٹھا رہنا پڑا تھا۔

صبح ہوتے ہی وہ پاگل پھر بارکوں اور سائبانوں سے جانوروں کی طرح ہانک دیئے گئے اور یہ انسانی مشینیں پھر چل پڑیں۔ ان کی آنکھیں ویران تھیں اور چہرے ہر قسم کے جذبات سے یکسر عاری۔ صرف ان کے جسم حرکت کر رہے تھے۔ جب کبھی اُن میں سے کسی کے ذہن کی رو بہکتی تو اس پر کوڑے برسنے لگتے اور جب وہ درد سے بے تاب ہو کر چیختا تب بھی اس کے چہرے پر تکلیف کے احساس کے آثار نہ ہوتے۔ آنکھیں بدستور ویران اور کھوئی کھوئی ہوتیں۔ بس یہ معلوم ہو جیسے یہ آواز کسی مشین ہی سے نکلی ہو۔

حمید پھر اپنے پچھلے ہی دن والے کام میں آلگا۔ بھوک کے مارے بُرا حال تھا۔ پچھلی رات بھی اُسے بھوکا ہی رہنا پڑا تھا۔ کیونکہ ابلی ہوئی پتلی اور بدبودار دال باجرے کی سخت روٹیوں کے ساتھ حلق سے نہ اتاری گئی تھی۔ بہر حال اب اُسے خوف تھا کہ کہیں اس بھوک کی حالت میں محافظوں کے کوڑے نہ کھانے پڑیں۔ آج اسے ان لوگوں میں ساجد بھی دکھائی دیا جو ایک نیم کے درخت کے نیچے چٹائی بن رہا تھا۔ اس کے چہرے پر الجھن کے آثار تھے اور آنکھوں سے خوف جھانک رہا تھا۔ وہ تقریباً دو گھنٹے سے سر جھکائے بیٹھا چٹائیاں بن رہا تھا۔ وہ کبھی کبھی کسی خوفزدہ گیدڑ کی طرح سر اٹھا کر اپنی پشت کی طرف دیکھنے لگتا اس کے قریب ہی کچھ اور بھی تھے۔ وہ بھی اس کی طرح خاموشی سے اپنے کاموں میں مصروف نظر آرہے تھے۔

دفعتاً حمید نے ایک چیخ سنی اور اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ ساجد اپنے قریب بیٹھے ہوئے ایک پاگل پر ٹوٹ پڑا۔ قبل اس کے کہ محافظ اس کی طرف دوڑتے اس کا سر کئی بار نیم کے تنے سے ٹکرا دیا۔ ساتھ ہی اس کے منہ سے کسی بگڑے ہوئے کتے کی سی غراہٹ بھی نکل رہی تھی۔ دو محافظوں نے بھی بُری طرح بھنبھوڑ ڈالا۔ کئی محافظ اور آگئے انہوں نے اسے رسیوں سے جکڑ کر ان بارکوں کی طرف روانہ کر دیا جہاں خطرناک قسم کے پاگل رکھے جاتے تھے۔

حمید سوچ رہا تھا کہ کیا وہ اب سچ مچ پاگل ہو گیا ہے۔ یا پھر یہ مسٹر کیو سے محفوظ رہنے کے لئے دوسری حکمت عملی تھی۔ ظاہر ہے کہ اب اسے ایک الگ کمرے میں بند کر دیا جائے گا اور

وقت تک باہر نہ نکالا جائے گا جب تک ڈاکٹروں کو یقین نہ ہو جائے کہ وہ اب کسی پر حملہ نہیں کرے گا۔

ہنگامہ فرو ہونے کے ایک گھنٹے بعد ایک محافظ حمید کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔ نیچے جھک کر شلوکے کی پشت پر پڑے ہوئے نمبر دیکھے اور حمید سے اٹھنے کو کہا۔

"پپ.... پیاؤں۔" حمید اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"چل بے۔" اُس نے حمید کی گردن پکڑ کر دھکا دیا۔ حمید چپ چاپ اس کے ساتھ چلنے لگا۔

ڈسپنسری کے سائبان کے نیچے ایک آدمی کھڑا ڈاکٹر سے گفتگو کر رہا تھا۔ وہ حمید کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔ حمید سمجھ گیا کہ وہ فریدی کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ وہ سوچنے لگا کہ کمال کا بھیس بدلا ہے ظالم نے.... مسٹر کیو کیا مسٹر کیو کا باپ بھی اسے نہیں پہچان سکتا۔ فریدی نے اس سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح اسے پاگل خانے سے نکال لائے گا۔ حمید نے دل ہی دل میں قہقہہ لگایا اور سوچنے لگا۔ آج پھنسے ہو دوست۔ مری جان۔ فریدی صاحب۔ اب کم از کم چار گھنٹے پریشان کئے بغیر نہ مانوں گا۔

"آپ دیکھ ہی رہے ہیں۔" وہ ڈاکٹر صاحب سے دردناک آواز میں کہہ رہا تھا۔

"یہ میرا سگا بھائی ہے اور میں اس کے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔ بڑی مشکل سے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب اس پر راضی ہوئے ہیں۔" پھر وہ حمید کی طرف مڑ کر بڑے پیار سے بولا۔

"بو میاں۔"

"بھائی جان۔" بو میاں سلمہٗ جھپٹ کر اُس سے لپٹ گئے اور وہ گھبرا کر پیچھے ہٹ گیا۔

حمید نے دل میں سوچا کہ غضب کا ایکٹر ہے۔ اس گھبراہٹ میں کتنا بے ساختہ پن تھا۔ یہ گھبراہٹ کتنی قدرتی تھی۔ اگر سگا بھائی بھی پاگل ہو جائے تو لوگ غیر شعوری طور پر اس سے خائف ہی رہتے ہیں۔

"مانتا ہوں استاد۔" حمید نے دل میں کہا۔ "مگر میں تمہیں تنگ ضرور کروں گا۔"

وہ اپنے ساتھ کپڑے بھی لایا تھا۔ سفید کرتا اور پاجامہ۔ پاگل خانے کے کپڑے اتروا لئے گئے۔

پاگل خانے کے باہر ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ حمید اچھل کر اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا اور کار چل پڑی۔ حمید اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیر پھیر کر اُسے چمکار رہا تھا۔ راستہ خاموشی سے طے ہوتا رہا۔ حمید

www.urdufans.com

www.allurdu.com

سوچ رہا تھا کہ شاید فریدی اس کی افتادِ طبع کی بناء پر خاموش ہے۔ سوچتا ہوگا کہ اگر میں نے بوس میں پہل کی تو حمید نچائے بغیر نہ چھوڑے گا۔ خیر صاحب دیکھنا ہے کہ یہ خاموشی کتنی دیر قائم رہتی ہے۔ حمید سوچ رہا تھا کہ وہ ان تکالیف کا گن گن کر بدلہ لے گا جو اُسے پاگل خانے میں اٹھانی پڑیں تھیں وہ اونگھتا اور سوچتا رہا.... ڈیڑھ دن کی تھکن اور پچھلی رات کی بیداری کے اثرات اس کے ذہن پر حاوی ہوتے گئے اور وہ سیٹ کی پشت سے لگ کر خراٹے لینے لگا۔

پھر اسی وقت اس کی آنکھ کھلی جب اسے جھنجھوڑ کر جگایا گیا۔

کار ایک عالی شان عمارت کے سامنے کھڑی تھی۔ وہ کار سے اُتر کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ پھر کچھ بولنے ہی والا تھا کہ اپنی شرارت والی اسکیم کا خیال آ گیا۔

"غررر.... غررر.... غرچ....!" اس نے حلق سے آواز نکالی اور اپنی دانست میں فریدی کے ساتھ گھسٹنے لگا جو اس کا ہاتھ تھامے اندر کھینچے لئے جا رہا تھا۔

متعدد راہداری کے چکر کاٹنے کے بعد وہ ایک بڑے کمرے میں پہنچے اور پھر حمید کی روح سچ مچ فنا ہو گئی۔ کمرے کے وسط میں وہی حبشی طالوت کھڑا تھا۔ جسے اُس نے اپنی الف لیلیٰ والی رات کو ڈاکٹر نارنگ کے بنگلے میں دیکھا تھا۔ اس کا سر چکرانے لگا۔ لیکن.... وہ سوچ رہا تھا کتنی زبردست غلطی ہوئی اب اسے سچ مچ فریدی پر غصہ آنے لگا تھا۔ اگر اس نے یقینی طور پر کوئی ڈھنگ کی بات بتا دی ہوتی تو وہ مجرموں کے ہاتھ میں کیوں پڑتا.... مگر.... خیر.... اس نے شروع ہی سے کوئی ایسی بات نہیں کی تھی جس کی بناء پر اُسے پاگل نہ سمجھا جاتا۔ اس نے مذاق ہی مذاق میں اب تک اپنا پاگل پن برقرار رکھا تھا اور یہاں سے نکل بھاگنے کا بس ایک یہی حربہ رہ گیا تھا۔ حمید اپنے دل و دماغ کو متوقع اور غیر متوقع ہر قسم کے حادثات کا مقابلہ کرنے کے لئے قوت ارادی کے تحت منظم کرنے لگا۔ حمید کے ساتھی نے اسے طالوت کی طرف دھکیل دیا۔ طالوت اپنے لمبے چوڑے بازو پھیلائے آگے کی طرف جھکا ہوا تھا۔ حمید نے اُس کے جسم سے ٹکراتے ہی گردن میں ہاتھ ڈال کر دو عدد بوسے اس کے رخساروں پر رسید کر دیئے۔

طالوت کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی اور وہ اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔ حمید چاروں خانے چت زمین پر گرا۔ طالوت حیرت سے آنکھیں پھاڑے حمید کو گھور رہا تھا۔ حمید پھر اٹھ کر اس کی طرف جھپٹا۔ طالوت نے اپنے دونوں ہاتھ آگے طرف تان دیئے۔ حبشی بڑا قد آور تھا۔ حمید شاید اس کے

کندھوں سے بھی نیچا رہا ہو۔ طالوت اُسے ہٹانے کی کوشش کر رہا تھا اور حمید اس لئے بار بار اچھل رہا تھا کہ شاید دو چار بوسے اور نصیب ہو جائیں۔ ویسے اسکے منہ کی بدبو سے اس کا دماغ پھٹا جا رہا تھا۔

وہ شخص جو حمید کو اپنے ساتھ لایا تھا بے تحاشہ قہقہے لگا رہا تھا۔ پھر اچانک وہ سنجیدہ ہو کر انگریزی میں غرایا۔ "یہ بنا ہوا پاگل ہے۔ تمہیں اسے راہِ راست پر لانا ہے۔"

"نہیں.... نہیں....!" حبشی غلط سلط انگریزی میں چیخا۔ "یہ سچا پاگل ہے۔"

"بکو نہیں! اسے ٹھیک کرو۔"

"کیوں.... تم جھوٹے پاگل ہو۔" حبشی نے کھسیانے انداز میں پوچھا۔

"بھوں.... بھوں۔" حمید کتے کی طرح بھونکنے لگا۔ حبشی کا منہ چوم لینے کی کوشش ابھی تک جاری تھی۔

"کتیا کے بچے۔" حبشی نے ہنس کر اس کی گردن دبوچی اور حمید چوٹ کھائے ہوئے کتے کی طرح "چیاؤں چیاؤں" کرنے لگا۔ طالوت پر ہنسی کا دورہ پڑ گیا۔ وہ حمید کو چھوڑ چھاڑ کر الگ ہٹ گیا۔ کبھی پیٹ دباتا اور کبھی منہ۔

"خاموش خاموش۔" دوسرا آدمی حلق پھاڑ کر چیخا۔

طالوت کی ہنسی رکنے کا نام ہی نہ لیتی تھی۔ حمید اب دوسرے آدمی کی طرف جھپٹا۔ پہلے تو اُس کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار نظر آئے۔ لیکن دوسرے لمحے میں سنبھل کر اس نے جو ایک ہاتھ جھاڑا ہے تو میاں حمید کو دن میں تارے نظر آ گئے۔ وہ اس کے لئے تیار نہیں تھا لہٰذا توازن برقرار نہ رکھ سکنے کی بناء پر ڈھیر ہو گیا۔ لیکن وہ بھی طے کر چکا تھا کہ چاہے جان چلی جائے شکست نہیں تسلیم کروں گا۔ وہ جھپٹ کر پھر اٹھا اور یہی حرکت دہرا دی۔

حبشی پیٹ دبائے پورے کمرے میں ناچتا پھر رہا تھا۔ حمید کی اس حرکت نے تو اسے بے دم کر دیا۔

"کیا ہلڑ ہے۔" دوسرے کمرے میں ایک تیز قسم کی نسوانی چیخ سنائی دی اور ایک لڑکی اندر گھس آئی۔ لیکن اب حمید اپنے چہرے پر تحیر کے آثار پیدا کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ حمید اسے نظر انداز کر کے طرح طرح کی حرکتیں کرتا ہوا حبشی ہی کے پیچھے دوڑتا رہا۔

"طالوت۔" دوسرے آدمی نے اُسے پھر للکارا؟ "خاموش رہو! ورنہ گولی مار دوں گا۔"

www.allurdu.com

اچانک وہ سہم کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ دراصل اب اس میں ہنسنے کی سکت ہی نہ رہ گئی تھی۔ نے سوچا کہ اب تھوڑی سی خدمت اس لڑکی کی بھی کرنی چاہئے۔

اس نے ڈرامائی انداز میں اپنے دونوں ہاتھ جوڑے اور قدیم ہندوستانی رقص کا ایک پوز ہوا لڑکی کے سامنے جھک گیا۔ پھر اس کے بعد کتھک کے بول بولتا ہوا جونا چاہے تو ایک ساتھ کلی، بھارتیہ ناٹیم اور منی پور کے وہ وہ پینترے دکھائے ہیں کہ حبشی پر تو گویا ملک الموت ہی سو ہو گیا۔ لڑکی بھی ہنس رہی تھی اور وہ دوسرا آدمی کبھی ہنستا تھا اور کبھی جھنجھلا کر پیر پٹخنے لگتا۔

"یہ پاگل نہیں ہے.... ہرگز نہیں ہے۔" وہ حلق کے بل چیخا اور حمید کا گریبان پکڑ لیا۔ "پاگل نہیں ہو۔ میں تمہاری کھال اڑا دوں گا۔"

حمید نے دانت نکال کر قہقہہ لگایا جو اتنا ہذیانی قسم کا تھا کہ لڑکی خوفزدہ آواز میں چیخ پڑی۔

دفعتاً قریب ہی کسی کمرے میں فائر کی آواز سنائی دی اور ساتھ ہی شیشوں کے ٹوٹ کر گرنے سے چھناکے بھی پیدا ہوئے۔ کمرے میں سناٹا چھا گیا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں حمید نے قہقہہ لگایا۔ وہ سمجھا شاید پولیس آ گئی۔

"اسے دیکھو۔" دوسرے آدمی نے حبشی سے کہا اور لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر کمرے سے نکل آیا۔ راہداری میں رک کر وہ دونوں شاید اندازہ لگانے لگے کہ آواز کس کمرے سے آئی تھی۔ پھر ایک کمرے میں گھس گئے۔ سامنے والی کھڑکی کا ایک شیشہ ٹوٹ کر زمین پر بکھر گیا تھا اور کمرے میں بارود کی بو پھیلی ہوئی تھی۔ مرد کی نظر سامنے والی میز پر پڑی جس پر ایک بوتل رکھی تھی۔ جھپٹ کر اُس کے قریب آیا۔ بوتل کے نیچے ایک کاغذ کا ٹکڑا دبا ہوا تھا جس پر کچھ تحریر تھا وہ اسے اٹھا کر پڑھنے لگا۔

"کیا ہے؟" لڑکی اس کے قریب پہنچ کر بولی۔

"مسٹر کیو۔" اُس نے سرگوشی کی۔ لڑکی کھڑکی کی طرف بڑھنے لگی۔ لیکن اس نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"اس کی سزا موت ہے۔" وہ سہمی ہوئی آواز میں بولا۔ "مسٹر کیو کو دیکھنے کی خواہش ہی جرم ہے۔"

"ہوں! جیسے میں جانتی نہیں۔" لڑکی بڑے ناز سے لچک کر بولی۔

"نہیں.... تم نہیں.... جان سکتیں۔" وہ مضطربانہ انداز میں بولا۔

"تم مسٹر کیو ہو۔" لڑکی نے سنجیدگی سے کہا۔

مرد نے ایک ڈراڈرا سا قہقہہ لگایا اور لڑکی کا ہاتھ پکڑے ہوئے پھر اسی کمرے میں آ گیا جہاں حمید کو چھوڑ گیا تھا۔ بوتل جس میں کوئی سیال شے بھری ہوئی تھی اس کے ہاتھ میں تھی۔

یہاں حمید اور حبشی دونوں ہی تھک کر بیٹھ گئے تھے۔

"اسے مضبوطی سے پکڑو۔" اس نے حبشی سے کہا۔ حمید اس کے ہاتھ میں بوتل دیکھ کر پہلے ہی ڈرا تھا حبشی نے اُسے اس طرح جکڑ لیا تھا کہ ہاتھ پیر ہلانا بھی مشکل نظر آنے لگا۔

لڑکی کے ساتھی نے بوتل سے عرق نکال نکال کر اس کے منہ پر چھینٹے مارنے شروع کر دیئے۔ حمید محسوس کر رہا تھا کہ چہرے پر چپکے ہوئے پلاسٹک کے ٹکڑے اپنی جگہ چھوڑ رہے ہیں۔ اُسے یقین ہو گیا کہ اب جان بچنی محال ہے۔ بہرحال وہ تن بہ تقدیر ہو بیٹھا۔

ایک ایک کر کے پلاسٹک کے سارے ٹکڑے نکال لئے گئے اور دفعتاً وہ لڑکی چیخ اٹھی۔

"ارے.... یہ تم ہو! امرود بخت۔"

حبشی اُسے چھوڑ کر الگ ہٹ گیا۔ حمید تن کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"ہاں.... میں.... سرجنٹ حمید؟.... اور اب واپس جا رہا ہوں۔"

حمید دروازے کی طرف مڑا لیکن حبشی جھپٹ کر درمیان میں آ گیا۔

"اس کا مطلب۔" حمید لڑکی کے ساتھی کی طرف مڑ کر بولا۔

"انسپکٹر فریدی کہاں ہے؟" اس نے پوچھا۔

"میں نہیں جانتا لیکن تمہیں پچھتانا پڑے گا۔" حمید اپنا اوپری ہونٹ بھینچ کر بولا۔

"پاگل خانے کیوں گئے تھے؟" اُس نے اس بات کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"تم ہو کون؟" حمید بگڑ کر بولا۔

مرد نے پھر حبشی کی طرف دیکھا اور اس نے حمید کو پکڑ لیا۔ حمید نے تعرض نہیں کیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ہاتھ پیر مارنے کا وہی انجام ہو گا جو کسی دلدل میں پھنسے ہوئے آدمی کا ہوتا ہے۔ وہ اچھی طرح اندازہ لگا چکا تھا کہ وہ حبشی کی قوت کا عشر عشیر بھی نہیں رکھتا۔

"فریدی کہاں ہے۔" مرد نے آگے بڑھ کر حمید کے منہ پر تھپڑ مارا۔

حمید حتی الامکان پرسکون رہنے کی کوشش کر رہا تھا۔

www.urdufans.com

www.allurdu.com

"تم جانتے ہو کہ میں اتنی آسانی سے تمہارے ساتھ کیوں چلا آیا۔" حمید نے اس سے پوچھا۔

وہ حیرت سے حمید کی طرف دیکھنے لگا۔ اسے شاید یہ توقع نہیں تھی کہ حمید اتنا پرسکون آئے گا۔

"میں جانتا تھا کہ تم ڈاکٹر ناگر ہو۔"

"پھر.....؟"

"میں سوچ رہا تھا کہ ممکن ہے اس طرح کنول سے ایک بار پھر ملاقات ہو جائے۔" حمید مسکرا کر بولا۔

کنول اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے خاموش کھڑی تھی۔ حمید کے اس جملے پر اس کے چہرے پر سرخی پھیل گئی۔

"سنو ناگر! یا جو کچھ بھی تمہارا نام ہو۔ میں اس لڑکی کو تم سے چھین لے جاؤں گا۔" حمید نے پھر کہا۔

"فریدی کہاں ہے۔" ناگر گرج کر بولا۔

"کنول! میں وہ دلچسپ رات ابھی تک نہیں بھولا۔" حمید نے ناگر کی سنی ان سنی کرتے بڑے پیار بھرے لہجے میں کہا۔

اسی بار پھر ناگر نے ایک بھرپور ہاتھ حمید کے منہ پر مارا اور حمید تو حقیقتاً اس وقت کمال کر رہا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا اسے توہین اور چوٹ کا کچھ احساس ہی نہ ہو۔

"میں پتھر ہوں میرے دوست.....!" اُس نے قہقہہ لگایا۔ "مجھے ڈر ہے کہ کہیں تمہیں اپنے ہاتھ کی ڈریسنگ نہ کرانی پڑے۔"

"میں تمہیں مار ڈالوں گا۔" ناگر حلق کے بل چیخا۔

"کوئی نئی بات نہیں۔ ہزاروں بار یہ جملہ سن چکا ہوں اور ہزاروں ہی لاشیں میں نے اپنے قدموں میں دیکھی ہیں۔"

"پیس ڈالو اسے۔" ناگر نے حبشی کو مخاطب کیا اور حبشی کی گرفت تنگ ہونے لگی۔

حمید کو اپنی ہڈیاں کڑکڑاتی معلوم ہو رہی تھیں۔ لیکن وہ حتی الامکان کوشش کر رہا تھا کہ اس کا جسم ڈھیلا نہ ہونے پائے۔ اپنے ذہن کو درد کے احساس سے بچانے کے لئے اس نے بڑبڑانا

شروع کر دیا۔

"کنول! میں تمہیں اس جن کے..... قبضے سے نکال لے جاؤں گا..... بیمہ کمپنی کا ایجنٹ مل گیا ہے۔"

"شٹ اَپ.....!" کنول نے اُسے ڈانٹا۔ پھر اپنے ساتھی سے کہنے لگی۔ "اس سے کیا فائدہ۔ تم غصے میں حکم کی تعمیل نہیں کر رہے ہو۔ مار ڈالنے کا حکم تو نہیں۔"

دفعتاً ایسا معلوم ہوا جیسے ناگر ہوش میں آ گیا ہو۔

"چھوڑ دو۔" اُس نے طالوت سے کہا۔

اور حمید ایک صوفے پر جم گیا۔

"ایک سگریٹ پلاؤ گے۔" اس نے بڑی لاپروائی سے ناگر کو مخاطب کیا۔

"کیا یہ پاگل نہیں ہے۔" لڑکی حیرت سے بولی۔

"نہیں۔" ناگر کے لہجے میں سختی تھی۔

حمید ہنسنے لگا۔ کنول اسے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔

"کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تم قتل بھی کئے جا سکتے ہو۔" اُس نے آہستہ سے پوچھا۔

"تمہارے لئے میں دس بار قتل ہونا منظور کر لوں گا۔" حمید نے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔

ناگر کنول کی طرف پلٹا۔ "اپنے کمرے میں جاؤ۔" اس کا لہجہ تحکمانہ تھا۔ کنول کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔ حمید نے اس کی آنکھوں میں نفرت کی ہلکی سی جھلک دیکھی لیکن پھر وہ دوسرے ہی لمحے میں مسکرانے لگی۔ اس نے ایک اچٹتی سی نظر حمید پر ڈالی اور کمرے سے چلی گئی۔

"میں نے تم سے ایک سگریٹ مانگی تھی۔" حمید نے ناگر کو مخاطب کیا۔ ناگر کے چہرے پر شدید قسم کی الجھن کے آثار تھے۔ اس نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکال کر حمید کے سامنے ڈال دیا۔ ایسا معلوم ہوا جیسے اس سے یہ حرکت بے خیالی میں ہوئی ہو۔

"مگر نہیں ایسی حالت میں سگریٹ پینے سے ممکن ہے مجھے غش ہی آ جائے؟" حمید نے بڑبڑا کر کہا۔

"کیوں؟" ناگر نے چونک کر پوچھا۔

"میں کل رات سے بھوکا ہوں۔" حمید نے کہا۔ "پاگل خانوں کی غذا ہوش مندوں کے لئے

www.urdufans.com

www.allurdu.com

قطعی ناموزوں ہے اور پھر میں تو کھانے کی میز سے بعض اوقات محض اس لئے اٹھ جاتا ہوں کہ کسی طشتری سے کچے مسالے کی بو نہ آتی ہو۔"

"تم پاگل خانے کیوں گئے تھے۔" ناگر نے بیساختہ پوچھا۔

"ایک آدمی کی تلاش میں! جس کے متعلق یہ معلوم ہوا کہ وہ بنا ہوا پاگل ہے۔" حمید نے کہا۔ وہ جانتا تھا کہ کچھ چھپانا بے کار ہے۔ مجرم ان کی اسکیم سے واقف ہو گئے ہیں ورنہ وہ اس وقت یہاں نہ ہوتا۔

"لیکن یہ اطلاع غلط ثابت ہوئی۔" حمید بولتا رہا۔ "کیونکہ آج ہی اُس نے ایک دوسرے پاگل کو قریب قریب ختم ہی کر دیا ہے اور اب اُسے خطرناک پاگلوں کی کوٹھری میں بند کر دیا گیا ہے۔"

"تم اُس سے ملے تھے۔"

"نہیں.... اُسے تو میں نے اس وقت پہچانا جب محافظ اُسے زنجیروں میں جکڑے ہوئے کوٹھڑی کی طرف لے جا رہے تھے۔"

"وہ کون ہے۔" ناگر نے پوچھا۔

"تم آخر مجھے یہاں لائے کس لئے ہو۔" حمید نے بات اڑا دی۔ "اس رات کو مجھے بیوقوف بنانے کا کیا مطلب تھا۔"

"دیکھو دوست....!" ناگر نرم لہجے میں بولا۔ "بہتر یہی ہے کہ تم فریدی کا پتہ بتا دو۔ ورنہ یہ بڑی خراب جگہ ہے۔"

"اس کا علم یہاں داخل ہوتے ہی ہو گیا تھا۔" حمید نے کہا۔ "میں پوچھتا ہوں۔ تم لوگ کون ہو اور کیا چاہتے ہیں۔"

"ہم لوگ بہت بُرے ہیں اور فریدی کا پتہ چاہتے ہیں۔" ناگر مسکرا کر بولا۔

"اور یہ حقیقت ہے کہ مجھے نہیں معلوم، کوئی نہیں بتا سکتا کہ وہ اس وقت کہاں ہو گا۔"

"یہاں....!" ناگر چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "ضد کا نتیجہ موت ہی ہوا کرتی ہے۔"

"میں سمجھتا ہوں کہ تم لوگ آج بھی مذاق ہی کر رہے ہو۔" حمید نے ایسی سنجیدگی سے جس میں لاپرواہی بھی شامل تھی۔

"اے....!" ناگر حبشی کی طرف دیکھ کر چیخا۔ "ترکیب نمبر تیرہ۔"

حمید کو جلد ہی معلوم ہو گیا کہ ترکیب نمبر تیرہ کیا چیز تھی۔ حبشی اُسے گود میں اٹھا کر ایک دوسرے کمرے میں لے گیا۔ پھر اسکے دونوں ہاتھ پشت پر جکڑ دیئے گئے اور ناگر نے کوڑا سنبھالا۔

چھلانگ لگانے والا

حمید کی آنکھ کھلی تو چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ پورے جسم میں کچھ اس قسم کی سوزش تھی جیسے اس کی کھال اتار کر کسی نے اُسے نمک کے ڈھیر میں دبا دیا ہو۔

پچاس کوڑے تک تو اُس نے گنے تھے۔ لیکن اس کے بعد اسے ہوش نہیں رہ گیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اچھا ہی ہوا کہ اُسے فریدی کے پروگرام کا علم نہیں تھا ورنہ ممکن تھا کہ وہ اس اذیت سے بچنے کے لئے سب کچھ بتا ہی دیتا اپنی زندگی میں شاید پہلی بار اس نے اتنی بے بسی محسوس کی تھی لیکن پھر بھی یہ یقین کر لینے کی کوئی وجہ نہیں سمجھ میں آ رہی تھی کہ فریدی اس کی طرف سے غافل ہو گا۔

اچانک ایک تیز قسم کی روشنی کا بڑا سا دھبہ اس کی پشت کی طرف اندھیرے میں رینگ آیا۔ حمید چونک پڑا۔ لیکن وہ اتنی ہی تیزی سے مڑ نہ سکا۔ کیونکہ جسم کو جنبش دینے کا خیال ہی اذیت ناک تھا۔

کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی اور سوئچ آن کرنے کی آواز کے ساتھ ہی کمرے میں روشنی پھیل گئی۔

یہ کنول تھی۔ لیکن وہ پہلے کی طرح تر و تازہ نظر نہیں آ رہی تھی۔ حمید نے اسے دیکھ کر آنکھیں بند کر لیں.... وہ تھوڑی دیر تک کھڑی اُسے دیکھتی رہی پھر اس کے قریب ہی زمین پر دو زانو بیٹھ گئی۔

حمید نے پھر آنکھیں کھولیں اور تکلیف کی شدت سے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا۔

"تم بتا کیوں نہیں دیتے۔" کنول نے سرگوشی کی۔

"میں نہیں جانتا۔" حمید نے نحیف آواز میں کہا۔ "اور اگر جانتا بھی ہوتا...."

"یہ لوگ تمہیں مار ڈالیں گے۔" کنول کی آواز دردناک تھی۔

www.urdufans.com

www.allurdu.com

"کون؟"

"میں تمہارے لئے کیا کروں۔" کنول کی آواز میں بے چینی اور بے بسی تھی۔

حمید نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور کنول متحیرانہ انداز میں دیکھنے لگی۔

"تم کیا کرو۔" حمید بولا۔ "وہی کوڑا اٹھالاؤ.... اور تم بھی شروع ہو جاؤ۔"

کنول نے اپنے دانت اتنی سختی سے بھینچ لئے کہ جبڑوں کا گوشت اُبھر آیا۔ شاید وہ آنسوؤں کے ایک بیساختہ قسم کے ابال کو روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ کچھ نہ بولی۔ البتہ اس کی غمگین آنکھیں حمید کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

"تم کل رات سے بھوکے ہو۔" اُس نے پھر سرگوشی کی۔

"ٹھیک یاد آیا۔" حمید مسکرا کر بولا۔ "کیا تم آج مجھے وہی خواب آور دوا نہیں دے سکتیں۔ مجھے ایسا معلوم ہو رہا ہے جیسے میرے جسم پر دہکتے انگاروں سے لکیریں کھینچ دی گئی ہوں۔"

وہ سچ مچ رو پڑی۔ لیکن اُس نے جلد ہی اپنے آنسو پونچھ ڈالے اور خوفزدہ نظروں سے دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔

کہیں دور بھاری قدموں کی آواز سنائی دے رہی تھی جو رفتہ رفتہ نزدیک آتی گئی اور پھر حبشی اپنے ہاتھوں پر ایک بڑا سا پیالہ اٹھائے ہوئے نظر آیا اُسے دیکھتے ہی کنول حمید سے بلند آواز میں بولی۔

"میں کہتی ہوں تمہیں بتانا ہی پڑے گا ورنہ سسکا سسکا کر مار ڈالے جاؤ گے۔"

"میں نہیں جانتا۔" حمید نحیف آواز میں بولا۔

حبشی نے پیالہ کنول کے قریب رکھ دیا۔ چند لمحے خونخوار آنکھوں سے حمید کی طرف دیکھتا رہا پھر چلا گیا۔

کنول نے چمچے سے حمید کے منہ میں دودھ ٹپکانا شروع کیا۔

"میں... تمہیں... اس جن... کے قبضے سے..." حمید رک رک کر بولتا رہا۔ "ضرور رہائی دلاؤں گا۔"

کنول کچھ نہ بولی۔

"مجھے یقین ہے۔" حمید اسے ہاتھ کے اشارے سے روک کر بولا۔ "اس میں بھی کوئی چال ہو سکتی ہے۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"تم مجھ سے ہمدردی جتا کر مجھ سے کچھ معلوم کرنا چاہتی ہو۔"

کنول نے انکار میں سر ہلا دیا۔ وہ منہ سے تو کچھ نہ بولی لیکن اس کی آنکھیں بہت کچھ کہہ رہی تھیں.... اور حمید کا دعویٰ تھا کہ مرتے دم تک عورتوں کی آنکھوں کی زبان سمجھتا رہے گا۔

"تم نے اس رات مجھے بیوقوف کیوں بنایا تھا۔" حمید نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

"نہیں بتا سکتی.... لیکن.... تم کسی طرح یہاں سے نکل جاتے تو اچھا تھا۔"

"کیوں....؟"

"یونہی۔"

"مسٹر کیو کا خوف۔" حمید نے کہا اور کنول بے ساختہ اچھل پڑی اور اس کے بعد اس سے جو فعل سرزد ہوا وہ قطعی اضطراری تھا۔ وہ جھپٹ کر دروازے کی طرف گئی اور ادھر اُدھر جھانک کر پھر واپس آ گئی۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ وہ تھوک نگل کر آہستہ سے بولی۔

"خاموش رہو.... تم....!"

"باہر کوئی ہے۔" حمید نے پوچھا۔

اس نے نفی میں سر ہلا دیا اور پھر بیٹھ کر اُس کے حلق میں دودھ ٹپکانے لگی۔

"خدا کے لئے۔" وہ تھوڑی دیر بعد بولی۔ "یہاں کسی کے سامنے اس کا نام نہ لینا ورنہ اسی وقت ختم کر دیئے جاؤ گے۔"

"تم نے اسے دیکھا ہے۔"

"کسی نے نہیں دیکھا۔"

"تم اُس کے پھندے میں کس طرح پھنسیں۔"

"یہ سب مت پوچھو۔"

"ناگر کون ہے!"

"یہاں سے نکلنے کے لئے کچھ سوچو۔" وہ جلدی سے بولی۔

"تمہارا نام کنول ہے یا کچھ اور۔"

"یہی ہے! یہی ہے۔" وہ بے چینی سے بولی۔ "تم اتنے مطمئن کیوں ہو۔"

www.urdufans.com

www.allurdu.com

"میں ہر حال میں مطمئن رہتا ہوں۔" حمید نے مسکرا کر کہا۔

"تب تم بھی جن ہی معلوم ہوتے ہو۔" کنول نے پیالے کی طرف اشارہ کیا۔

چوٹوں کی تکلیف معمولی نہیں تھی لیکن حمید کسی طرح بھی یہ نہیں ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ وہ خوفزدہ ہے یا اس نے کوڑوں کی اُس بارش کو ذرہ برابر بھی اہمیت دی ہے۔

"تم بہت اچھی ہو۔" حمید اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتا ہوا پیار بھرے لہجے میں بولا۔

"تم سچ مچ امرود بخت ہی معلوم ہوتے ہو۔" کنول مسکرا پڑی۔ "کچالو بن گیا ہے تمہارا مگر اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتے۔"

"اگر اس وقت منہ میں دودھ نہ ہوتا تو کچالو کے نام پر پانی بھر آیا ہوتا۔"

کنول صرف مسکرا کر رہ گئی۔ حمید سوچ رہا تھا کہ ساجد کی بات ٹھیک ہی نکلی کسی "مسٹر کیو" کا وجود ضرور ہے اور یہ لوگ بھی اس سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس کا دل چاہا کہ کرنل کی بہن نادرہ کے متعلق بھی پوچھے لیکن فوراً خیال آ گیا کہ وہ اپنی پاگل خانے والی ناکامی کی داستان ناگر کو سنا چکا ہے۔

اس کا ذہن پھر بوجھل ہوتا جا رہا تھا۔ پیالے کا دودھ ختم ہونے سے پہلے ہی اُس نے ہاتھ اٹھا کر کنول کو روک دیا۔ وہ تھوڑی دیر تک بیٹھی اس کو دیکھتی رہی پھر اُس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ کی جھلک دکھائی دی۔ حمید نے نیند کے دباؤ سے جھکتی ہوئی پلکوں کو زبردستی اٹھا کر بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"شکریہ! میرے لئے یہی بہتر ہے۔ آج کی خواب آور دوا زیادہ فائدہ مند ثابت ہوگی۔"

اور پھر وہ سو گیا۔ کنول تھوڑی دیر بیٹھی اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرتی رہی اور پھر اٹھ کر باہر چلی گئی۔ وہ راہداری کے موڑ پر پہنچی تھی کہ کسی سے ٹکرا گئی۔ پیالہ ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا۔

یہ ناگر تھا اور بُری طرح بدحواس نظر آ رہا تھا۔

"پولیس....!" وہ ہانپتا ہوا بولا۔ "طالوت کہاں ہے۔"

"باورچی خانے میں۔"

"چلو....!" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر دوڑتا ہوا بولا۔ "پولیس نے گھیرا ڈال دیا ہے۔"

باورچی خانے سے انہوں نے طالوت کو لیا اور ایک تاریک راہداری میں گھستے چلے گئے۔

تھوڑی ہی دیر میں پوری عمارت پولیس والوں کے بھاری قدموں کی آوازوں سے گونج

گئی۔ گوشہ گوشہ چھان لیا گیا لیکن حمید کے علاوہ اور کوئی نہ ملا۔ حمید گہری نیند سو رہا تھا۔ پولیس والوں نے اسے اس کی کوٹھڑی سے نکال کر ڈرائنگ روم کے ایک صوفے پر ڈال دیا۔ پھر وہ عمارت کی تلاشی لینے میں مشغول ہو گئے اور انہیں اس کا بھی دھیان نہ رہا کہ وہ حمید کو تنہا چھوڑ آئے ہیں۔ کوتوالی انچارج انسپکٹر جگدیش کے ساتھ دو سب انسپکٹر تھے اور وہ تینوں اس کامیابی کے خیال میں مگن تھے کہ ہر قسم کے خدشات سے گویا محفوظ ہی ہو گئے تھے۔

جب وہ تلاشی لے کر پلٹے تو ان کے پیروں سے زمین نکل گئی۔ ڈرائنگ روم خالی اور حمید غائب تھا۔ وہ پھر دیوانوں کی طرح پوری عمارت میں پھیل گئے۔ لیکن لاحاصل حمید کا کہیں پتہ نہیں تھا۔

حمید کو یقین تھا کہ اس کی نیند خود بخود نہیں ٹوٹی کیونکہ آنکھیں کھلتے ہی اسے اپنے منہ میں کسی کڑوی یا کسیلی چیز کا مزہ محسوس ہوا اور ایک خاص قسم کی بو بھی اس کے ذہن میں گونج رہی تھی۔ وہ کراہ کر اٹھ بیٹھا۔ بستر بہت ہی نرم اور پر تکلف تھا اور ملائم تکیوں سے ویسی ہی خوشبو آ رہی تھی جیسے وہ اپنے تکیوں کے لئے استعمال کرتا تھا۔ کمرہ بھی وہ نہیں تھا جس کے فرش پر چت لیٹے لیٹے اس نے کنول کے ہاتھ سے دودھ پیا تھا۔ اس کی نظریں کھلی ہوئی کھڑکی کے باہر رینگ گئیں۔ چاندنی چھٹکی ہوئی تھی.... لیکن یہ کیا؟ چاندنی کی کرنیں زمین پر مچلتی ہوئی معلوم ہو رہی تھیں۔ یہ ایسی تعجب خیز بات تھی کہ وہ اپنی تکالیف کا احساس کئے بغیر اچھل کر کھڑا ہو گیا اور جھپٹ کر کھڑکی کے قریب پہنچا لیکن دوسرے ہی لمحے میں دل چاہا کہ اپنے منہ پر تھپڑ مارے۔ چاند کی کرنیں زمین پر نہیں بلکہ دریا کی لہروں پر مچل رہی تھیں۔ کھڑکی سے تقریباً دس بارہ فٹ نیچے دریا بہہ رہا تھا۔ داہنی طرف اسے پل نظر آیا اور پھر وہ کسٹم ہاؤس کی عمارت کو بھی پہچان گیا شاید وہ اسی عمارت کے کسی کوارٹر میں تھا۔ دفعتاً اسے اپنے پیچھے قدموں کی آواز سنائی دی اور وہ چونک کر مڑا۔ دروازے میں ایک آدمی نظر آیا جس کی شکل حمید کے لئے نئی تھی۔

"ڈرو نہیں۔" وہ مسکرا کر بولا اور حمید اس کی آواز پہچان کر اچھل پڑا۔

"یہ فریدی تھا۔"

وہ چند لمحے اُسے گھورتا رہا پھر آہستہ سے بولا۔

"آپ کے پاس ریوالور ہوگا؟"

www.urdufans.com

www.allurdu.com

"ہاں! کیوں؟" فریدی کے لہجے میں حیرت تھی۔

"تھوڑی دیر کے لئے ادھار دے دیجئے۔"

"کیوں؟"

"میرا دل چاہتا ہے کہ آپ کو گولی مار دوں۔" حمید حلق پھاڑ کر چیخا۔

فریدی اس کے قریب آکر کھڑا ہو گیا اور اس کا شانہ تھپکتا ہوا بولا۔

"اگر تم اس وقت مجھے توپ سے بھی اڑا دو تو بُرا نہ مانوں گا! میرے اچھے بیٹے۔"

"ذرا پیٹھ دیکھئے میری۔"

"میں دیکھ چکا ہوں.... اور اس کے لئے ان کا جسم کا ایک ایک ریشہ ادھیڑ ڈالوں گا۔"

فریدی نے اُسے پلنگ پر لٹا دیا۔ تھوڑی دیر تک ادھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ پھر حمید اپنی داستان بیان کر چلا۔ حالانکہ اس نے سب سے پہلے اسی کے متعلق معلوم کرنا چاہا تھا کہ وہ یہاں تک کیسے پہنچا۔ لیکن فریدی نے اُسے مجبور کر دیا کہ وہ خود اپنی روداد پہلے سنائے۔ جیسے ہی حمید نے مسٹر کیو کا نام لیا فریدی تقریباً اچھل پڑا۔ وہ تحیر خیز نظروں سے حمید کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"کیا بات ہے؟" حمید نے پوچھا۔

"کچھ نہیں.... کہتے چلو.... پھر بتاؤں گا۔"

حمید نے بیان جاری رکھا اور جب وہ خاموش ہوا تو فریدی نے پوچھا۔

"وہ لڑکی.... یعنی نادرہ بھی کہیں نظر آئی تھی۔"

"نہیں.... لیکن مسٹر کیو کے نام پر چونکے کیوں تھے۔ کیا آپ پہلے سے اس کی شخصیت سے واقف ہیں۔"

"ہاں.... لیکن اس کی اس حیثیت کے متعلق شاید خواب میں بھی نہ سوچ سکتا۔" فریدی نے خیال انداز میں بولا۔

"یعنی....!" حمید کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اس نام کا تعلق سیکرٹ سروس والوں سے ہے۔"

"آپ انہیں جانتے ہیں۔"

"میں صرف ان کی تعداد جانتا ہوں۔ وہ پانچ ہیں اور یہی نام استعمال کرتے ہیں کہاں ہیں؟

اور کون ہیں؟ اس کا پتہ نہیں۔ میں نے کبھی اس کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی کہ ان کا پتہ لگاؤں۔ وہ بھی بہر حال سرکاری ہی آدمی ہیں۔"

"اور اُن کا ٹیلی فون نمبر بھی تھری زیرو ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"ہاں....!"

"اور یہی ٹیلی فون نمبر ایکسچینج کا بھی ہے۔"

"ہاں؟ اور شاید یہی چیز تمہیں الجھن میں ڈالے ہوئے ہے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"قطعی....!"

"مسٹر کیو کے لئے ٹیلی فون ایکسچینج میں خاص طور سے انتظام کیا گیا ہے۔ مسٹر کیو کے لئے کوئی کال آتے ہی ٹیلی فون آپریٹر اس کا سلسلہ ایک ٹرانسمیٹر سے ملا دیتا ہے۔ اس طرح ایکسچینج سے مسٹر کیو کے لئے ٹیلی فونک ٹرانسمشن ہو جاتا ہے اور آپریٹر تک کو اس بات کا پتہ نہیں چلنے پاتا کہ یہ کال کہاں کے لئے آئی تھی۔"

"تو اس کا مطلب ہے کہ سیکرٹ سروس والے ہی....!"

"نہیں حمید صاحب۔" فریدی مضطربانہ انداز میں بولا۔ "اتنی جلدی کوئی فیصلہ صادر کر دینا ٹھیک نہیں ہے۔ بہت دنوں بعد ایسا کیس ملا ہے جس میں ذہنی اور جسمانی دونوں طرح کی ورزشیں کرنا پڑیں گی۔"

وہ خاموش ہو کر سگار سلگانے لگا اور حمید بولا۔

"حمید صاحب! اگر اپنی کھال میں صحیح سلامت رہے تو؟"

"یار مجھے حقیقتاً ساری زندگی اس کا افسوس رہے گا کہ تم اس حال کو پہنچ گئے۔" فریدی نے کہا۔

"خیر آپ کا یہ افسوس میری بیٹھ کی سوزش نہیں کم کر سکتا۔"

"مگر یہ تو سوچو کہ کنول نے تمہیں دودھ پلایا ہے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"بھینس کا دودھ پلایا تھا۔" حمید جلدی سے بولا اور فریدی ہنسنے لگا۔

"سمجھ میں نہیں آتا کہ.... راجن.... ڈاکٹر نارنگ کی دیہی جائیداد کا منیجر کہاں غائب ہو گیا؟" اس نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

"اوہ....!" حمید متاسفانہ لہجے میں بولا۔ "مجھے اس کے متعلق کنول سے پوچھنا چاہئے تھا....

www.urdufans.com

www.allurdu.com

خیر.... اب آپ بتائیے کہ یہ کم بخت شہزادہ امرود بخت.... کچالو خصال بن کر یہاں تک کیسے پہنچا۔"

"حقیقتاً اس حادثے کی تمام تر ذمہ داری مجھ پر ہی ہے۔" فریدی نے کہا اور پھر اپنے جوتے اتار کر اطمینان سے بیٹھتا ہوا بولا۔ "میں نے تمہارے پاگل خانے پہنچنے والے واقعے کو شہرت دی تھی۔"

"شہرت دی تھی۔" حمید حیرت اور غصے میں بولا۔

"جس لئے شہرت دی تھی اس میں کامیابی بھی ہوئی لیکن ایک جگہ دھوکا کھا گیا.... خیر.... بہر حال میں نے اس لئے اس معاملے کو شہرت دی تھی کہ مجرموں پر اس کا ردعمل دیکھ سکوں۔ میں جانتا تھا کہ وہ تم پر قابو پانے کی کوشش ضرور کریں گے۔ چنانچہ ایک آدمی نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کا جعلی اجازت نامہ بنایا اور اسے لے کر پاگل خانے پہنچ گیا۔ تم نے پاگل خانے کے تھوڑے فاصلے پر ایک دوسری کار بھی دیکھی ہوگی جس کے پیچھے گرائپ واٹر کا اشتہار لگا ہوا تھا وہ میں نے اس کمپنی سے اس مقصد کے لئے حاصل کی تھی.... بہر حال میں نے اس پر تم دونوں کا تعاقب کیا۔"

فریدی رک کر سگار سلگانے لگا۔

"اور اس کے باوجود آپ اتنی دیر میں پہنچے۔" حمید بھنا کر بولا۔

"سنتے تو جاؤ! اس عمارت کے سامنے پہنچ کر میں الجھن میں پڑ گیا۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ اس میں مغربی جرمنی کا سفیر رہتا ہے اور وہیں اس کا دفتر بھی ہے۔ تم جانتے ہی ہو کہ ایسے موقع پر جس قسم کی کاروائیاں ہوتی ہیں۔ میں نے نگرانی کیلئے رمیش اور وحید کو وہاں کر دیا اور خود ڈی۔ آئی۔ جی کے پاس پہنچا۔ بہر حال وہاں کی تلاشی کا اجازت نامہ حاصل کرنے میں دیر ہو گئی اور پھر جب وہاں گھیرا ڈالنے کا انتظام کیا جا رہا تھا تو اچانک یہ اطلاع ملی کہ عمارت دراصل خالی ہے۔ سفیر کا دفتر کئی دن ہوئے کسی دوسری عمارت میں منتقل ہو گیا ہے۔ دھوکا دراصل اس لئے کھا گیا کہ وہاں سے سفارت خانے کا بورڈ نہیں ہٹایا گیا تھا یا ممکن ہے کہ خود مجرموں ہی نے دوسرا لگا دیا ہو۔ بہر حال باہر تو بورڈ لگا ہوا تھا اور اندر ایک جگہ ایک تختی پر لکھا ہوا ملا۔ 'کرائے کے لئے خالی ہے' خیر.... بے چارے جگدیش وغیرہ تو یہی سمجھ رہے ہوں گے کہ تم پھر مجرموں کے ہاتھ میں پڑ گئے۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر حمید بولا۔

"تو وہ لوگ گرفتار ہو گئے۔"

"کہاں.... کوئی ان کی گرد کو بھی نہ پا سکا۔ البتہ ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ پولیس نے دو گھنٹے تک جھک مارنے کے بعد ایک چور دروازے کا پتہ لگا لیا ہے جو ایک پتلی سی گلی میں کھلتا ہے اور جدھر کسی نے دھیان تک نہیں دیا تھا۔ یعنی ادھر پولیس نہیں تھی۔"

انور بھی کام کر رہا ہے یا نہیں۔" حمید نے پوچھا۔

"میں نے ابھی تک تو اُسے بلایا نہیں۔" فریدی پر خیال انداز میں بولا۔ "سب کو ایک ساتھ بلوا دینا مناسب نہیں سمجھا۔ یہ کیس بڑا پیچیدہ ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ کچھ تازہ دم لوگ بھی موجود رہیں۔ ہو سکتا ہے کہ حالات کوئی دوسرا رخ اختیار کر لیں۔ فی الحال.... میں نے یہ انتظام کیا ہے کہ ملک بھر میں اس وقت تک مائیکرو فون استعمال نہ کیا جائے جب تک ایکسپرٹ یہ اطمینان نہ کر لیں کہ اس میں کوئی دوسرا سسٹم بھی تو نہیں پایا جاتا۔"

"ملک بھر میں....؟" حمید حیرت سے بولا۔

"جناب.... یہ کوئی ملک گیر تنظیم معلوم ہوتی ہے۔"

کچھ دیر خاموشی رہی پھر فریدی بولا۔

"میرا خیال ہے کہ دانتوں پسینہ آجائے گا۔ کیونکہ اس مسٹر کیو نے بڑا عجیب طریقہ اختیار کیا ہے۔"

"لیکن آپ تو سیکرٹ سروس....!"

"ٹھیک ہے۔" فریدی حمید کی بات کاٹ کر بولا۔ "یہ نہیں سوچا جا سکتا کہ سیکرٹ سروس والے اس قسم کی کوئی حرکت کریں گے۔ اس کیس میں یہی تو ایک اہم نکتہ ہے میرا خیال ہے کہ وہ پانچوں سیکرٹ سروس والے دوسری دنیا میں پہنچ چکے ہیں۔"

"کیوں؟"

"ظاہر ہے کہ ان کی زندگی میں تو یہ ناممکن ہے کہ کوئی ان کا نام استعمال کر سکے۔"

وہ دونوں پھر خاموش ہو گئے۔ فریدی خیالات میں ڈوبا ہوا تھا اور حمید کا ذہن نیند کے تانے بانے میں الجھتا جا رہا تھا۔ دفعتاً وہ فریدی کی آواز سن کر چونک پڑا اور ساتھ ہی ایسا معلوم ہوا جیسے نیچے دریا میں کوئی وزنی چیز کافی اونچائی سے گری ہو۔ قبل اس کے کہ وہ کچھ سمجھتا فریدی کھڑکی میں چڑھ کر دریا میں چھلانگ لگا چکا تھا۔ حمید پہلے تو اچھل کر کھڑکی کے قریب گیا پھر دروازے کی طرف بھاگا۔ آگے ایک چھوٹا سا صحن تھا۔ حمید دروازہ کھول کر مکان کے باہر آگیا۔ باہر سناٹا تھا۔

www.urdufans.com

www.allurdu.com

غالباً رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔ گھاٹ بھی بالکل سنسان تھا اور پل پر آمد و رفت بھی ہو چکی تھی۔ حمید کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔

وہ شاید ایک منٹ تک بے حس و حرکت کھڑا دریا کی سطح پر نظریں جمائے رہا۔ کچھ دور بڑی بڑی لہریں گرداب کی شکل میں اٹھ رہی تھیں۔ کبھی کبھی کوئی سیاہ سی چیز سطح پر ابھرتی اور ڈوب جاتی۔

حمید کا جسم اور دماغ دونوں ہی تقریباً بیکار تھے۔ یہاں تک وہ محض اضطراری فعل کے تحت پہنچا تھا اور اب اسے ایک منٹ کھڑا ہونا بھی دوبھر معلوم ہو رہا تھا۔ صرف ایک سوال اس کے ذہن میں تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ وہ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ فریدی نے دریا میں چھلانگ کیوں لگائی تھی۔

وہ وہیں زمین پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے محسوس کیا کہ کوئی تیرتا ہوا اسی طرف آ رہا ہے۔ فریدی نے کنارے پہنچ کر کسی دوسرے آدمی کو پانی سے کھینچ کر باہر نکالا۔

خوفناک آنکھیں

فریدی اُسے کاندھے پر اٹھائے ہوئے گھر کے اندر چلا گیا۔ حمید اس کے پیچھے تھا۔ روشنی میں پہنچتے ہی حمید کی آنکھیں حیرت سے پھٹی رہ گئیں۔ فریدی نے اسے فرش پر ڈال کر اُس کے پیٹ سے پانی نکالنے کی تدبیریں شروع کر دی تھیں۔

"ہیلو....!" دفعتاً وہ رک کر بولا۔ پھر مڑ کر حمید کی طرف دیکھنے لگا۔

"کیا یہ وہی نہیں ہے جو تمہیں پاگل خانے سے لے گیا تھا۔"

"ناگر....!" حمید آہستہ سے بولا۔

فریدی بدستور مشغول رہا۔ اُس نے اس کے گیلے کپڑے اتار کر اُسے ایک چادر میں لپیٹ دیا۔ حمید کھڑکی کے قریب کھڑا باہر کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں یہ بھی کوئی چال تو نہیں۔ پھر وہ صحن کی طرف جھپٹا اور باہر کے دروازے میں کنڈی لگا کر واپس آ گیا۔ فریدی کرسی پر بیٹھا بے ہوش آدمی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اُس کی دواؤں کا بکس فرش پر کھلا رکھا تھا اور اُس نے اپنے ہاتھ میں انجکشن والی سرنج سنبھال رکھی تھی۔

"تم کھڑے کیوں ہو؟"

"ہمیں غافل نہ رہنا چاہئے۔" حمید جلدی سے بولا۔ "کہیں یہ کوئی چال نہ ہو۔"

"جو کچھ بھی ہے ابھی ظاہر ہو جائے گا۔" فریدی پرسکون لہجے میں بولا۔ "تم اس آرام کرسی پر لیٹ جاؤ.... مگر نہیں تمہاری پیٹھ اس قابل نہیں۔ بہتر تو یہی ہے کہ.... اچھا ذرا ادھر آؤ۔"

پھر وہ اُسے برآمدے میں لا کر بولا۔ "اسے شاید دو تین منٹ بعد ہوش آ جائے۔ جب تک میں نہ کہوں تم اس کے سامنے مت آنا۔ یہاں اس پلنگ پر لیٹ جاؤ۔ بلکہ سو جاؤ تو بہتر ہے۔"

"کیا آپ نے اسے کودتے دیکھ لیا تھا۔" حمید نے پوچھا۔

"اس نے پل پر سے چھلانگ لگائی تھی۔" فریدی بولا۔

"پتہ نہیں کیا بات ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ یہ مسٹر کیوہی کا کسی قسم کا عتاب ہو۔" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا.... اس نے برآمدے میں پڑے ہوئے پلنگ کی طرف اشارہ کیا اور کمرے میں چلا گیا۔

ناگر کو ہوش آ گیا تھا۔ وہ پلنگ پر چت پڑا متحیرانہ انداز میں چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ فریدی پر نظر پڑتے ہی اچھل کر بیٹھ گیا۔ چند لمحے خوفزدہ نظروں سے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر اس طرح اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لئے جیسے دفعتاً اس کی بینائی ہی رخصت ہو گئی ہو۔ وہ بُری طرح کانپ رہا تھا۔ "مجھے جہنم میں جھونک دو! میں خود ہی کود جاؤں گا.... مگر میرا قصور.... مجھے میرا قصور بھی تو بتاؤ.... یا پھر مجھے مرہی جانے دو.... اس طرح اذیت دو مت.... ایک چوہے کی طرح بے بس نہ کرو۔"

وہ خاموش ہو گیا پھر دفعتاً حلق پھاڑ کر چیخا۔ "سنا تم نے۔"

"سن لیا....!" فریدی آہستہ سے بولا۔

"میں ایسی زندگی پر موت کو ترجیح دیتا ہوں۔" ناگر نے اپنی آنکھوں پر سے ہاتھ ہٹاتے ہوئے کہا۔

لیکن وہ اب بھی فریدی کے چہرے کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔

"اگر تم وعدہ کرو کہ آئندہ کبھی اقدام خودکشی نہ کرو گے تو میں تمہیں پولیس کے حوالے نہ کروں۔" فریدی نے کہا۔

ناگر نے ایک لحظے کے لئے فریدی کی طرف دیکھا اور پھر نظریں ہٹا لیں۔

www.urdufans.com

www.allurdu.com

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم نے خودکشی کی کوشش کیوں کی تھی۔" فریدی پھر بولا۔

"میں کچھ نہیں جانتا۔" ناگر نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

"یعنی تم ارادتاً نہیں گرے تھے۔" فریدی اسے پر خیال انداز میں دیکھ رہا تھا۔

"مجھے جانے دو۔" ناگر اٹھتا ہوا بولا۔

"جاؤ....!" فریدی کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ دکھائی دی۔ وہ اسے شرارت آمیز نظروں سے دیکھتا رہا۔ پھر بولا لیکن شاید اس بار کسی ریوالور کی گولی کو تمہارے بھیجے کا راستہ تلاش کرنا پڑے۔

ناگر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں وہ پھر پلنگ پر گر کر اپنا برہنہ جسم چادر سے چھپانے لگا۔

"ڈرو نہیں!" فریدی نرم لہجے میں بولا۔ "تم اب قطعی محفوظ ہو۔ یہاں میری موجودگی میں کوئی تم پر ہاتھ بھی نہیں اٹھا سکتا۔ ویسے میں یہ ضرور جاننا چاہوں گا کہ تم دریا میں خود کودے تھے یا کسی نے تمہیں پھینکا تھا۔"

"میں نہیں جانتا۔"

"پھر وہی ضد....!"

"میں کچھ نہیں جانتا۔ میرے ذہن میں صرف یہی ایک خیال تھا کہ کود جاؤں بس کود گیا۔"

"اور وہ تمہارا اپنا خیال نہیں تھا۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"کیا....؟" ناگر پھر اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"یہی کہ تم خود سے نہیں کودے تھے۔"

"تم کون ہو؟" ناگر خوفزدہ آواز میں بولا۔

"ڈرو نہیں! میں ان میں سے نہیں جنہوں نے تمہیں چھلانگ لگانے پر مجبور کیا تھا۔"

"پھر آخر کون ہو۔"

"بتاتا ہوں۔" فریدی نے کہا اور میز پر رکھے ہوئے کپڑے اٹھا کر اسے دیتا ہوا بولا۔ "انہیں پہن لو۔"

ناگر نے قمیض اور پتلون پہنی! لیکن اس کی تحیر آمیز نظریں بار بار فریدی کی طرف اٹھ جاتی تھیں۔

"آؤ میرے ساتھ۔" فریدی نے برآمدے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

جیسے ہی ناگر کی نظر حمید پر پڑی وہ لڑکھڑا گیا۔ اگر فریدی سہارے کے لئے اپنا بازو آگے نہ کر دیتا تو اس کا سر دیوار سے ٹکرا گیا تھا۔

حمید بھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"اب بتاؤ بیٹے ناگر صاحب۔" وہ طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

ناگر نے آنکھیں بند کر لیں۔

"غالباً.... اب تم یہ سمجھ گئے ہو گے کہ میں کون ہوں۔" فریدی نے کہا۔

"پولیس....!" ناگر کانپتا ہوا بولا۔

"میں یہ بھی جانتا ہوں۔" فریدی نے حمید کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "کہ تم پر یہ ساری مصیبتیں اس کی وجہ سے نازل ہوئیں تھیں۔"

"کیا....؟ مم.... میں نہیں سمجھا۔" ناگر ہکلایا۔

"تم نے اُسے پولیس والوں کیلئے چھوڑ دیا تھا اور خود فرار ہو گئے تھے۔ لہٰذا تمہارے مسٹر کیو....!"

ناگر کی ایک بے ساختہ قسم کی چیخ نے فریدی کا جملہ نہ پورا ہونے دیا۔

"تم جھوٹے ہو۔" ناگر نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا اور کمرے میں بھاگ گیا۔

پھر فریدی اور حمید نے بدحواسی کے عالم میں اسے پلنگ کے نیچے گھستے دیکھا۔

"بس....!" حمید نے قہقہہ لگایا۔ "چلو خیر! میں تمہیں سول پولیس کے رحم و کرم پر چھوڑتا ہوں۔" فریدی نے اسے بدقت تمام پلنگ کے نیچے سے نکالا۔

"تم.... تم.... مسٹر کیو کے آدمی ہو۔" ناگر ہذیانی انداز میں بک رہا تھا۔ "میں کہیں نہیں بچ سکتا۔ کسی طرح نہیں بچ سکتا۔"

"تو تمہیں اسی طرح یقین دلایا جا سکتا ہے کہ تمہیں پولیس کے حوالے کر دیا جائے۔" فریدی نے کہا۔

"جھوٹ.... بلف.... دھوکا.... مسٹر کیو کا نام اسکے آدمیوں کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا۔"

"لیکن اس کا نام مسٹر کیو تو نہیں ہے۔" فریدی نے کہا۔

"ہو یا نہ ہو۔ لیکن اس نام سے بھی کوئی واقف نہیں ہے۔"

www.urdufans.com

www.allurdu.com

"ایسا تو نہیں۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "اس کے ساتھیوں کے علاوہ دو اور آدمی بھی ہیں، اس نام سے واقف ہیں۔"

"کون؟"

"انسپکٹر فریدی اور سرجنٹ حمید۔"

"تت.... تو.... آپ.... مسٹر فریدی.... ہیں۔" ناگر کے لہجے میں حیرت تھی۔

فریدی مسکراتا رہا۔ ناگر تھوڑی دیر تک خاموش رہنے کے بعد پھر بولا۔

"تو پھر.... خدا کے لئے.... مجھے کسی بند گاڑی میں جیل خانے بھجوا دیجئے.... ورنہ وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا.... اور میں نے ابھی تک کوئی ایسا جرم نہیں کیا جس کی سزا موت ہو۔"

"تم یہاں ہر طرح محفوظ رہو گے۔" فریدی نے کہا۔ "بشرطیکہ جو کچھ پوچھوں اس کا سچ سچ جواب دو۔"

"میں سب کچھ کروں گا۔ مجھے بچایئے۔"

"تم جانتے ہو کہ مسٹر کیو حقیقتاً کون ہے؟"

"یہ میں نہیں جانتا۔"

"اسے کبھی دیکھا ہے۔"

"نہیں۔"

"اس رات جب تم نے سرجنٹ حمید کو ڈاکٹر نارنگ کے یہاں بے وقوف بنایا تھا تمہارے ساتھ کتنی لڑکیاں تھیں۔"

"دو....!"

"جو حمید سے پہلے ملی تھی کون تھی؟"

"یہ میں نہیں جانتا۔ مسٹر کیو کے حکم سے میں اسے وہاں لے گیا تھا۔"

"تمہارے پاس وہ کب سے تھی۔"

"اسی دن آئی تھی۔ جس دن میں وہاں گیا تھا۔"

"کہاں سے آئی تھی۔"

"میں یہ بھی نہیں جانتا۔ مسٹر کیو کے حکم کے مطابق میں سڑک کے کنارے کھڑی ہوئی ایک

بند گاڑی میں بیٹھ گیا تھا.... وہ لڑکی.... حبشی.... اور کنول.... تینوں مجھے اس میں ملے تھے۔"

"کنول کون ہے۔"

"اس نے مجھ سے آج تک نہیں بتایا۔"

"ڈاکٹر نارنگ کے منیجر راجن سے تمہاری جان پہچان کس طرح ہوئی تھی۔"

"مسٹر کیو کے حکم کے مطابق میں نے اُس سے دوستی پیدا کی تھی۔"

"کیا راجن بھی اُسی کے آدمیوں میں سے تھا۔"

"کہہ نہیں سکتا.... ہو سکتا ہے کہ رہا ہو۔ مسٹر کیو کے گروہ کے لوگ ایک دوسرے کو اس وقت تک نہیں جانتے جب تک کہ مسٹر کیو خود نہ چاہے۔"

"راجن تمہیں اس کے بعد ملا تھا۔"

"رر.... راجن....!" ناگر ہکلا کر رہ گیا۔

"جھوٹ نہیں سنوں گا۔" فریدی اُسے تیز نظروں سے گھورتا ہوا بولا۔

"اُسے مسٹر کیو نے ختم کر دیا۔"

"کیسے؟"

"مجھے مسٹر کیو کی طرف سے حکم ملا کہ میں راجن کو دلاور نگر والی سڑک سے لے کر جھریالی کے جنگل میں مار ڈالوں۔ مدد کے لئے ایک آدمی بھی دیا گیا تھا۔ حکم تھا کہ لاش کو پٹرول چھڑک کر جلا دیا جائے۔"

"تو تم دونوں نے اُسے مار ڈالا۔"

"نہیں....!" ناگر گھبرا کر بولا۔

"پھر....؟"

"جب وہ ہم سے چھٹ کر بھاگ رہا تھا تو کسی نے سرکنڈوں کی جھاڑیوں سے اُس پر فائر کر دیا۔ لیکن لاش ہمیں ہی جلانی پڑی تھی۔"

"دوسرا آدمی کون تھا۔"

"پتہ نہیں.... اس دن کے بعد سے اب تک نہیں دکھائی دیا۔"

"خیر اب یہ بتاؤ کہ تم اس کے چکر میں کس طرح پڑے تھے۔"

www.urdufans.com

.www.allurdu.com

ناگر تھوڑی دیر خاموش رہا پھر بولا۔ "اس نے مجھے بلیک میل کیا تھا۔"

پھر اس نے اسی قسم کی ایک داستان دہرادی جیسی حمید کو پاگل خانے میں ساجد نے سنائی تھی۔ ناگر دراصل منشیات کی ناجائز تجارت کرتا تھا۔ مسٹر کیو نے اسے ایک خط کے ذریعہ دھمکی دی تھی کہ اگر اُس نے اس کے احکامات کے آگے سر نہ جھکا دیا تو وہ اس کا راز فاش کر دے گا۔ اُسے بھی یہی ہدایت ملی تھی کہ وہ اپنے فیصلے سے فون کے ذریعے آگاہ کرے۔ نمبر وہی "تھری زیرو" تھا۔

"ٹیلی فون کرنے کے متعلق کوئی اور بھی ہدایت ملتی تھی۔" فریدی نے پوچھا۔

"ہاں.... کہ گفتگو شخصی ٹیلی فون کی بجائے کسی پبلک ٹیلی فون بوتھ سے کی جائے۔"

"اس کے بعد کسی قسم کی گفتگو یا مشورے کے لئے کون سا طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔" فریدی نے پوچھا۔

"مسٹر کیو کے خطوط یا تو بذریعہ ڈاک آتے ہیں یا کسی دوسرے پُراسرار طریقے سے مجھ تک پہنچتے ہیں۔"

"پُراسرار طریقے سے۔" فریدی نے کہا۔

"جی ہاں.... آج ہی! جب میں آپ کے ساتھی کی حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کر رہا تھا مسٹر کیو نے مکان کے ایک حصے میں فائر کر کے ہمیں اپنی طرف متوجہ کیا۔ جب ہم کمرے میں گئے تو ہمیں اُس کا خط ملا اور ساتھ ہی ایک بوتل بھی جس میں غالباً سیال ایمونیا تھی۔ خط میں ہدایت تھی کہ میک اپ بگاڑنے کے لئے بوتل کا عرق استعمال کیا جائے۔"

"اوہ....!" فریدی نے ہونٹ سکوڑ کر کہا تھوڑی دیر کے لئے پھر خاموشی چھا گئی۔

"وہ لڑکی کہاں ہے.... کنول....!" حمید نے پوچھا۔

فریدی اسے گھورنے لگا اور حمید نے مسکرا کر منہ پھیر لیا۔

"کنول.... میں نہیں جانتا کہ وہ اب کہاں ہے۔" ناگر نے کہا۔

"لیکن تم تینوں ساتھ ہی تو بھاگے ہو گے۔" فریدی بولا۔

"ہم وہاں ساتھ ہی پہنچے تھے جہاں ہمیں خطرات کے وقت پناہ لینے کا حکم ملا تھا۔ اس کے بعد میں یہاں چلا آیا۔"

"کہاں گئے تھے۔" فریدی نے پوچھا۔ لیکن ناگر نے فوراً ہی جواب نہ دیا۔

"کیا.... میں یقین کر لوں کہ آپ میری حفاظت کریں گے۔" ناگر نے پوچھا۔

"حتی الامکان....!" فریدی کا مختصر سا جواب تھا۔

"ہم لوگ! بیلی روڈ کی کوٹھی نمبر سترہ میں گئے تھے۔"

"کس کی کوٹھی ہے۔"

"اس کا علم مجھے نہیں۔ پہلی ہی بار وہاں گیا تھا۔"

"پھر....!"

ناگر خاموش ہو گیا۔ اس پر پھر رعشہ طاری ہو گیا تھا۔

"اس کی یاد بھی میرے لئے پریشان کن ہے۔" وہ کانپتا ہوا بولا۔

"سنو دوست!" فریدی نے مسکرا کر کہا۔ "ایک بات اور بھی واضح کرتا چلوں وہ یہ کہ مجھے ایکٹنگ اور حقیقت میں فرق کرنے کا کافی سلیقہ ہے۔"

"میں جو کچھ بھی کہنے جا رہا ہوں اس میں ذرہ برابر بھی جھوٹ نہیں۔" ناگر بولا۔

"خیر.... چلو....!" فریدی سگار سلگاتا ہوا بولا۔

"وہاں اس عمارت کے ایک کمرے میں مجھے کسی کی آواز سنائی دی۔ میں نے پلٹ کر دیکھا ایک دروازے کے ٹوٹے ہوئے شیشے سے دو خوفناک آنکھیں مجھے گھور رہی تھیں۔ سرخ سرخ خونی آنکھیں۔ میری ہمت نہیں تھی کہ میں کسی طرح نظریں چرا سکتا۔ میں ان کی طرف دیکھتا رہا اور مجھے ایسا محسوس ہوتا رہا جیسے میرے جسم کی ساری طاقت ان خوف ناک آنکھوں میں کھنچی جا رہی ہو۔ پھر مجھے ایک تیز قسم کی سرگوشی سنائی دی۔ ایسا معلوم ہوا جیسے وہ آواز ان آنکھوں سے نکل رہی ہو۔ مجھ سے کہا جا رہا تھا کہ میں ایک بند گاڑی میں پل تک جاؤں اور وہاں سے دریا میں چھلانگ لگا دوں۔ میں خاموشی سے مڑا اور باہر نکل آیا۔ اس وقت میرے ذہن میں صرف ایک ہی خیال تھا کہ مجھے دریا میں چھلانگ لگانی ہے.... اچھی طرح یاد نہیں کہ میں پیدل پل تک آیا یا میں نے حقیقتاً کسی بند گاڑی میں یہاں تک کا سفر کیا۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر فریدی تیز نظروں سے اس کے چہرے کو ٹٹولتا ہوا بولا۔ "اُس آسمانی رائفل کے بارے میں کیا جانتے ہو۔"

www.urdufans.com

www.allurdu.com

"آسمانی رائفل.... میں اسکے متعلق کچھ نہیں جانتا۔" ناگر نے کہا۔ "کیا وہ بھی مسٹر کیو....!"

"غالباً....!" فریدی اٹھ کر ٹہلتا ہوا بولا۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر فریدی اس کی طرف مڑ کر بولا۔

"میں نے تمہیں اس سے محفوظ رکھنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ لیکن اگر تم نے مجھے دھوکا دینے کی کوشش کی تو شاید میں تمہارے مسٹر کیو سے بھی زیادہ خوفناک ثابت ہوں۔"

"میں آپ کو کس طرح یقین دلاؤں.... میں....!"

ناگر کی آواز حلق میں گھٹ کر رہ گئی۔ فریدی چونک کر پلٹا۔ دروازے میں تین آدمی کھڑے تھے۔ تینوں کے ہاتھوں میں ریوالور تھے اور اُن کے چہرے سیاہ نقابوں سے ڈھکے ہوئے تھے۔

بموں کی بارش

فریدی کے سکون میں کسی قسم کا فرق نہ آیا۔ اُس کے ہونٹوں پر ایک زہریلی سی مسکراہٹ پھیل رہی تھی اور آنکھوں سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کسی ڈرامے کا ریہرسل دیکھ رہا ہو۔

"مکان چھوٹا ہے۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔ "اور مہمانوں کا تانتا بندھ گیا ہے۔"

"اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔" آنے والوں میں سے ایک نے سرگوشی کی حمید اور ناگر نے اپنے ہاتھ اٹھا لیئے۔ لیکن فریدی بدستور کھڑا مسکراتا رہا۔ ناگر بُری طرح کانپ رہا تھا۔

"مارنا مت۔" دفعتاً فریدی چیخا۔ ایسا معلوم ہوا جیسے اس نے ان تینوں آدمیوں کے پیچھے کھڑے ہوئے کسی آدمی کو مخاطب کیا ہو۔ تینوں چونک کر مڑے لیکن دوسرے ہی لمحے میں تینوں کے ریوالور زمین پر تھے اور فریدی اُن پر پل پڑا تھا۔ وہ تینوں ایک ساتھ پیچھے کی طرف الٹ گئے۔ حمید نے بے تحاشہ چھلانگ لگائی اور زمین پر پڑے ہوئے ریوالوروں پر قبضہ کر لیا۔

"ابے او گیدڑ کے بچے۔" حمید نے ناگر کو للکارا۔ لیکن اس نے سر اٹھانے کی بھی ہمت نہ کی۔ وہ اسے اُسی حال میں چھوڑ کر باہر نکل آیا۔ فریدی ان تینوں سے گتھا ہوا تھا۔

"ہینڈز اپ۔" حمید آہستہ سے بولا اور فریدی انہیں چھوڑ کر الگ ہٹ گیا اور ان تینوں نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھا لئے۔

تھوڑی دیر بعد حمید اور ناگر انہیں رسیوں سے جکڑ رہے تھے اور فریدی ریوالور لئے کھڑا تھا۔

"اب یہاں ٹھہرنا ٹھیک نہیں۔" فریدی نے حمید سے کہا۔ "تم دونوں یہیں ٹھہرو میں ابھی آیا۔"

وہ باہر چلا گیا اور حمید قیدیوں کے چہروں سے نقاب نوچنے لگا۔

"ان میں سے کسی کو پہچانتے ہو۔" حمید نے ناگر سے پوچھا۔

ناگر نے نفی میں سر ہلا دیا۔

وہ تینوں سر جھکائے زمین پر بیٹھے رہے۔

"تمہیں کس نے بھیجا تھا۔" حمید نے انہیں مخاطب کیا۔

لیکن انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ ان میں سے دو تو خائف نظر آتے تھے۔ لیکن ایک کے چہرے پر اب بھی خوفناک عزائم کی جھلک تھی وہ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ فریدی اندر داخل ہوا۔

تینوں کو اٹھایا گیا۔ ان کے ہاتھ ان کی پشت پر بندھے ہوئے تھے۔

باہر کھڑی ہوئی کار میں انہیں دھکیل دیا گیا۔ اگلی نشست پر فریدی اور ناگر بیٹھے پچھلی پر حمید تھا۔ مجرموں میں سے دو نیچے تھے اور تیسرا سیٹ پر۔

"تعاقب کا خیال رکھنا۔" فریدی نے حمید سے کہا اور کار اسٹارٹ کر دی۔

حمید پچھلے شیشے سے سڑک کی طرف دیکھتا رہا.... پھر ان کی کار جنگل کی طرف مڑ گئی۔

پل کے قریب والے کوارٹر کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ ان لوگوں نے جاتے وقت اسے بند کرنے کی بھی زحمت گوارا نہیں کی تھی۔ ان کے جانے کے تقریباً آدھ گھنٹے بعد ایک دوسری کار آکر وہاں رکی اور اس پر سے ایک آدمی نیچے اترا۔ اس کے علاوہ اس کار میں اور کوئی نہیں تھا۔

اُس نے بھی اپنا چہرہ سیاہ نقاب سے چھپا رکھا تھا۔ وہ چند لمحے کھڑا اِدھر اُدھر دیکھتا رہا پھر آہستہ آہستہ چلتا ہوا کوارٹر کے دروازے کے قریب آکر رک گیا۔ شاید وہ آہٹ لے رہا تھا۔ اُس نے جھانک کر اندر دیکھا۔ پھر ایک کنکری اٹھا کر کوارٹر کے اندرونی سائبان پر پھینکی۔ ٹین کا سائبان چیخ اٹھا لیکن اس کے علاوہ اور کوئی آواز نہ سنائی دی۔

دوسرے لمحے میں وہ کوارٹر کے اندر تھا۔ صحن میں ایک کرسی الٹی ہوئی ملی جس کا ایک پایہ ٹوٹا ہوا تھا۔ تینوں قیدیوں کے نقاب فرش پر پڑے ہوئے تھے۔ اس نے انہیں اٹھا کر دیکھا اور ایک عجیب طرح کی آواز اس کے منہ سے نکلی جو کسی بھیڑیئے کی غراہٹ سے بہت کچھ مشابہ تھی۔

www.urdufans.com

www.allurdu.com

پھر وہ برآمدے میں آیا چند لمحے ادھر اُدھر دیکھتا رہا۔ کمرے کا بلب روشن تھا۔

کمرے میں اُسے ناگر کے بھیگے ہوئے کپڑے ملے جنہیں اس نے بہت احتیاط سے اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا۔ تھوڑی دیر کمرے کی مختلف چیزیں الٹنے پلٹنے کے بعد وہ کمرے سے نکل آیا۔ ناگر کے کپڑے کار میں ڈال دیئے۔ اگلی سیٹ سے ایک چھوٹا سا صندوق اٹھایا جس سے ایک بڑا سا تار لٹک رہا تھا۔ زمین پر جھک کر اُس نے فریدی کی کار کے نشانات دیکھے اور وہ صندوق ایک پہیے کے نشان پر رکھ دیا۔ تار کا سلسلہ موٹر کی بیٹری سے ملاتے ہی صندوق کی سطح روشن ہو گئی۔ صندوق کا اوپری حصہ دراصل شیشے کا تھا۔ اس کے نیچے ایک بڑی سی سوئی تھی جو آہستہ آہستہ حرکت کر رہی تھی۔ سوئی کے گرد و پیش بے شمار چھوٹی چھوٹی آڑی، ترچھی، اور سیدھی لکیریں تھیں۔ کہیں کہیں قوسیں، دائرے اور زاویئے بھی نظر آ رہے تھے۔ سوئی اپنا چکر پورا کرنے سے قبل ہی ایک جگہ رک گئی۔ اُس نے جھک کر دیکھا۔

تھوڑی دیر بعد اس کی کار بھی اُدھر ہی جا رہی تھی جدھر فریدی کی گئی تھی۔

رات ڈھل رہی تھی اور چاند افق کی طرف جھک رہا تھا۔ سناٹے کی چادر کائنات پر محیط تھی۔

چھیول کے جنگلوں میں گھستے ہی فریدی کو کار کی رفتار کم کر دینی پڑی تھی راستہ ناہموار تھا اور بار بار حمید سوچنے لگتا تھا کہ کہیں کار الٹ ہی نہ جائے۔ چاند کے غروب ہوتے ہی اندھیرا پھیل گیا۔

دفعتاً حمید کے منہ سے عجیب سی آواز نکلی۔

"کیا بات ہے۔" فریدی نے چونک کر پوچھا۔

"تعاقب....!"

"کیا....؟"

"جی ہاں.... جھاڑیوں میں.... ابھی دور ہیڈ لائٹیں چمکیں تھیں.... غالباً کوئی کار ہی ہے۔"

"کک.... کون؟" ناگر ہکلا کر رہ گیا۔

تینوں قیدیوں نے اچھلنا شروع کر دیا تھا۔

"ذرا ان کی کنپٹی سہلاؤ۔" فریدی نے حمید سے کہا۔

حمید کے تین ہی گھونسوں نے انہیں خاموش کر دیا۔ گھونسے کنپٹیوں پر مارے گئے تھے۔

"ان میں سے کوئی ہوش میں تو نہیں۔" فریدی نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

حمید انہیں اچھی طرح ہلا کر دیکھنے کے بعد بولا۔ "سب ٹھیک ہے۔ اوہ وہ روشنی پھر.... زیب ہی معلوم ہوتی ہے۔"

فریدی نے کار روک دی لیکن انجن بند نہیں کیا۔ پھر وہ ناگر کو بازو سے پکڑ کر اتر گیا۔ حمید اس کے پیچھے تھا۔

وہ تینوں قریب کی جھاڑیوں میں چھپ گئے۔

تھوڑی دیر بعد انہیں سچ مچ ایک کار دکھائی دی جو اُن کی کار سے تھوڑے فاصلے پر رک گئی تھی اور اس کی ہیڈ لائٹس کی روشنی ان کی کار کے پچھلے حصے پر پڑ رہی تھی۔ حمید نے ریوالور نکال لیا۔ ایک آدمی کار سے اُتر کر نیچے کھڑا ہو گیا۔

"شش....!" فریدی حمید کا بازو پکڑ کر آہستہ سے بولا۔ "اسے کار کے قریب آنے دو۔"

اس آدمی کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ فریدی کی کار کی طرف بڑھنے کا ارادہ کر رہا ہو۔ وہ چند لمحے اسی طرح کھڑا رہا.... پھر اپنی کار میں بیٹھ کر اسے پیچھے کیطرف لے جانے لگا۔

"چلو بڑھو....!" فریدی آہستہ سے بولا۔ "کوئی خطرناک ارادہ۔ اس کے قریب ہی رہو۔"

وہ تینوں اُس کی کار کے ساتھ ہی ساتھ پیچھے کی طرف چلتے رہے۔ کار کافی پرانے ماڈل کی اور کھٹیا تھی۔ اس لئے اس کا انجن خاصا شور مچا رہا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ فریدی نے جھاڑیوں کی کھڑکھڑاہٹ کی بھی پرواہ نہیں کی تھی۔ اُسے یقین تھا کہ انجن کے شور میں جھاڑیوں کی آوازیں دب جائیں گی۔ تقریباً ایک فرلانگ کا فاصلہ طے کرنے کے بعد کار رک گئی اور انجن بند ہو گیا۔

تاریکی اور سناٹے کا وہی عالم تھا۔

"آخر یہ کیا کرنے جا رہا ہے۔" حمید نے سرگوشی کی۔

"دیکھتے جاؤ۔" فریدی بولا۔

ناگر کانپ رہا تھا۔

"اماں تم آدمی ہو یا بید مجنوں۔" فریدی نے اُس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "ریوالور کی نال سامنے ہی رکھنا، ورنہ کہیں اپنے ہی گولی نہ مار لو۔"

پھر وہ حمید کی طرف مڑ کر بولا۔ "ضرورت کے وقت فائر کرنے کی اجازت ہے۔"

وہ تینوں سینے کے بل رینگتے ہوئے جھاڑیوں سے نکلے.... لیکن کار بالکل خالی تھی۔

www.urdufanz.com

www.allurdu.com

"وہیں مار لیتے تو بہتر تھا۔" حمید بڑبڑایا۔

فریدی کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ایک زور دار دھماکا سنائی دیا۔ پھر دوسرا اور ایسا معلوم ہوا جیسے پورے جنگل میں آگ لگ گئی ہو۔

"بھاگو....!" فریدی حمید کا ہاتھ کھینچتا ہوا بولا۔

وہ تینوں تیزی سے پیچھے کی طرف دوڑ رہے تھے۔

"آخر.... بب.... بات کیا ہے۔" حمید ہانپتا ہوا بولا.... ایک دھماکا اور ہوا۔

"شاید اس نے کار پر بم مارا ہے۔" فریدی نے کہا۔ "اور اب ادھر اُدھر پھینک رہا ہے۔"

"مم.... مسٹر کیو....!" ناگر نے رونی آواز میں پوچھا۔

پھر دھماکہ ہوا۔ کار کے انجن کی آواز بھی سنائی دے رہی تھی۔

"جھاڑیوں میں.... گھسیں؟" حمید نے پوچھا۔

"بس بھاگتے رہو.... ایسی حماقت نہ کرنا۔ یہ بم غالباً ادھر ادھر کی جھاڑیوں ہی میں پھینکے جا رہے ہیں۔"

"تب تو مارے ہی گئے۔ میں پہلے ہی کہہ رہا تھا۔" حمید ہانپتا ہوا بولا۔

"بیٹے! حمید خاں! اس وقت اُس سے الجھنا ٹھیک نہیں۔ معلوم نہیں اسکے پاس کتنے اور بم ہوں۔ کار کی ہیڈ لائیٹس کا عکس سامنے کی جھاڑیوں کے اوپری حصے پر پڑ رہا تھا۔ کار شاید کسی پچھ نشیب میں تھی۔ ایک دھماکہ کہیں قریب ہی ہوا اور تیز قسم کی روشنی کے ساتھ ہی انہوں نے آنچ بھی محسوس کی۔ دوسرے ہی لمحے میں کار سر پر تھی۔ تینوں نے داہنی طرف کی جھاڑیوں میں چھلانگ لگادی۔ فریدی نے پلٹ کر کار پر فائر کیا۔ دو ریوالور اور چلے۔ لیکن کار تیزی سے گزر گئی۔ وہ ابھی تک فائر کئے جا رہے تھے۔

"چلو بس بھی کرو۔" فریدی جھلائی ہوئی آواز میں بولا۔

کار کے انجن کی آواز کہیں دور سنائی دے رہی تھی۔ رفتہ رفتہ وہ بھی سناٹے میں گھل مل گئی۔

"بڑی چوٹ ہوئی۔" حمید بولا۔

"اس کے علاوہ نہیں کہ اب پیدل چلتے چلتے کچومر نکل جائے گا۔" فریدی نے کہا۔ "بموں کا اسٹاک ختم ہو گیا تھا۔"

"چلئے کار کی خبر لیں۔" ناگر بولا۔

"کار.... شاید کار کے ٹکڑے بھی نہ ملیں۔ کیا تم روشنی نہیں دیکھ رہے ہو۔ آگ چاروں طرف پھیل رہی ہے۔ بس اب یہاں سے نکل چلو۔"

"مجھ میں اب چلنے کی بھی تاب نہیں۔" حمید ہانپتا ہوا بولا۔

"چلو تو آؤ میری پیٹھ پر۔" فریدی نے کہا۔

فریدی نے اُسے پیٹھ پر لاد لیا۔ آگ پھیلتی جا رہی تھی.... ناگر کو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ فریدی اب بھی اتنی ہی آسانی سے دوڑ رہا تھا جتنی آسانی سے اب تک دوڑتا آیا تھا۔ ناگر کی سانس بُری طرح پھول رہی تھی اور وہ سوچ رہا تھا کہ کاش سانس ہی درست کرنے کا موقع مل جاتا۔

سڑک پر پہنچ کر فریدی نے حمید کو اتار دیا۔ ناگر گر کر زمین پر ہانپنے لگا۔

"میرا خیال ہے کہ مسٹر کیو کے گروہ میں تم سب سے کچے تھے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"اگر.... میں.... میں.... آپ کے ساتھ.... نہ ہوتا.... تو.... میرا ہارٹ فیل ہو جاتا۔"

"وہ کار کس کی تھی۔" حمید نے پوچھا۔

"سرکاری۔" فریدی بولا۔ "بھئی جلدی کرو! کم از کم دس میل پیدل چلنا پڑے گا۔"

"کیا بے بسی ہے۔" حمید مضمحل سی ہنسی کے ساتھ بولا۔

"ہے تو۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔ "لیکن اگر ایسے میں تمہیں کوئی لڑکی مل جائے تو۔"

"جہنم میں گئی لڑکی۔" حمید غرا کر بولا۔

"کیوں بھئی ناگر۔"

"جی.... مجھے تو آپ مسٹر کیو سے بھی زیادہ عجیب معلوم ہوتے ہیں۔"

"وہ تینوں مفت میں مارے گئے۔" حمید نے کہا۔

"بھئی چلتے رہو۔" فریدی سگار سلگاتا ہوا بولا۔

"مجھے تو اب بھی یقین نہیں کہ میں زندہ ہوں۔" ناگر خوف زدہ آواز میں بولا۔

"کیوں....؟"

"مسٹر کیو! ایسے آدمیوں کو زندہ نہیں چھوڑتا جنہیں سمجھتا ہے کہ وہ پولیس کے ہاتھ لگ

www.urdufans.com

www.allurdu.com

جائیں گے۔"

"مگر! تم کہتے ہو کہ کسی نے اُسے آج تک دیکھا ہی نہیں ہے۔"

"جی ہاں!"

"پھر اسے کس بات کا خوف ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر اس کے ساتھیوں کو پولیس پکڑ بھی لے تو خود اس پر ہاتھ پڑنا محال ہے۔"

وہ یہ بھی نہیں چاہتا کہ کسی کو اس کا نام ہی معلوم ہو سکے۔

"اوہ....!" فریدی نے کہا اور کچھ سوچنے لگا۔ "ٹھیک ہی تو ہے۔ اگر پولیس کو یہ معلوم ہو گیا کہ کوئی مجرم سیکرٹ سروس والوں کی ٹیلی فونک ٹرانسمشن سروس استعمال کر رہا ہے تو اسے بند کر دے گی اور مسٹر کیو ایک بہت بڑی آسانی سے محروم ہو جائے گا۔"

"تب تو یار ناگر۔" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔ "تمہیں مر ہی جانا چاہئے۔"

"جج.... جی...." ناگر چلتے چلتے رک گیا۔

"ہاں! تمہیں مر جانا چاہئے۔"

"لیکن....!" وہ تھوک نگل کر بولا۔ "آپ نے وعدہ کیا تھا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں نے وعدہ کیا تھا کہ تمہیں مسٹر کیو سے بچاؤں گا۔ لہٰذا میں اسی وقت تمہیں دوبار بچا چکا ہوں۔ لیکن میں نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ تمہیں زندہ رہنے دوں گا۔"

ناگر کے منہ سے ایسی آوازیں نکلنے لگیں جیسے اُسے فرنجک ہو گئی ہو۔

"چپ رہو گھاگس....!" حمید اس کی پیٹھ پر گھونسہ جھاڑ کر بولا۔

"میں مر جاؤں گا۔" ناگر نے گھٹی گھٹی سی آواز میں کہا۔

"اچھا! تو لڈو بانٹنے کی بات ہو رہی تھی۔" حمید نے بڑے بے دردی سے قہقہہ لگایا۔ "ظاہر ہے کہ مارے جاؤ گے تو ضرور مر جاؤ گے۔"

"مجھے معاف کر دیجئے۔" ناگر گھگھیا کر بولا۔

"ابھی نہیں! مر جاؤ گے تب۔" حمید نے جھلا کر کہا اور فریدی ہنسنے لگا۔

"واقعی تم بڑے ڈرپوک ہو۔" فریدی اس کا شانہ تھپکتا ہوا بولا۔ "مجھے حیرت ہے کہ مسٹر کیو جیسے محتاط آدمی نے تمہیں کس طرح اپنے گروہ میں شامل کر لیا تھا اور مجھے تو اب اس میں بھی شک

ہے کہ تم منشیات کی ناجائز تجارت کرتے رہے ہو۔ ایسے لوگ بھی تھوڑے کیا کافی دلیر ہوتے ہیں۔"

ناگر کچھ نہ بولا۔

"خیر میں تمہیں خود نہیں ماروں گا۔" فریدی نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "تمہیں خودکشی کرنی پڑے گی۔"

"خودکشی۔"

"ہاں.... ظاہر ہے کہ مسٹر کیو نے تمہیں ہپنوٹائیز کر کے خودکشی ہی کے لئے بھیجا تھا اور اُس نے تمہارے پیچھے کسی کو لگا بھی دیا تھا جس نے اسے اطلاع دی کہ تم مرنے سے بچا لئے گئے ہو۔"

"پھر....؟"

"پھر یہی کہ تمہیں خودکشی کر ہی لینی چاہئے ورنہ مسٹر کیو کو بڑا دکھ ہو گا اور میں نہیں چاہتا کہ اس بے سہارا یتیم کا دل دکھے۔"

"آپ مذاق کر رہے ہیں۔" ناگر خوفزدہ آواز میں ہنسا۔

"ویسے! تم رہتے کہاں ہو۔" فریدی نے پوچھا۔

"ہمیں جانا کہاں ہے۔" حمید نے جھلا کر پوچھا۔

"بکو مت.... ہاں.... تم نے نہیں بتایا۔"

"پرنس لین میں۔"

"مالدار آدمی معلوم ہوتے ہو۔" فریدی نے کہا۔ پھر قدرے توقف سے پوچھا "اور کون کون ہے تمہارے ساتھ۔"

"کوئی نہیں.... میں تنہا رہتا ہوں۔"

"تب خودکشی کے لئے گھر ہی مناسب رہے گا۔"

"نہیں! نہیں۔" ناگر کانپتا ہوا بولا۔ "میں بالکل ویسا ہی محسوس کر رہا ہوں .... دریا میں کودنے سے قبل.... نہیں.... میں خودکشی نہیں کروں گا۔"

"کیا محسوس کر رہے ہو۔" حمید نے پوچھا۔

"بالکل یہی کہ مجھے خودکشی کر لینی چاہئے۔ دریا میں کودنے سے قبل بھی یہی ایک خیال میرے ذہن میں تھا کہ مجھے دریا میں کود جانا چاہئے.... نہیں نہیں میں مرنا نہیں چاہتا۔"

www.urdufans.com

www.allurdu.com

"تم اپنے گھر میں خودکشی کرو گے۔" فریدی نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا۔

ناگر کے منہ سے ایک گھٹی گھٹی سی چیخ نکلی اور بیہوش ہو کر گر پڑا۔

خفیہ پیغام

تیسرے دن پرنس لین کی کوٹھی نمبر گیارہ میں ناگر کی لاش پائی گئی۔ داہنی کنپٹی پر گولی لگی تھی۔ پولیس کو اس نتیجے پر پہنچنا پڑا کہ وہ خودکشی کا کیس تھا۔ کیونکہ قریب پڑے ہوئے ریوالور کے دستے پر مرنے والے ہی کے انگلیوں کے نشانات ملے تھے۔ کوٹھی کی تلاشی لینے پر کافی مقدار میں کوکین برآمد ہوئی اور پھر کچھ کاغذات بھی ملے۔ جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ مرنے والا بڑے پیمانے پر منشیات کا ناجائز لین دین کرتا تھا۔

کوٹھی کے باہر کافی بھیڑ تھی جس میں اخباروں کے رپورٹر بھی تھے۔ پولیس نے کسی کو بھی اندر نہیں جانے دیا۔ سرجنٹ حمید تھوڑی دیر تک کھڑا لوگوں کی چہ میگوئیاں سنتا رہا پھر وہاں سے چل پڑا۔ اس کے چہرے پر گھنی مونچھیں تھیں اور آنکھوں پر تاریک شیشوں کا چشمہ.... لباس شکاریوں جیسا پہن رکھا تھا۔ اُس نے ایک ٹیکسی کی اور پھر روزنامہ نیوز اسٹار کے دفتر کے قریب اُتر گیا۔

دفتر کے سامنے والے ریستوران میں داخل ہو کر اُس نے ادھر اُدھر دیکھا۔ دوسرے کنارے پر بیٹھے ہوئے ایک آدمی نے مسکرا کر اُسے آنکھ ماری اور حمید تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔

"کیا رہا؟" اس آدمی نے پوچھا۔

"تمہاری خودکشی خاصی کامیاب رہی۔" حمید بیٹھتا ہوا بولا۔

ناگر ہنسنے لگا۔ اس کے چہرے پر بھی فریدی نے اپنی استادی دکھائی تھی۔ اتنا شاندار میک اپ تھا کہ خود ناگر ہی پہلے اچنبھے میں پڑ گیا تھا۔

"کافی بھیڑ ہو گی۔" ناگر نے پوچھا۔

"کچھ مت پوچھو تمہاری شادی پر بھی اتنے آدمی اکٹھا نہ ہوتے۔"

"لیکن لاش کہاں ملی تھی۔"

"اوہ! یہ بھی کوئی بڑی بات ہے۔" حمید اپنی نقلی مونچھوں کو اینٹھتا ہوا بولا۔ "سول ہسپتال سے ایک لاوارث مردہ لے کر اُس پر تمہارا میک اپ کر دیا گیا۔"

"لیکن.... مردے میں خون کہاں سے آیا ہو گا۔"

"یار تم ڈیوٹ ہو! ارے بکرے کا خون۔ ویسے تم بھی کسی بکرے سے کم نہیں ہو۔" حمید نے کہا۔ "اب تم خودکشی کی وجہ بھی پوچھو گے۔"

"یقیناً....!"

"تمہارے مسٹر کیو کو مطمئن کرنے کے لئے۔ ورنہ وہ تمہیں پاتال میں بھی نہ چھوڑتا۔"

"کوئی اور وجہ۔" ناگر نے پوچھا۔ "ظاہر ہے کہ آپ لوگوں کو مجھ سے ہمدردی نہیں ہو سکتی۔"

حمید تھوڑی دیر تک اُسے غور سے دیکھتا رہا پھر بولا۔

"مجھے اب بھی تم پر شبہ ہے۔"

"کس بات کا۔" ناگر چونک کر بولا۔

"یہی کہ کہیں تمہاری کھوپڑی میں بھس کے بجائے عقل تو نہیں بھری ہوئی ہے۔" حمید نے کہا اور اشارے سے ایک ویٹر کو بلا کر اس سے بولا۔

"ایک کام کرو گے.... اوہ اچھا.... ٹھیک! یہ سامنے اخبار کا دفتر ہے نا! یہاں ایک مس رشیدہ ہیں.... جانتے ہو گڈ.... تو یہ لفافہ انہیں دے آؤ۔ کیا سمجھے؟"

حمید نے اس طرح اسے آنکھ ماری جیسے اس لفافے میں کوئی عشقیہ خط ہو۔

"اور یہ لو اپنا انعام۔" اُس نے ایک روپیہ اُس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ ویٹر سلام کر کے چلا گیا۔

"کیوں اُستاد۔" ناگر اپنی ایک آنکھ دبا کر مسکرایا۔

"ناگر....!" حمید نے سنجیدگی سے اُسے مخاطب کیا۔

"فرمایئے۔"

"تم نے کبھی عشق کیا ہے۔"

"کس سے۔"

"کسی سے۔"

"ہاں....!" ناگر کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "مجھے زندگی کے ہر حصے میں دولت سے عشق رہا ہے۔"

www.urdufans.com

www.allurdu.com

"دھت....!" حمید نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "تم فلسفی معلوم ہوتے ہو.... خیر تمہیں کنول نہیں پسند آئی تھی۔"

"دولت کسی ایک کنول کی پابند نہیں ہوتی۔" ناگر مسکرا کر بولا۔ "مگر وہ دوسری.... میں اُسے کبھی نہ بھلا سکوں گا۔"

"اوہو! بر سبیل تذکرہ.... یہ تو بتاؤ کہ اس رات کیا مجھے پہچان کر بے وقوف بنایا گیا تھا۔"

"قطعی....!" ناگر سر ہلا کر بولا۔ "کنول تمہیں پہچانتی تھی۔ اُس نے تو یہاں تک بتا دیا تھا۔ وہ کیڈیلاک مسٹر فریدی کی تھی۔ حمید صاحب! میرا خیال ہے کہ کنول اس گروہ کے بہتر دماغوں میں سے ہے اور اس حبشی کی تو اس سے روح فنا رہتی ہے۔"

"ہے زوردار....!" حمید نے اپنے پائپ میں تمباکو بھرتے ہوئے کہا۔

"دنیا کی مکار ترین لڑکی کہہ لو۔" ناگر بولا۔

تھوڑی دیر خاموشی رہی پھر ناگر ہی بولا۔

"اب ہمیں کیا کرنا ہے۔"

"ہدایات کا انتظار۔"

"مسٹر فریدی کہاں ہوں گے۔"

"خدا ہی جانے! تمہارے مسٹر کیو کو بھی دانتوں پسینہ آجائے گا۔"

"میں بھی کچھ ایسا ہی محسوس کر رہا ہوں۔" ناگر کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "کیا یہ کم حیرت انگیز ہے کہ میں نے خودکشی بھی کر لی ہے اور زندہ بھی ہوں۔ میری جگہ دراصل جیل خانہ میں ہونی چاہئے تھی۔ لیکن محکمہ سراغ رسانی کے ایک آفیسر کے ساتھ بیٹھا گپیں مار رہا ہوں۔"

"شش....!" حمید نے اُسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ اس کی نظریں دروازے کی رف اٹھی ہوئی تھیں جہاں کرائم رپورٹر انور[1] اور محکمہ سراغ رسانی کا بوڑھا انسپکٹر آصف داخل ہو رہے تھے۔

انور ایک جواں سال خوبصورت، ذہین مگر لاپرواہ آدمی تھا۔ بظاہر تو ایک معمولی کرائم رپورٹر تھا۔ لیکن شہر میں ہونے والے جرائم سے اس کا تھوڑا بہت تعلق ضرور ہوا کرتا تھا۔ لیکن وہ ہوشیار تھا کہ قانون کی گرفت میں آنے سے قبل ہی کوئی نیا فتنہ کھڑا کر کے الگ ہو جاتا۔ محکمہ کے آفیسروں میں فریدی کے علاوہ اور کسی سے نہیں دبتا تھا۔ فخریہ کہتا تھا کہ میں فریدی کا شاگرد

[1] انور اور رشیدہ کے کارناموں کے لئے جلد نمبر 4 اور جلد نمبر 5 ملاحظہ فرمائیے۔

ہوں رشیدہ اس کی دوست تھی۔ دونوں ایک ہی دفتر میں کام کرتے تھے اور ایک ہی فلیٹ میں رہتے تھے۔ رشیدہ کافی حسین مگر مضبوط اعضاء کی لڑکی تھی۔ چال ڈھال میں نسوانیت کی بجائے واضح قسم کی مردانگی رکھتی تھی۔

انسپکٹر آصف محکمہ سراغ رسانی کے ان آفیسروں میں سے تھا جو عموماً دوسرے کے کاندھے پر رکھ کر بندوق چلانے کے قائل تھے۔ اس پر جب بھی کوئی آفت آتی وہ انور کے پیچھے لگ جاتا۔ اُس سے مدد کا طالب ہوتا، کبھی خوشامدیں کرتا اور کبھی دھونس دھڑلے سے کام نکالنے کی کوشش کرتا۔ انور اُسے عموماً "بوڑھے بیٹے" کہہ کر مخاطب کرتا۔ وہ تینوں حمید اور ناگر کے قریب ہی ایک خالی میز پر آبیٹھے۔

انور آصف سے کہہ رہا تھا۔ "چلو جلدی سے آرڈر پلیس کرو۔"

"تم ہمیشہ گردن ہی کاٹنے کی فکر میں رہتے ہو۔" آصف ہنس کر بولا۔ "خیر.... بوائے۔"

اس نے ویٹر کو بلا کر تین آدمیوں کے لئے لنچ کا آرڈر دیا۔

"ہوں.... اب کہہ چلو۔" انور رشیدہ کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

"ظاہر ہے کہ تم اس موقعے پر نچلے نہ بیٹھو گے۔" آصف نے کہا۔ "میں یہی کہنا چاہتا تھا کہ اگر مجھ سے مل کر کام کرو تو کیا حرج ہے؟"

"چلو منظور ہے۔ میں مرتے دم تک تم سے مل کر کام کرتا رہوں گا۔ کام بھی تو بتاؤ۔"

"اڑنے لگے آخر! میرا خیال ہے کہ تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو۔"

"خیر یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے۔" انور مسکرا کر بولا۔

"آخر وہ رائفل.... کس کی ہو سکتی ہے۔" آصف نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"میری ہی ہے۔" انور نے سنجیدگی اور لاپروائی سے کہا۔

"پھر وہی۔" آصف بگڑ کر بولا اور رشیدہ ہنسنے لگی۔

حمید اور ناگر آئس کریم کھانے میں مشغول تھے۔

"تمہارے استاد۔" آصف تھوڑی دیر کے بعد بولا۔ "تو نہ جانے کس چوہے کی بل میں جا گھسے ہیں۔"

"اور آخیر میں یقیناً کسی ہاتھی کی سونڈ پکڑے ہوئے برآمد ہوں گے۔" انور بولا۔

www.urdufans.com

www.allurdu.com

"ہونہہ.....!" آصف نے بُرا سا منہ بنایا۔

ویٹر نے کھانا میز پر لگا دیا تھا۔

"بہر حال تم اطلاعات چاہتے ہو۔" انور نے کہا۔ "لہٰذا سب سے بڑی اطلاع یہ ہے کہ ہی تک میں تو خود ہی اندھیرے میں ہوں۔"

"میں اسے تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔"

"تم تو شائد اسے بھی تسلیم نہ کرو کہ بعض اوقات تم بڑے حسین معلوم ہوتے ہو ویسے بر سبیل تذکرہ میرے پاس سگریٹ بھی نہیں ہیں۔"

"تم ڈاکو ہو۔" آصف بگڑ کر بولا۔ "میرے پاس زیادہ پیسے نہیں ہیں۔"

"کیوں! کیا اب اس فیشن ایبل بوڑھی عورت سے کچھ نہیں ملتا جس نے مارٹن روڈ پر قحبہ خانہ کھول رکھا ہے۔"

آصف تحیر آمیز نظروں سے انور کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر کچھ بڑبڑاتے ہوئے اس نے جیب سے پرس نکالا۔

انور نے ویٹر کو آنکھ کے اشارے سے بلا کر آہستہ سے کہا۔ "اسٹیٹ ایکسپریس کے دو ٹن۔"

"دو نہیں ایک۔" آصف جھلا کر بولا۔

"اس عورت کے پاس ایک لڑکی بھی.....!"

آصف نے انور کو جملہ نہ پورا کرنے دیا۔ دس کا ایک نوٹ نکال کر ویٹر کے ہاتھ میں تھماتا ہوا جلدی سے بولا۔ "چلو بھاگ کر جاؤ دو ہی لانا۔"

پھر وہ قہر آلود نظروں سے انور کو گھورنے لگا۔ رشیدہ دوسری طرف منہ پھیر کر مسکرا رہی تھی۔

"آج کل میں بڑی پریشانیوں میں مبتلا ہوں۔" انور سر جھکائے ہوئے بڑبڑانے لگا۔ "فلیٹ کا تین ماہ کا کرایہ چڑھ گیا ہے۔ لانڈری والے نے تقاضوں کی بھرمار کر رکھی ہے۔ رشیدہ کا الگ قرض دار ہوں۔"

"یار تم کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہو۔" آصف بے بسی سے بولا۔

"صرف دو سو روپے مجھے بطور قرض دے دو۔" انور اسی طرح سر جھکائے ہوئے بولا۔ "باقی پائی ادا کر دوں گا۔"

"میں کوئی قارون ہوں۔" آصف نے جھلا کر کہا۔

"خیر نہ دو۔" انور نے معصومیت سے کہا۔ "ویسے میں دوسرا طریقہ بھی اختیار کر سکتا ہوں۔"

"تم کچھ نہیں کر سکتے۔" آصف بھڑک اٹھا۔

"یہ تو تم سچ کہہ رہے ہو۔" انور نے ٹھنڈے پانی کا گلاس چڑھا کر پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

سگریٹ آ گئے اور ویٹر میز صاف کر کے چلا گیا۔ آصف انور کو بدستور گھورتا رہا۔

"تم خود کو نہ جانے کیا سمجھنے لگے ہو۔" اُس نے کہا۔

"ایک ایسا یتیم جو قطعی بے سہارا ہو۔" انور مسمسی صورت بنا کر بولا۔

آصف کی جھلاہٹ اور بڑھ گئی اور وہ رشیدہ کی طرف مڑ کر بولا۔

"تم بھی نہیں سمجھاتیں اسے! مجھے یقین ہے کہ کسی دن بڑی مصیبت میں پھنس جائے گا۔"

"کبھی کبھی سمجھا دیا کرو بھئی۔" انور نے سنجیدگی سے کہا اور رشیدہ ہنس پڑی۔

آصف بل ادا کر کے اٹھنے لگا۔

"تو تم میری مدد نہیں کرو گے۔" انور نے کہا۔

"نہیں.... نہیں.... نہیں۔"

"خیر اب اس عورت کی خیر نہیں.... اور جو کچھ بھی بیان وہ عدالت میں دے گی ظاہر ہے۔"

"تم مجھے بلیک میل کرنا چاہتے ہو۔"

"جتنی بھی طرح دیتا ہوں اتنا ہی تم سر پر چڑھتے ہو۔"

"خیر اگر میں سر پر چڑھا ہوتا تو تم ٹوٹی ہوئی ہڈیوں اور لوتھڑوں کا ڈھیر ہوتے۔"

"آخر تم چاہتے کیا ہو۔" آصف ایک جھٹکے کے ساتھ بیٹھتا ہوا بولا۔

"تم میری مدد کرو! میں تمہاری مدد کروں گا اور ساتھ ہی دعا کروں گا کہ خدا میرا اور تمہارا بیڑا پار کر دے۔"

"تم مجھ سے ایک حبہ بھی نہیں لے سکتے۔"

"تمہاری مرضی! میں زبردستی کا قائل نہیں۔" انور نے آہستہ سے کہا اور اس کے چہرے پر فرشتوں کی سی معصومیت نظر آنے لگی۔

"اچھا پچھلے ہی مہینے میں مجھ سے ڈھائی سو لے چکے ہو۔"

www.urdufans.com

www.allurdu.com

"یہ بھی تو سوچو کہ تم نے پچھلے مہینے میں لوہے کی چور بازاری کے سلسلے میں ڈیڑھ کمائے تھے۔"

"آہستہ بولو۔" آصف ادھر اُدھر دیکھ کر بولا۔ "عجیب لغو آدمی ہو۔"

"بہر حال اگر تم نے ڈیڑھ ہزار میں سے ڈھائی سو نکال دیئے تو کون سا بڑا کمال کیا۔"

"میں ایک پائی بھی نہ دوں گا۔"

"مانگتا کون ہے تم سے۔" انور بھی بگڑ کر بولا۔ "میں براہِ راست اسی سے معاملہ طے کرلوں گا۔"

"کیا....!" آصف اچھل کر بولا۔ "تم اس سے بات بھی نہیں کر سکتے۔"

"بات!" انور سنجیدگی سے بولا۔ "میں اسے فلمی گیت تک سناؤں گا۔"

"خیر دیکھ لوں گا۔"

"تمہاری آنکھیں کمزور معلوم ہوتی ہیں۔ چشمہ لگا کر دیکھنا۔"

"اچھا....!" آصف دانت پیستا ہوا بولا۔ "دیکھا جائے گا۔"

وہ تیزی سے ریستوران سے نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد ہی ناگر اور حمید بھی اٹھ گئے۔

رشیدہ انور کو مسکراتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"تم کسی دن ضرور پھنسو گے۔" اس نے کہا۔

"شکار نکل گیا۔" انور ہاتھ ملتا ہوا بولا۔

"ہر مہینے تو لوٹتے ہو! غریب کو۔"

"غریب کہتی ہو۔ اس لکھ پتی کو۔ اس سے بڑا راشی شاید پورے محکمے میں کوئی نہ ہو۔"

"حالت تو چماروں جیسی بنائے رکھتا ہے۔"

"نوابی کر کے گردن تھوڑا ہی کٹوائے گا۔" انور بولا۔

"ابھی ابھی فریدی صاحب کا خط ملا۔" رشیدہ نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

"کیا لکھا ہے؟"

"جیمس اینڈ جعفری کی فرم کے لئے ایک لیڈی اسٹینو ٹائپسٹ کی جگہ نکلی ہے! آج ہی انٹرویو فریدی صاحب نے لکھا ہے کہ میں انٹرویو میں جاؤں۔"

"تو گویا.... وہ چاہتے ہیں کہ تم اس فرم میں ملازمت کرلو۔"

"اور کیا....؟"

"میرے لئے کچھ نہیں لکھا۔"

"نہیں.... بہت ممکن ہے کہ آگے چل کر تم بھی جھونکے جاؤ۔"

"شاید یہ میرے لئے پہلا اتفاق ہے کہ شہر میں ہونے والے کسی جرم کے متعلق لاعلم ہوں۔"

رشیدہ کی نظریں اس کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

"اوہ....!" انور پر خیال انداز میں بولا۔ "میرا خیال ہے کہ یہ وہی رائفل والا چکر ہے۔ وہ ہیں کہاں۔ یہ سب کچھ نہیں لکھا۔"

"خط کس سے ملا۔"

"یہیں کے لیک ویٹر سے۔"

"ہوں۔ میرا خیال ہے کہ فریدی صاحب کے ہاتھ کوئی کڑی آگئی ہے۔ اسی لئے ان پر حملہ بھی ہوا تھا۔"

"ہو سکتا ہے.... وہ مائیکروفون والا معاملہ بھی معمولی نہیں تھا۔"

"اور شاید وہی حملے کا باعث بھی تھا۔ فریدی صاحب کے اس انکشاف نے اس عجیب و غریب اسلحے کو قریب قریب بیکار ہی کر دیا۔"

"سرجنٹ حمید کا بھی کہیں پتہ نہیں۔" رشیدہ بولی۔

"ساتھ ہی ہوگا۔"

"اچھا تو اب وقت ہو رہا ہے.... میں چلی۔" رشیدہ کلائی کی گھڑی دیکھ کر اٹھتی ہوئی بولی۔

"کچھ پیسے ہیں تمہارے پاس۔" انور نے کہا۔ "تنخواہ پر لے لینا۔"

"ایک پائی بھی نہیں.... میں نہیں دے سکتی۔"

"نہ جانے کیوں آج بہت حسین لگ رہی ہو۔"

"نہیں میں حبشن ہوں۔" رشیدہ نے منہ بنا کر کہا اور باہر نکل گئی۔

انور انتہائی تلخی سے ہونٹ سکوڑے ہوئے سیٹی بجانے کی کوشش کر رہا تھا۔

www.urdufans.com

www.allurdu.com

ڈراؤنا آدمی

جیمس اینڈ جعفری کا دفتر رحمٰن لاج کے تین چار فلیٹوں پر مشتمل تھا۔ شہر کی بڑی فرموں میں جیمس اینڈ جعفری کا بھی شمار ہوتا تھا۔ فرم کا ایک پارٹنر جعفری ہی اس کا جنرل منیجر بھی تھا دوسرے حصے دار غیر ملکی تھے۔ جیمس سب سے بڑا حصہ دار اور ہالینڈ کا باشندہ تھا لیکن وہ یہاں نہیں رہتا تھا۔ اس کی یہاں کی تجارت کی دیکھ بھال اس کا مختار مسٹر ہر شفیلڈ کرتا تھا۔ وہ بھی ہر ماہ کے اختتام ہی پر دفتر میں آتا تھا۔ مختصر یہ کہ فرم حقیقتاً جعفری ہی کی کارکردگی کی بناء پر چل رہی تھی۔

جعفری کے کمرے کے سامنے ایک بڑا کمرہ تھا جس میں اس کی سیکریٹری راحیلہ بیٹھتی تھی اور شاید یہی کمرہ ملاقاتیوں کے لئے بھی تھا۔ حالانکہ انٹرویو کا وقت دو بجے تھا لیکن نو ہی بجے سے امیدوار آنے لگی تھیں۔ دو بجتے بجتے تو خاصی بھیڑ ہو گئی۔ ان میں سبھی نوجوان اور قبول صورت تھیں۔ جو نہیں بھی تھیں انہوں نے بننے کی کوشش کی تھی۔ انہیں میں رشیدہ بھی نظر آرہی تھی۔ ابھی تک اس کا نمبر نہیں آیا تھا۔ انٹرویو کے لئے اندر جانے سے پہلے ہر لڑکی اپنے پرس سے چھوٹا سا آئینہ نکال کر اپنے بالوں اور چہرے پر تنقیدی نظریں ضرور ڈالتی تھی۔ بعض تو ہونٹوں پر لپ اسٹک کی نئی تہہ چڑھانے لگتیں۔ رشیدہ نے اپنا پرس ٹٹولا لیکن اس میں کیا تھا۔ انور نے ایک کنگھا تک تو رکھنے نہیں دیا تھا۔ لپ اسٹک تو خیر اس نے برسوں سے نہیں استعمال کی تھی۔ انور کا قول تھا کہ لپ اسٹک لگانے سے حسن کی عصمت دری ہو جاتی ہے اور چہرے سے فاحشہ پن ٹپکنے لگتا ہے۔ البتہ ہلکے سے پاؤڈر اور اتنے ہلکے سے روج پر کہ سرخی قدرتی معلوم ہو اسے کوئی اعتراض نہیں تھا۔

ابھی کئی لڑکیاں باقی تھیں کہ سیکریٹری نے آکر رشیدہ کا نام لیا۔

رشیدہ لاپرواہی سے اٹھی اور اس کے ساتھ ہولی۔ سیکریٹری نے دروازہ کھولا اور رشیدہ جنرل منیجر مسٹر جعفری کے کمرے میں داخل ہوئی۔

دو سرخ اور خوفناک آنکھیں اس کی طرف اٹھیں اور رشیدہ کانپ گئی۔ بھاری جبڑوں، تیکھے خدوخال کا ایک ڈراؤنا آدمی اُسے گھور رہا تھا۔ اس کے شانے کافی چوڑے اور بھرے ہوئے تھے۔ پیشانی اونچی اور بال گھونگھریالے تھے لیکن نہ جانے کیوں اُن میں کوئی دلکشی نہیں تھی۔

"آہم....!" اس نے غرا کر سامنے والی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

رشیدہ بیٹھ گئی۔ لیکن نہ جانے کیوں اس کا حلق خشک ہونے لگا تھا ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے جسم کا ریشہ ریشہ کانپ رہا ہو۔

"آہم.... نام....!" وہ غرایا۔

"رشیدہ....!" وہ سر جھکائے ہوئے بولی۔

"تعلیم....!"

"بیچلر آف آرٹس۔"

"نانسنس، گریجویٹ کہو.... لڑکی بھی بیچلر.... اسپنسڑ۔"

"گریجویٹ....!" رشیدہ گھبرا کر بولی۔

"لپ اسٹک کبھی نہیں استعمال کرتیں یا آج ہی نہیں کی۔"

"کبھی نہیں۔"

"گڈ....!"

پھر اس نے اپنی سیکریٹری کی طرف مڑ کر پوچھا۔ "کوئی اور بھی ایسی ہے جس نے لپ اسٹک نہ لگا رکھی ہو۔"

"جی نہیں۔" سیکریٹری کی کپکپائی ہوئی سی آواز سنائی دی۔

"سب کو رخصت کر دو۔" وہ غرایا۔ "اور اگر تم نے بھی اس کا استعمال ترک نہ کیا تو تمہیں بھی رخصت کر دیا جائے گا.... سمجھیں۔"

"جی ہاں۔" وہ مری ہوئی آواز میں بولی اور باہر چلی گئی۔

"ڈکٹیشن....!" اس نے رشیدہ کی طرف کاغذ اور پنسل سرکاتے ہوئے کہا۔

رشیدہ کا ہاتھ کانپ رہا تھا لیکن وہ پنسل پکڑ کر بیٹھ گئی۔

تھوڑی دیر بعد وہ بول رہا تھا اور رشیدہ کا ہاتھ تیزی سے چل رہا تھا۔ اس نے ایک بار بھی سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھنے کی ہمت نہیں کی۔ وہ جانتی تھی کہ اگر ایک بار بھی اس سے نظریں چار ہو گئیں تو وہ جسمانی اور ذہنی دونوں حیثیتوں سے بیکار ہو جائے گی۔

"بس....!" وہ تھوڑی دیر بعد بولا۔ "جاؤ اسے ٹائپ کرو۔"

www.urdufans.com

www.allurdu.com

رشیدہ کمرے سے چلی آئی۔ بڑے کمرے میں سیکریٹری کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ وہ اپنی میز پر سر اوندھائے بیٹھی تھی اور اس کے جسم کی متواتر جنبشوں سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ سسک سسک کر رو رہی ہے۔ رشیدہ چپ چاپ بیٹھ کر ٹائپ کرنے لگی۔ دل ہی دل میں سوچ رہی تھی کہ فریدی نے کہاں پھنسا دیا۔

تھوڑی دیر بعد گھنٹی بجی اور سیکریٹری اچھل کر سیدھی ہو گئی۔ اس نے جلدی جلدی اپنی آنکھیں خشک کیں لباس درست کیا اور اندر چلی گئی۔ رشیدہ نے محسوس کیا کہ اس نے اپنے ہونٹ صاف کر ڈالے ہیں۔

رشیدہ ٹائپ کر چکنے کے بعد انتظار کرتی رہی۔ سیکریٹری اندر تھی۔ اس نے گھڑی کی طرف دیکھا وہ سوچ رہی تھی کہ کہیں وہ یہ نہ سمجھے کہ وہ اتنی دیر تک ٹٹول ٹٹول کر ٹائپ کرتی رہی ہے لیکن اس کی بھی ہمت نہیں تھی کہ جعفری کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹاتی۔

جیسے ہی سیکریٹری کمرے سے نکلی وہ کھڑی ہو گئی۔

"ہو گیا۔" رشیدہ آہستہ سے بولی۔ سیکریٹری نے سر کو خفیف سی جنبش سے دروازے کی طرف اشارہ کیا اور اپنی میز پر بیٹھ گئی۔

رشیدہ اندر چلی گئی۔

"آہم.... سٹ ڈاؤن۔" جعفری غرایا۔

رشیدہ نے بیٹھتے ہوئے شیٹ اُس کی طرف بڑھا دی۔

"ٹھیک! پہلے کہاں کام کیا ہے۔"

"نیو اسٹار کے دفتر میں۔"

"وہاں سے کیوں چھوڑا۔"

"زائد سٹاف میں تھی۔"

"آہم! کتنی تنخواہ تھی۔"

"ڈھائی سو۔"

"لیکن یہاں صرف دو سو ملیں گے۔"

"مجھے منظور ہے۔" رشیدہ آہستہ سے بولی۔

"گڈ!" اس نے گھنٹی کی طرف ہاتھ بڑھاتے بڑھاتے رک کر کہا۔ "ایک بات اور.... تم اپنے کام سے کام رکھو گی۔ وہ بات جس سے تمہیں کوئی سروکار نہ ہو اپنی دلچسپیوں کی لسٹ پر نہیں لاؤ گی۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی۔"

"آہم.... کچھ نہیں.... بس۔" اس نے گھنٹی بجائی اور سیکریٹری پھر اندر آ گئی۔

"انہیں کام بتاؤ۔" اس نے ایک کاغذ پر نظریں جمائے ہوئے کہا۔

سیکریٹری رشیدہ کو لے کر بڑے کمرے میں چلی آئی۔ اس کی آنکھیں سوجی ہوئی تھیں اور ناک کے نتھنے سرخ ہو گئے تھے۔ اس نے ایک فائل نکال کر رشیدہ کے سامنے ڈال دیا۔

"تاریخ وار ٹائپ کرتی جاؤ۔ ایک ایک نقل بھی ہو گی۔" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

رشیدہ صرف اس کی طرف دیکھ کر رہ گئی۔ ویسے وہ اس سے بہت کچھ پوچھنا چاہتی تھی۔ وہ فائل سے کاغذات نکال کر ٹائپ کرنے بیٹھ گئی۔

تھوڑی دیر بعد جعفری اپنے کمرے سے نکل کر اُن کی طرف دھیان دیئے بغیر باہر چلا گیا۔ اس کے جوتوں کی چڑچڑاہٹ کافی دیر تک سنائی دیتی رہی۔

رشیدہ ٹائپ کر رہی تھی لیکن اس کا ذہن اسی عجیب و غریب آدمی میں الجھا ہوا تھا اور اس کی سیکریٹری راحیلہ تو اس سے بھی عجیب تر معلوم ہو رہی تھی۔ یہ ایک دبلی پتلی سی کافی خوبصورت لڑکی تھی۔ آنکھیں بڑی اور پلکیں گھنیری تھیں اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ ہر وقت کسی انجانے نشے سے بوجھل رہتی ہوں۔ رشیدہ نے اسے آفس میں روتے دیکھا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ وہ اگر اپنے مالک کا رویہ اپنے لئے توہین آمیز سمجھتی ہے تو یہاں کیوں پڑی ہوئی ہے جعفری جیسا وحشی بھی آج تک اس کی نظروں سے نہیں گذرا تھا۔ اس نے اس غریب لڑکی سے کتنی بے دردی سے باتیں کی تھیں۔ شاید وہ عورت کا احترام کرنا جانتا ہی نہیں تھا۔

رشیدہ سوچتی رہی اور اس کی انگلیاں تیزی سے Key Board پر چلتی رہیں۔ اس نے یہ تک نہ محسوس کیا کہ راحیلہ اس کے قریب ہی آ کر بیٹھ گئی ہے۔

"کیا تمہیں کہیں اور ملازمت نہ ملتی۔" اس نے رشیدہ کو مخاطب کیا اور رشیدہ چونک پڑی۔

"ملازمت کہاں ملتی ہے آج کل۔" رشیدہ منہ بنا کر بولی۔

www.urdufans.com

www.allurdu.com

"دو ہی تین ہفتوں میں تمہارے گالوں کی ہڈیاں اُبھر آئیں گی۔"

"کیوں....!"

"اوہ! کیا تم نے کچھ نہیں محسوس کیا۔" وہ ہذیانی انداز میں بولی۔ "کیا وہ آدمی ہے درندہ... وحشی....!"

"لیکن... یہی میں بھی سوچ رہی تھی کہ آخر تم....!"

"میں....!" وہ رشیدہ کی بات کاٹ کر بولی۔ "میں مجبور ہوں۔ میری ایک اندھی بیوہ ماں ہے چھ بھائی بہن ہیں۔ وہ سب چھوٹے ہیں۔ اگر میں یہاں ملازمت ترک کردوں تو ان کا کیا ہوگا۔ مجھے یہاں تین سو روپے ملتے ہیں۔ زہر کی تین سو بوندیں، تین سو خنجر، جو چاہو سمجھ لو۔"

"یہ ہمیشہ ایسا ہی رہتا ہے۔" رشیدہ نے پوچھا۔

"ہمیشہ.... تم ہر وقت یہی محسوس کرو گی کہ تم پر ایک سانپ پھن اٹھائے مسلط ہے معلوم نہیں کب ڈس لے۔"

"تم یہاں کب سے ہو۔"

"ڈیڑھ سال سے.... اور یہ ڈیڑھ سال ایسے معلوم ہوئے ہیں جیسے ڈیڑھ ہزار برس گذر گئے ہوں۔"

"اس فرم کی خاص تجارت کیا ہے۔"

"لوہے کا سامان، سمندر پار کی ادویات، چمڑہ اور بھی کچھ ایسی چیزیں جن کیلئے خاص اسٹاف ہے۔"

"جنرل منیجر کا قیام کہاں ہے۔"

"خدا ہی جانے۔"

"کیوں؟" رشیدہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"وہ ایک قطعی غیر سوشل آدمی ہے۔ کم از کم میں تو قطعی نہیں جانتی کہ وہ کہاں رہتا ہے اور اس کی کیا مشغولیات ہیں۔"

"بیوی بچے ہیں۔" رشیدہ نے پوچھا۔

"بیوی بچے۔" راحیلہ زہر خند کے ساتھ بولی۔ "جانوروں کے بیوی بچے نہیں ہوا کرتے۔"

دور کہیں جوتوں کی چڑچڑاہٹ سنائی دی اور راحیلہ اچھل کر اپنی میز پر جا بیٹھی۔ رشیدہ کی

انگلیاں Key Board پر دوڑنے لگیں راحیلہ گھبراہٹ میں ایک فائل الٹ رہی تھی۔ جوتوں کی چڑچڑاہٹ قریب ہوتی جارہی تھی اور پھر کمرہ گونجنے لگا۔ جعفری دونوں کی میزوں کے درمیان آکر رک گیا۔ دونوں اس طرح کام میں مشغول نظر آرہی تھیں جیسے انہیں اس کے آنے کی اطلاع ہی نہ ہو۔ البتہ راحیلہ کانپ رہی تھی۔

"آہم....!" جعفری غرایا۔ "غپیں لڑ رہی تھیں.... لڑکی۔" اس نے رشیدہ کو مخاطب کیا۔ "تم نئی ہو.... لیکن.... آفس ٹائم میں.... صرف کام ہونا چاہئے۔"

وہ اپنے کمرے میں چلا گیا۔ رشیدہ بدحواسی سے ٹائپ کرتی رہی۔ اس کے چلے جانے کے بعد بھی اس نے سر نہیں اٹھایا۔ اس کی آواز اب تک اس کے سر میں دھمک پیدا کر رہی تھی اور راحیلہ تو بالکل پیلی پڑ گئی تھی۔

چار بجے پوری عمارت گھنٹیوں کی آواز سے گونج اٹھی۔ رشیدہ نے سر اٹھا کر دیکھا۔ راحیلہ فائلیں اٹھا اٹھا کر الماری بند کر رہی تھی۔ شاید یہ کام ختم ہونے کی گھنٹی تھی۔ رشیدہ بدستور ٹائپ کرتی رہی۔

"مشین بند کرو۔" راحیلہ نے اس کے قریب آکر کہا۔

"یہ شیٹ تو نکال لوں۔" رشیدہ بولی۔

"نہیں گھنٹی بجنے کے بعد کوئی کام نہیں کر سکتا۔"

"خیر اگر تم کچھ اور بھی سننا چاہتی ہو تو مجھے اعتراض نہیں۔" راحیلہ نے منہ بنا کر کہا اور اپنا ہینڈ بیگ اٹھانے لگی۔

"ٹھہرو۔" رشیدہ نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اس نے جلدی جلدی شیٹ ٹائپ رائٹر سے نکالا اور دوسرے کاغذات سمیٹ کر فائل میں رکھ دیئے۔

پھر وہ دونوں آفس سے نکل آئیں۔

"تو ہم گہرے دوست ہیں۔" رشیدہ مسکرا کر بولی۔ "آؤ چائے پئیں۔"

"چائے۔" راحیلہ کی آواز کھوئی کھوئی سی تھی۔ "مجھے فوراً ہی گھر پہنچنا ہوتا ہے.... ماں اندھی ہے نا۔ دوسری بہنیں بھی چھوٹی ہیں۔ اگر میں تھوڑا بہت وقت تفریحات کے لئے وقف کردوں تو.... مجھے دراصل یہاں سے جاکر کھانا تیار کرنا ہوگا۔"

www.urdufans.com

www.allurdu.com

"تو پھر مجھے اپنا گھر ہی دکھادو۔"

"اوہ بڑی خوشی سے۔" راحیلہ کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ "ضرور چلو، ماں بہت خوش ہوگی میرے کوئی دوست نہیں، مجھ جیسی مردہ دل سے کون دوستی کرے گا۔ آج کل دوستیاں تو عموماً کلبوں، باروں اور ریسٹورانوں تک محدود ہوتی ہیں۔ اوہ..... ابھی تک بس نہیں آئی۔"

"ٹیکسی سے چلیں گے۔" رشیدہ نے لاپروائی سے کہا۔

"ٹیکسی.....!" راحیلہ نے اس طرح دہرایا جیسے رشیدہ نے ہوائی جہاز کہا ہو۔

"ہاں..... ہاں..... میرے پاس کافی پیسے ہیں۔ میں اکیلی ہی ہوں نا..... کافی پیسے بچتے ہیں۔"

"تم اکیلی ہو۔" راحیلہ اسے اس طرح دیکھ رہی تھی جیسے وہ کوئی عجوبہ ہو۔

رشیدہ نے ایک ٹیکسی رکوائی اور دونوں اس میں بیٹھ گئیں۔ پھر اُس نے راحیلہ سے پتہ پوچھ کر شوفر کو بتایا اور ٹیکسی چل پڑی۔ راحیلہ اب تک رشیدہ کو حیرت سے دیکھ رہی تھی۔

"تمہارا کوئی مرد دوست نہیں۔" رشیدہ نے پوچھا۔

"نہیں کوئی نہیں۔" راحیلہ مضطربانہ انداز میں بولی۔ "میں نے آج تک اس کی ہمت ہی نہیں کی۔"

"کیوں؟"

"میں اپنی ہی ذات سے بڑی خائف رہتی ہوں کہ میرے ہی جذبات مجھے تنکے کی طرح نہ جانے کدھر بہالے جائیں گے پھر میری اندھی ماں کا کیا بنے گا۔ میرے ننھے ننھے بھائی بہن۔"

راحیلہ کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے تھے جنہیں وہ دوسری طرف منہ پھیر کر پینے کی کوشش کر رہی تھی۔

رشیدہ کچھ نہ بولی اور اس لڑکی کی بیچارگی پر غور کر رہی تھی۔ دونوں خاموش تھیں۔

دفعتاً راحیلہ چیخ پڑی..... وہ سامنے ہی دیکھ رہی تھی۔

ٹیکسی کے ڈرائیور کی لاپرواہی تھی یا سامنے سے آنے والی کار میں بیٹھے ہوئے آدمی کی غلطی کہ دونوں کاریں بس ایک فٹ کے فاصلے پر رک گئیں۔ بریکوں کی آواز سنائی دی اور وہ دونوں اگلی سیٹ کی پشت سے ٹکرا گئیں۔

دوسرے لمحے میں انہوں نے غراہٹ قسم کی آواز سنی جو جنرل منیجر جعفری کی آواز کے علاوہ اور کسی کی نہیں ہو سکتی تھی۔ وہ اپنی کار سے اُتر کر سیدھا ٹیکسی کی طرف آیا کھڑکی کھولی اور

شوفر کو گریبان سے پکڑ کر نیچے کھینچ لیا۔ اس نے ان دونوں کی طرف دھیان تک نہ دیا تھا۔

ڈرائیور کو دو تین ہاتھ جھاڑنے کے بعد وہ نہایت سکون سے اپنی کار میں جا کر بیٹھ گیا اور کار چل پڑی۔

ڈرائیور کئی منٹ تک گالیاں بکتا رہا۔ ٹیکسی کے گرد اچھی خاصی بھیڑ اکٹھا ہو گئی تھی۔

"کیوں صاحب میری غلطی تھی۔" وہ ٹیکسی میں بیٹھتا ہوا ان دونوں کی طرف مڑ کر بولا۔

"نہیں.....!" رشیدہ نے آہستہ سے کہا۔

"خیر سالے کو پھر کبھی دیکھ لوں گا۔ اُسے بھی یہیں رہنا ہے اور مجھے بھی۔"

ٹیکسی روانہ ہو گئی مگر ڈرائیور بدستور بڑبڑائے جا رہا تھا وہ کچھ اس قسم کی باتیں کر رہا تھا جیسے شہر میں جتنے بھی قتل ہوتے ہیں اسی کے دم سے اور جتنی بھی بدمعاشیاں پھیلی ہوئی ہیں ان سب کا روح رواں وہی ہے۔ دنیا میں اب تک جتنے بھی سرکش گذرے ہیں انہیں اسی نے نیچا دکھایا تھا۔

رشیدہ اور راحیلہ اپنے خشک ہونٹوں پر زبانیں پھیر رہی تھیں۔

حمید کی شرارت

تقریباً آٹھ بجے رشیدہ راحیلہ کے گھر سے واپس آئی۔ راحیلہ کے متعلق اس نے اندازہ لگایا تھا کہ وہ ایک سعادت مند بیٹی اور محنت کرنے والی بہن ہے۔ اگر کوئی اور موقع ہوتا تو وہ اس کی گھریلو زندگی کے متعلق سوچ سوچ کر کافی دیر تک لطف اندوز ہوتی مگر اس کا ذہن تو اپنی فرم کے جنرل منیجر جعفری میں الجھ کر رہ گیا تھا۔ اگر انسپکٹر فریدی نے اسے نہ بھیجا ہوتا تب بھی اور کسی موقع پر اس کی شخصیت رشیدہ کے ذہن پر ایک بہت بڑا سوالیہ نشان ضرور پیدا کرتی۔

وہ سوچ رہی تھی کہ آخر اس نے یہ کیوں کہا تھا کہ وہ اپنے کام سے کام رکھے گی کیا وہاں کوئی ایسا کام بھی ہوتا تھا جو کسی دوسرے کی کھوجی طبیعت میں بے چینی پیدا کر سکتا ہو۔

وہ فٹ پاتھ پر پیدل چل رہی تھی۔ دفعتاً اُس کے قریب سے گذرتے ہوئے دو آدمیوں نے اس کی توجہ اپنی طرف مبذول کرالی۔ وہ دبی زبان سے اسی عجیب و غریب رائفل کا تذکرہ کر رہے تھے جس نے پُراسرار طریقے پر وزیر خزانہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ انداز گفتگو ایسا تھا جیسے

www.urdufans.com

www.allurdu.com

وہ اس کے متعلق کچھ جانتے ہوں اور ان آدمیوں سے بھی واقف ہوں جنہوں نے اسے استعمال کیا تھا۔

رشیدہ چپ چاپ ان کا تعاقب کرنے لگی کیونکہ وہ ان کی حقیقت سے ناواقف تھی۔ ان میں ایک سرجنٹ حمید تھا اور دوسرا ناگر، حمید نے جان بوجھ کر یہ حرکت کی تھی۔ وہ ابھی تک شکاری والے بھیس میں تھا اور اس کے چہرے پر گھنی مونچھیں تھیں۔ رشیدہ کو دیکھ کر اس کی رگ شرارت پھڑک اٹھی تھی اور اس نے اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے رائفل کا تذکرہ چھیڑا۔ دن بھر کی کوفت کے بعد وہ تھوڑی سی تفریح بھی کرنا چاہتا تھا۔ آج وہ اور ناگر ٹیلی فون ایکسچینج کے گرد منڈلاتے رہے تھے۔ ٹیلی فون ایکسچینج میں اُسی دن محکمہ سراغ رسانی کے دو تین آدمی بحیثیت ٹیلی فون آپریٹرز داخل ہوئے تھے۔ انہیں فریدی کی طرف سے ہدایت ملی تھی کہ مسٹر کیو کے پیغامات پر نظر رکھیں اور انہیں نوٹ کر کے اس تک پہنچائیں۔ حمید دن بھر کی رپورٹ لے کر جا ہی رہا تھا کہ رشیدہ نظر آ گئی۔

حمید اور ناگر نے ایک ریستوران کا رخ کیا۔ رشیدہ پیچھے لگی رہی وہ ان کے قریب ہی کی ایک خالی میز پر جا بیٹھی۔ حمید اور ناگر سرگوشیوں میں گفتگو کرتے رہے۔ بظاہر وہ رشیدہ کی طرف سے لاعلم نظر آ رہے تھے۔

رشیدہ نے کافی منگوائی لیکن اسے پتہ نہیں کہ کب ختم ہو گئی۔ وہ دراصل ان کی گفتگو سننے کی کوشش کر رہی تھی۔

اپنی چائے ختم کرنے کے بعد حمید اور ناگر اٹھ گئے۔ رشیدہ کا شبہ یقین کی حد تک پہنچ چکا تھا۔ اس نے جلدی سے بل ادا کیا اور باہر نکل آئی۔ دونوں فٹ پاتھ پر آہستہ چل رہے تھے۔ سڑک سے گذر کر وہ ایک گلی میں مڑ گئے۔ رشیدہ کافی فاصلے پر ان کا تعاقب کر رہی تھی۔ نہ جانے کتنی پیچ در پیچ گلیوں سے اسے گذرنا پڑا۔ وہ دونوں کہیں رکنے کا نام ہی نہ لیتے تھے۔

وہ پھر ایک تاریک گلی میں مڑے اور رشیدہ جیسے ہی اس گلی میں داخل ہوئی اس نے محسوس کیا کہ دونوں کے قدموں کی آوازیں آنی بند ہو گئی ہیں۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اندھیرے میں گھور رہی تھی۔ دفعتاً کوئی ٹھنڈی سی چیز اس کی کنپٹی سے آ لگی۔

"خبردار۔" ایک سرگوشی سنائی دی۔ "آواز نکلی اور کھوپڑی صاف۔ بغیر آواز کا ریوالور

ہے.... آگے چلو.... چلو....!"

اب ریوالور کی نال اس کی پیٹھ پر تھی اور وہ دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ آہستہ آہستہ قدم اٹھا رہی تھی۔

"داہنے مڑو.... چلتی رہو.... ٹھیک.... اب رک جاؤ۔"

تالے میں کنجی گھمانے کی آواز سنائی دی اور کوئی دروازہ چرچراہٹ کے ساتھ کھلا۔ گلی میں عجیب طرح کی سیلی سیلی سی بدبو گونج رہی تھی۔

"چلو اندر چلو.... شابش۔" سرگوشی پھر سنائی دی۔ حمید حتی الامکان اپنی آواز بدلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ رشیدہ پرلے سرے کی چالاک اور ذہین ہے اگر پہچان گئی تو ساری تفریح کرکری ہو جائے گی۔ ان کے پیچھے دروازہ بند ہو گیا۔ پھر سوئچ اون کرنے کی آواز آئی اور راہداری روشن ہو گئی۔ رشیدہ نے خود کو انہیں دونوں کے درمیان میں پایا۔ گھنی مونچھ والے شکاری کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔

"آگے بڑھئے.... محترمہ۔" سرجنٹ حمید نے نہایت ادب سے کہا۔

"اس کا مطلب....!" رشیدہ بگڑ کر بولی۔

"اندر لغت موجود ہے۔ مجھے مطلب زبانی نہیں یاد رہا کرتے۔"

"مجھے جانے دو.... ورنہ شور مچاؤں گی۔"

"اونچی سے اونچی عورت سے بھی میں یہی توقع رکھتا ہوں۔" حمید لاپروائی سے بولا۔ "چلئے۔"

رشیدہ بے بسی سے چلنے لگی۔ وہ ایک کمرے میں آئے جہاں کئی پرانی اور زنگ خوردہ کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔

"تشریف رکھئے۔" حمید نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ رشیدہ بیٹھ گئی۔

"مجھے یاد نہیں آ رہا ہے کہ میں آپ کو یہاں کس لئے لایا ہوں۔" حمید نے ذہن پر زور دینے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے کہا۔

"یہ کیا بیہودگی ہے۔" رشیدہ بگڑ کر کھڑی ہو گئی۔

"جاؤ ایک چھرا تلاش کرو۔" حمید نے ناگر کو مخاطب کر کے کہا۔ ناگر مسکراتا ہوا چلا گیا۔

"بیٹھئے بیٹھئے۔" حمید رشیدہ کی طرف دیکھ کر خشک لہجے میں بولا۔ "مجھے جو لڑکی پسند آتی ہے

www.urdufans.com

www.allurdu.com

اُسے میں اپنی پہلی فرصت میں ذبح کر ڈالتا ہوں۔"

رشیدہ اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی۔

"اس لئے ذبح کر ڈالتا ہوں کہ وہ کسی اور کو نہ پسند آجائے۔" حمید نے پھر کہا۔

"بکو نہیں! مجھے جانے دو۔" رشیدہ جی کڑا کر کے بولی۔

"افسوس!" حمید مغموم آواز میں بولا۔ "میں سمجھا تھا کہ تم پہلی ہی نظر میں مجھ پر عاشق ہو گئی ہو گی۔"

رشیدہ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ وہ سوچ رہی تھی کہ کہیں وہ کسی پاگل کے ہتھے تو نہیں چڑھ گئی۔ اتنے میں ناگر ایک بڑا سا چھرا لے کر آ گیا۔ حمید نے ہاتھ میں لے کر اس کی دھار دیکھی پھر بگڑ کر بولا۔

"اس سے تو موم کی عورت بھی نہ ذبح ہو گی۔ جا کر تیز کرو۔"

ناگر چھرا لے کر پھر چلا گیا۔

"جب سے تمہیں دیکھا ہے۔" حمید سینے پر ہاتھ رکھ کر ٹھیٹھ عشقیہ انداز میں بولا۔ "دل کبھی نیچے کبھی اوپر.... تمہارا خون کتنا لذیذ ہو گا۔ اور تمہاری بوٹیاں .... ہائے.... ہائے.... بغیر ریشے کا گوشت.... ہولے ہولے احتیاط سے چباؤں گا۔ بوٹیاں دانتوں کے نیچے پھسلیں گی.... ہائے.... ہائے۔"

وہ اچھل اچھل کر زور زور سے سینہ پیٹنے لگا۔

رشیدہ کانپنے لگی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا لہرانے لگا۔

"سنتی ہو۔" حمید نے پھر ہانک لگائی۔ "تمہاری انگلیوں کی ہڈیاں.... رسیلی ہڈیاں.... کرر کرر چباؤں گا۔"

رشیدہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اگر یہ پاگل ہے تو اس کا ساتھی تو پاگل نہیں ہو سکتا۔ کس وبال میں پھنس گئی۔

"ڈرو نہیں بھئی۔" حمید بچوں کی طرح ٹھنک کر بولا۔ "ڈر کر تم سارا مزہ کرکرا کر دو گی۔"

"مجھے جانے دو۔" رشیدہ گھٹی گھٹی سی آواز میں چیخی۔

"اس مکان کی دیواریں خاص طور سے بنائی گئی ہیں۔" وہ پُر سکون لہجے میں بولا۔ "تم اچھی

طرح چیخ چیخ کر دیکھ لو کوئی جو مدد کو آئے۔ چلو تمہیں ان لڑکیوں کی ہڈیاں اور کھوپڑیاں دکھاؤں جنہیں پہلے کھا چکا ہوں۔ ارے اب تو رال بھی ٹپکنے لگی۔ کہاں مر گیا۔ بھائی، اے کیا ابھی تک چھرا ہی نہیں تیز ہوا۔"

"خدا کے لئے مجھے جانے دو۔"

"کیا تم نہیں چاہتیں کہ میں تمہیں کھا جاؤں۔"

"نہیں....!" رشیدہ بوکھلا کر بولی۔

"اگر میں تمہیں چھوڑ دوں تو مجھے یاد رکھو گی۔"

"ہاں....!" رشیدہ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہہ رہی ہے اور کیا سن رہی ہے۔

"تمہارا نام کیا ہے۔"

"رشیدہ....!"

"تب تو میں تمہیں ہرگز نہ چھوڑوں گا۔"

"کیوں....؟"

"رشیدہ جو نام ہے تمہارا۔ ہر وہ نام مجھے بہت پیارا لگتا ہے جس میں شین ہو رشیدہ.... ہائے۔"

وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر ہانک لگائی۔ "ابے تیز ہو گیا چھرا۔"

"تیز کر رہا ہوں۔" کسی دوسرے کمرے سے آواز آئی۔

"جلدی کرو۔"

"نہیں.... نہیں....!" رشیدہ گھگھیائی۔

"ارے.... واہ.... یہ بھی کوئی بات ہوئی۔ سب سے پہلے تمہارے ہونٹ کاٹوں گا پھر گالوں کا گوشت اتاروں گا.... ہائے ہائے۔"

وہ کسی ندیدے آدمی کی طرح منہ چلانے لگا۔

"بچاؤ.... بچاؤ۔" رشیدہ زور سے چیخی۔

حمید ہنسنے لگا۔ دور کہیں بھاری قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی جلدی جلدی زینے طے کر رہا ہو۔

"چپ رہو.... چپ رہو۔" حمید دھیرے سے بولا۔ "میرا باپ آ رہا ہے۔"

www.urdufans.com

www.allurdu.com

"بچاؤ....!" رشیدہ پھر چیخی۔

"عجیب احمق لڑکی ہو۔ خدا غارت کرے تمہیں۔ سارا مزہ کرکرا کر دیا۔"

قدموں کی آوازیں نزدیک ہوتی جا رہی تھیں۔ پھر ایک دروازہ کھلا اور رشیدہ کو انسپکٹر فرید دکھائی دیا۔ وہ چیخ کر اس کی طرف جھپٹی اور قریب قریب اس پر گر پڑی۔

"بچایئے! بچایئے مجھے اس پاگل سے۔"

"پاگل....!" فریدی کے لہجے میں حیرت تھی۔

"جی ہاں.... پپ پاگل.... مجھے ذبح کرنا چاہتا تھا.... چھرا.... چھرا.... تیز ہو رہا ہے۔"

"سمجھا! ٹھہرو کہاں چلے۔" فریدی نے حمید کو للکارا۔

حمید رک گیا۔

"یہ کیا حرکت تھی۔" فریدی اُسے گھورتا ہوا بولا۔ رشیدہ سیدھی کھڑی ہو گئی تھی حیرت سے کبھی حمید کی طرف دیکھتی تھی اور کبھی فریدی کی طرف۔

"حمید! میں تم سے سچ مچ تنگ آ گیا ہوں۔"

"حمید....!" رشیدہ نے آہستہ سے دہرایا اور اس نے ہونٹ بھینچ لئے۔ وہ آہستہ آہستہ حمید کی طرف بڑھی اور پھر اچھل کر اس کے بال مٹھی میں جکڑ لئے دوسرے لمحے میں وہ اسے ایک صوفے پر گرائے اس پر چڑھی بیٹھی گھونسوں اور تھپڑوں کی بارش کر رہی تھی۔ فریدی بے تحاشہ ہنس رہا تھا اور حمید ہنس تو وہ بھی رہا تھا لیکن رشیدہ کی چٹکیوں اور بکوٹوں کی وجہ سے اس کی ہنسی میں کراہیں اور چیخیں بھی شامل ہو گئی تھیں۔ بدقت تمام فریدی نے انہیں الگ کیا۔ اس دوران نادر بھی آ گیا تھا اور اس کے ہاتھ میں ابھی تک چھرا دبا ہوا تھا۔

"ابھی تک میرا دل نہیں بھرا۔" رشیدہ ہانپتی ہوئی بولی۔

"اور ابھی میری تھکن بھی دور نہیں ہوئی۔ انور واقعی بڑا خوش قسمت ہے۔"

"بے حیا۔" رشیدہ نے بھنا کر کہا۔

"کسی عورت کے ہاتھ سے پٹنے میں بڑی لذت پائی جاتی ہے۔"

"اچھا تو ٹھہرو۔" رشیدہ پھر بڑھی لیکن فریدی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر حمید سے کہا۔ "اب تم پیٹو گے تمہیں۔"

"خدا کی قسم بڑی کوفت ہو گی مجھے۔" حمید ڈھٹائی سے بولا اور ہنستا ہوا کمرے سے چلا گیا۔

"تم کیسے پھنس گئیں اس کے چکر میں۔" فریدی نے پوچھا۔

رشیدہ نے سارے واقعات دہرا دیئے۔

"عاجز ہوں اس سور سے۔" فریدی نے کہا۔

"خیر میں بھی کسی موقعے سے وہ مزہ چکھاؤں گی کہ یاد ہی کرے گا۔"

"بھئی ابھی نہیں.... بہت کام کرنا ہے۔"

"میں نے جیمس اینڈ جعفری میں ملازمت کر لی ہے۔"

"بہت خوب۔ جعفری کا اعتماد حاصل کرنے کی کوشش کرو اور ادھر اُدھر بھی نظر رکھنا۔"

"کیا اس کا تعلق اسی رائفل....!"

"ہاں.... ہاں.... لیکن کسی کام میں جلدی کرنے کی ضرورت نہیں۔"

"وہ بڑا خوفناک اور پرلے سرے کا وحشی ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔" فریدی پُر خیال انداز میں سر ہلا کر بولا۔ "تمہیں میری طرف سے برابر ہدایات ملتی رہیں گی۔ جب ضرورت سمجھوں گا تو انور کو بھی شریک کر لوں گا ویسے اس کا خیال کیا ہے۔"

"کچھ بھی نہیں! وہ کہتا ہے کہ ابھی تک میں کچھ سمجھ ہی نہیں سکا۔"

"معاملہ ہی ایسا ہے۔" فریدی نے سگار سلگاتے ہوئے کہا۔ "تم نے اپنا صحیح نام ہی بتایا تھا نا۔"

"جی ہاں۔"

"ٹھیک ہے! میں سوچ رہا تھا کہ کہیں تم غلط نام نہ بتاؤ۔ اس طرح اسے شبہ ہو جاتا۔"

"تو کیا اس طرح شبہ نہ ہو گا۔" رشیدہ نے کہا۔ "شہر کے سارے جرائم پیشہ قریب قریب میرے اور انور کے نام سے تو واقف ہی ہیں۔"

"فکر مت کرو۔ تم وہاں اکیلی نہیں ہو۔" فریدی بولا۔ پھر اس نے حمید کو آواز دی۔

حمید دانتوں میں پائپ دبائے ہوئے اس شان سے داخل ہوا جیسے کچھ دیر قبل اس نے کوئی بہت بڑا معرکہ سر انجام دیا ہو۔ رشیدہ کو بھی ہنسی آ ہی گئی۔

"رشیدہ کو گلی کے موڑ تک پہنچا آؤ۔" فریدی نے کہا۔

"میں خود چلی جاؤں گی۔" رشیدہ دروازے کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔

www.urdufans.com

www.allurdu.com

"ایسا بھی کیا۔" حمید اس کے پیچھے چل پڑا۔ ناگر بھی اس کے ساتھ تھا۔

رشیدہ کو پہنچا کر دونوں لوٹے۔

فریدی کمرے میں ان کا انتظار کر رہا تھا۔ حمید کو دیکھتے ہی برس پڑا۔

"نہ موقع دیکھتے ہو نہ محل! آخر اسے یہاں لانے کی کیا ضرورت تھی۔ گدھے کہیں کے! شرم نہیں آئی پٹتے ہوئے۔"

"آپ کو آگئی.... یہی کافی ہے۔ میں اور آپ الگ تھوڑا ہی ہیں۔" حمید جیب سے دن بھر کی رپورٹ نکالتا ہوا بولا۔ "مسٹر کیو کے نام کئی پیغامات تھے۔ نمبر ا نہیں ملا۔ نمبر ۲..... نہیں ملا.... بہر حال دن میں تقریباً پچاس آدمیوں نے "نہیں ملا" کی ہانک لگائی۔ سبھوں نے پبلک ٹیلی فون بوتھ استعمال کئے تھے۔ پیغام نمبر ۵۳.... سب ٹھیک ہے.... نمبر ۵۴.... دیکھ لیا جائے گا نمبر ۵۵ انتظار ہو گیا.... نمبر ۶.... آج رات کو.... نمبر ۵۷.... بنگلہ خالی ہے! کوئی نیا منیجر ابھی تک نہیں رکھا گیا۔"

"آخری پیغام....!" فریدی پُر خیال انداز میں بولا۔ "غالباً ڈاکٹر نارنگ کے متعلق ہے۔"

"اوہ ٹھیک یاد آیا.... یہ تو بھول ہی گیا تھا۔" حمید نے کہا۔ "آج تین بجے شام کو کسی نے ڈاکٹر نارنگ پر بھی حملہ کیا تھا.... حملہ آور پکڑا نہیں گیا۔"

"کہاں.... کس طرح۔" فریدی چونک کر بولا۔

"بیچ بازار میں.... مین روڈ پر.... وہ کار میں جا رہا تھا کہ کسی نے گولی چلائی لیکن وہ بچ گیا۔ شیشے کے کچھ ٹکڑے اس کے جسم پر لگے ہیں۔"

"اوہ....!" فریدی کی پیشانی پر شکنیں اُبھر آئی تھیں۔

"رمیش! جیون اور اختر!" حمید بولا۔ "جیمس اینڈ جعفری کے دفتر کی نگرانی کر رہے ہیں۔ آخر انہیں وہاں کیوں لگایا گیا ہے۔ کیا وہی مسٹر کیو ہو سکتا ہے۔ جعفری ہے تو خوفناک۔ رشیدہ وہاں کیا کرے گی۔"

"دیکھتے جاؤ۔" فریدی نے کہا اور پھر کسی سوچ میں ڈوب گیا۔

ڈکٹافون

مسٹر کیو کا مسئلہ ابھی تک فریدی اور حمید ہی تک محدود تھا یا پھر خود اسی کے گروہ والے اس نام سے واقف تھے۔ رشیدہ تک کو فریدی نے اس کے متعلق کچھ نہیں بتایا تھا اور اس کا محکمہ تو خیر اندھیرے میں تھا ہی۔ اس بار بھی اس نے حسب عادت محکمے کو اپنی مشغولیات کی باقاعدہ رپورٹ نہیں دی تھی۔ ڈی۔ آئی۔ جی تک کو اس کا علم نہیں تھا کہ فریدی کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے۔ فریدی نے اپنے ماتحتوں میں سے پانچ چھ خاص قسم کے آدمیوں کو مختلف کاموں پر لگا رکھا تھا لیکن وہ بھی یہ نہیں جانتے تھے کہ انہیں ہدایات کہاں سے مل رہی ہیں۔

بہر حال مسٹر کیو کا نام تاریکی ہی میں رہتا اگر واقعات نے دوسرا رخ اختیار نہ کر لیا ہوتا اور شاید اس واقعے کا ذمہ دار بھی فریدی ہی تھا کہ مسٹر کیو کو خود ہی اپنا نام ظاہر کر دینا پڑا۔ فریدی کو پہلے سے علم تھا کہ اس نام کو سیکرٹ سروس کے بعض ممبر استعمال کرتے رہے ہیں۔ لہٰذا حمید اور ناگر کے تجربات سامنے رکھ کر اُس نے اس کے متعلق تفتیش شروع کر دی۔ ہو سکتا ہے کہ مجرم اس سے واقف ہو گیا ہو اور اس نے اب کسی قسم کی پردہ داری مناسب نہ سمجھی ہو۔

ناگر کی مصنوعی خودکشی والے دن کے بعد سے ٹیلی فون ایکسچینج میں مسٹر کیو کے نام کے پیغامات موصول ہونے بند ہو گئے تھے۔

جس دن ناگر کی مصنوعی خودکشی منظر عام پر آئی اسی دن ڈاکٹر نارنگ ایم۔ پی پر حملہ کیا گیا لیکن وہ بال بال بچ گیا۔ اسی رات کو ایک دوسرا حادثہ ہوا۔ وہ بھی اپنی نوعیت کے اعتبار سے معمولی نہیں تھا۔ ڈاکٹر نارنگ ہی کے گروپ کے دو پارلیمنٹری ممبر اپنی قیام گاہوں پر قتل کر دیئے گئے۔ دوسری صبح کو ان کے سر جسموں سے الگ پائے گئے اور انتہائی کوششوں کے باوجود بھی اس قسم کے نشانات نہ مل سکے جن سے قاتلوں پر روشنی پڑتی۔

عوام میں خوف کی لہر دوڑ گئی تھی اور خواص کو تو ہر لحظہ ملک الموت کی جھلکیاں دکھائی دیتی تھیں۔ پہلے وزیر خزانہ انتہائی پُر اسرار طریقے پر قتل ہوئے پھر ڈاکٹر نارنگ پر شہر کی سب سے بھری پڑی سڑک پر اعلانیہ حملہ کیا گیا اور اسی رات کو پارلیمنٹ کے دو اور ممبر قتل کر دیئے گئے لہٰذا خواص کی سراسیمگی لازمی تھی۔

www.urdufans.com

www.allurdu.com

محکمہ سراغ رسانی کی عمارت میں تو گویا زلزلہ آگیا تھا۔ آئی۔جی سے لے کر معمولی سپاہی لباس والے تک بوکھلاہٹوں کا شکار نظر آرہے تھے۔ سارا عملہ آج پھر بڑے کمرے میں اکٹھا تھا۔ البتہ فریدی اور حمید موجود نہ تھے اور وہ پانچ مخصوص سادہ لباس والے بھی نہیں تھے جنہیں فریدی نے خود ٹریننگ دی تھی۔

ڈی۔ آئی۔جی اور آئی۔جی میں کسی خاص مسئلے پر بحث ہو رہی تھی کہ ایک کلرک نے آکر ڈی۔ آئی۔جی کو مطلع کیا کہ اس کی فون کال ہے۔

ڈی۔ آئی۔جی اٹھ کر چلا گیا تقریباً دو تین منٹ تک خاموشی رہی پھر ڈی۔ آئی۔جی کی واپسی پر ایک انسپکٹر نے کچھ کہنا چاہا لیکن اس نے ہاتھ کے اشارے سے اُسے روک دیا۔

"ڈاکٹر نارنگ ایم پی کا فون تھا۔" اُس نے آئی۔جی سے کہا۔ "کوئی خاص بات معلوم ہوتی ہے۔ مجھے بلایا ہے۔ آواز سے خوفزدہ معلوم ہوتے تھے۔"

"میرا خیال تو یہ ہے کہ اب یہ سب اپنی حفاظت کیلئے آدمی بھی مانگیں گے۔" آئی۔جی بولا۔

ڈی۔ آئی۔جی چند لمحے بیٹھا کچھ سوچتا رہا پھر کمرے سے باہر چلا گیا۔

ڈاکٹر نارنگ اپنی شہری قیام گاہ کے کمرے میں بے چینی سے ٹہل رہا تھا جیسے ہی ایک نوکر نے ڈی۔ آئی۔جی کا ملاقاتی کارڈ لا کر دیا وہ خود ہی صدر دروازے تک دوڑا چلا گیا۔

"اوہ.... آپ آگئے شکریہ۔" وہ ڈی۔ آئی۔جی سے مصافحہ کرتے ہوئے مضطربانہ انداز میں بولا۔ "چلئے.... اندر چلئے.... اوہ! میں اس تکلیف دہی کے لئے شرمندہ ہوں۔ میں خود بھی.... آپ تک پہنچ سکتا تھا مگر....؟"

وہ اُسے نشست کے کمرے میں لے آیا۔

"بیٹھئے! بیٹھئے۔ آپ جانتے ہیں کہ پرسوں مجھ پر حملہ ہو چکا ہے اور رات کو میرے دو ساتھی....!" ڈاکٹر نارنگ تھوک نگل کر رہ گیا۔ پھر ہونٹوں پر زبان پھیرتا ہوا بولا۔ وزیر خزانہ بھی میرے گہرے دوستوں میں سے تھے۔ میں کچھ سمجھ نہیں سکتا۔ میری.... ہم لوگوں کی پالیسی سے تو پورا ملک واقف ہے....!"

"جی ہاں۔" ڈی۔ آئی۔جی سر ہلا کر بولا۔ "یہی تو باعث حیرت ہے سارے کے سارے مخلص اور بے ضرر محبِ وطن تھے۔"

"اور اب.... ایک ایسی بات ہوئی ہے۔" ڈاکٹر نے خوف زدہ انداز میں چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ پھر مضطربانہ اٹھا اور دروازے تک گیا۔ ایک لمحہ ادھر اُدھر دیکھتا رہا اور لوٹ کر آہستہ سے بولا۔ "آج صبح مجھے ایک دھمکی آمیز خط ملا ہے کسی نامعلوم آدمی کی طرف سے۔"

اس نے اپنے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک لفافہ نکال کر ڈی۔ آئی۔جی کی طرف بڑھا دیا۔

ڈی۔ آئی۔جی لفافے سے خط نکال کر پڑھنے لگا۔ معمولی کاغذ پر ٹائپ کیا ہوا تھا۔

"ڈاکٹر نارنگ ایم پی.... خوش قسمت تھے کہ کل بچ گئے۔ بہر حال تمہیں حکم دیا جاتا ہے کہ اپنا دیہی بنگلہ ایک ماہ کے لئے بالکل خالی کر دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تمہارا بھی وہی انجام ہوگا جو وزیر خزانہ اور تمہارے دو ساتھیوں کا ہو چکا ہے۔ اگر تم اسے محض دھمکی سمجھو تو یہ تمہاری بھول ہوگی۔ اس سلسلے میں پولیس سے مدد لینا وقت کی بربادی کے علاوہ اور کچھ نہ ہوگا۔ وزیر خزانہ کی موت ہزاروں کے مجمع میں ہوئی تھی تمہارے دونوں ساتھی بھرے پُرے گھروں میں مار ڈالے گئے لیکن کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ کافی عقل مند آدمی ہو۔ اس لئے توقع ہے کہ حکم کے خلاف نہ کرو گے۔ فقط

مسٹر کیو۔"

"مسٹر کیو!" ڈی۔ آئی۔جی آہستہ سے بڑبڑایا اور جواب طلب نظروں سے ڈاکٹر نارنگ کی طرف دیکھنے لگا۔

"اب بتایئے میں کیا کروں۔"

"آپ کی حفاظت کا انتظام کیا جائے گا مگر یہ مسٹر کیو۔"

"میں نہیں جانتا یہ کون ہے۔" ڈاکٹر نارنگ نے بے چینی سے کہا۔ "لیکن کیا آپ کے حفاظتی اقدامات مجھے بچا سکیں گے۔"

ڈی۔ آئی۔جی کے چہرے پر گہرے تفکر کے آثار تھے۔ وہ تھوڑی دیر بعد بولا۔

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ کسی نے آپ سے مذاق کیا ہو۔"

"مذاق! مجھ سے کون.... مذاق کرے گا۔ شاید آپ بھول رہے ہیں کہ پرسوں مجھ پر حملہ

www.urdufans.com

www.allurdu.com

بھی ہو چکا ہے۔"

"تو سنئے! میں آپ کو یہی مشورہ دوں گا کہ چپ چاپ بنگلہ خالی کر دیجئے۔ کیا وہاں آپ ملازمین ہیں؟"

"جی ہاں!"

"تو انہیں وہاں سے ہٹا دیجئے۔ بقیہ ہم دیکھ لیں گے اور آپ زیادہ تر گھر ہی رہیں تو بہتر ہے۔"

ڈی۔ آئی۔ جی تھوڑی دیر تک اسے تسلیاں دیتا رہا پھر وہ خط اس سے لے کر واپس آ گیا۔

آئی۔ جی اس کا منتظر تھا۔ وہ دونوں اپنے مخصوص ریٹائرنگ روم میں چلے آئے۔

ان دونوں کے درمیان مسٹر کیو کی شخصیت زیر بحث تھی۔

"جہاں تک میرے علم میں ہے۔" ڈی۔ آئی۔ جی کہہ رہا تھا۔ "یہ نام سیکرٹ سروس والے استعمال کرتے ہیں اور اس کا علم میرے محکمے میں فریدی کو ہو تو ہو اور کسی کو نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہی ایک ایسا ہے جو متعلق اور غیر متعلق ہر بات پر نظر رکھتا ہے۔"

"لیکن سیکرٹ سروس والے....!" آئی۔ جی کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"اسی الجھن میں بڑی دیر سے مبتلا ہوں۔" ڈی۔ آئی۔ جی بولا۔

"آخر یہ فریدی رپورٹ کیوں نہیں دے رہا ہے۔" آئی۔ جی کے لہجے میں جھلاہٹ تھی۔

"کبھی نہیں دیتا اور میرے خیال سے اچھا ہی کرتا ہے۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے کہا۔ "خصوصاً یہ معاملہ تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے جس میں انتہائی راز داری سے کام لیا جائے۔"

"میں اسے درست نہیں سمجھتا۔ رپورٹ تو اسے دینی ہی چاہئے۔"

"کون سمجھائے اُسے! زیادہ کہئے تو استعفیٰ تیار ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ محض فطری میلان کی بناء پر اس محکمے میں آیا ہے۔ ورنہ خاندانی دولت اتنی کثیر رکھتا ہے جو کئی پشتوں کے لئے کافی ہو سکتی ہے۔"

"کچھ بھی ہو اتنی خود سری نہیں برداشت کی جا سکتی۔" آئی۔ جی کی آواز غصے میں کانپ رہی تھی۔

ڈی۔ آئی۔ جی کچھ دیر خاموش رہا پھر بولا۔ "وہ جب بھی اس طرح غائب ہوا ہے کچھ نہ کچھ کر کے ہی واپس آیا ہے۔ گارساں[1] ہی والے کیس کو لیجئے۔"

"آپ خواہ مخواہ اُس کی طرف داری کر رہے ہیں۔" آئی۔ جی بگڑ کر بولا۔

ڈی۔ آئی۔ جی کچھ نہ بولا لیکن اس کا چہرہ بھی غصے سے سرخ ہو گیا تھا۔

[1] جوبلی نمبر "خوفناک ہنگامہ" ملاحظہ فرمائیے۔

آئی۔ جی پھر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اردلی نے چق ہٹا کر آپریشن روم کے انچارج کی آمد کی اطلاع دی۔

"بلا لو....!" آئی۔ جی بولا۔

آنے والے نے ایک کاغذ بڑھاتے ہوئے ڈی۔ آئی۔ جی سے کہا۔ "آپ کے نام ٹرانسمیٹر پر یہ پیغام موصول ہوا ہے۔"

ڈی۔ آئی۔ جی نے کاغذ لے لیا۔ یہ پیغام محض اشاراتی الفاظ (Code Words) میں تھا۔

دفعتاً ڈی۔ آئی۔ جی کی آنکھوں میں ایک خاص قسم کی چمک پیدا ہوئی اور وہ دبے ہوئے جوش کے ساتھ بولا۔

"دیکھا آپ نے! ہمیں مسٹر کیو کے متعلق آج ہی معلوم ہوا ہے لیکن فریدی پہلے سے جانتا تھا۔"

"یعنی....؟"

"سنئے!" ڈی۔ آئی۔ جی کاغذ پر نظریں جمائے ہوئے بولا۔ "جناب والا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ مسٹر کیو نے خود ہی اپنے کو ظاہر کر دیا اور یہ بات بھی آپ سے پوشیدہ نہ ہو گی کہ یہ نام سیکرٹ سروس کے پانچ ممبران استعمال کرتے تھے۔ جب مجھے پہلی بار مجرم مسٹر کیو کے نام سے آگاہی ہوئی تو میں نے سیکرٹ سروس والوں کی تلاش شروع کر دی میں نے ان کے ٹھکانے کا پتہ لگا لیا ہے۔ لیکن وہ خود نہیں ملے اور نہ ان کے ٹرانسمیٹر ہی کا سراغ مل سکا۔ ٹیلی فون ایکسچینج میں بھی پرسوں رات سے اب تک مسٹر کیو کے نام کوئی پیغام نہیں موصول ہوا۔ حالانکہ پچھلا ریکارڈ بتاتا ہے کہ ہر گھنٹے میں آٹھ دس پیغامات اس کے نام ضرور ہوتے تھے۔ آپ اس سلسلے میں سیکرٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر سے گفت و شنید کیجئے۔ ویسے میں تو یہی سمجھنے پر مجبور ہوں کہ وہ پانچوں عرصہ ہوا ٹھکانے لگا دیئے گئے۔"

ڈی۔ آئی۔ جی خاموش ہو کر فخریہ انداز میں آئی۔ جی کی طرف دیکھنے لگا۔

"ہوں....!" آئی۔ جی نے اپنے ہونٹ بھینچ لئے اور اس طرح اپنے جوتوں کی طرف دیکھنے لگا جیسے ان سے جواب طلب کر رہا ہو۔

"تو کوئی سیکرٹ سروس والوں کی آڑ میں یہ سب کچھ کر رہا ہے۔" آئی۔ جی تھوڑی دیر بعد بولا۔

www.urdufans.com

www.allurdu.com

"اس کے علاوہ اور کیا سوچا جا سکتا ہے۔"

"پھر کیا کیا جائے۔"

"میرے خیال سے سیکرٹ سروس والوں کے ہیڈ کوارٹر سے تحقیق ضروری ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" آئی۔جی نے کہا اور میز پر رکھی ہوئی گھنٹی بجائی۔ چپراسی اندر داخل ہوا۔

"آپریشن روم کے انچارج کو سلام دو۔" آئی جی نے کہا۔

تھوڑی دیر بعد انچارج آ گیا۔

"یہ پیغام....!" آئی۔جی کاغذ اس کی طرف بڑھاتا ہوا "سیکرٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر کے لئے.... جواب فوراً چاہئے۔"

آپریشن روم کے انچارج کے جانے کے فوراً بعد کئی منٹ تک خاموشی رہی پھر ڈی آئی جی بولا۔

"میرا خیال ہے کہ فریدی کسی سیدھے ہی راستے پر لگ گیا ہے۔"

"لیکن مجھے اس کا یہ رویہ قطعی پسند نہیں۔" آئی۔جی نے تلخ لہجے میں کہا۔ "ضروری نہیں کہ وہ ہر معاملے میں دانش مند ہی ثابت ہو۔ اسے دوسروں سے بھی مشورہ کرنا چاہئے۔"

ڈی۔ آئی۔جی شاید بات بڑھانا نہیں چاہتا تھا۔ اس لئے چند لمحے خاموش رہ کر بولا۔

"بات تو ٹھیک ہی ہے! اگر ہماری لاعلمی میں کسی مصیبت میں پھنس گیا تو ہمیں اطلاع تک نہ ہوگی۔ خیر اگر مل گیا تو میں سمجھانے کی کوشش کروں گا۔"

"سمجھاؤ نہیں بلکہ مجبور کرو۔"

"بہتر ہے۔"

وہ دونوں پھر خاموش ہو گئے۔ دونوں کے چہرے گہرے تفکر کا پتہ دے رہے تھے۔ دفعتاً ڈی۔ آئی۔جی چونک کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

"یہ آواز کیسی تھی۔" وہ آہستہ آہستہ بڑبڑایا۔

"آواز کہاں....!"

"کچھ کھر رکھر رسی تھی۔"

آئی۔جی ہنسنے لگا۔ پھر سنجیدہ ہو کر بولا۔ "واقعی ہم لوگوں کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں رہی۔ غالباً اس الماری میں کوئی چوہا ہے۔"

"چوہا! وہ دیکھئے! سنئے یہ آواز کچھ ایسی ہی ہے جیسی مائیکروفون میں ہاتھ لگنے یا کسی دوسری چیز کی رگڑ سے پیدا ہوتی ہے۔"

آئی۔جی غور سے سننے لگا پھر سر ہلا کر ڈی۔ آئی۔جی کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔ "ہے تو۔"

ڈی۔ آئی۔جی نے الماری کھول کر دیکھا۔ وہاں کتابوں کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا لیکن آواز تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد برابر سنائی دیتی رہی۔ دفعتاً اُس نے الماری کے پیچھے جھانک کر دیکھا اور اس کے منہ سے ایک تحیر آمیز سی آواز نکل گئی۔

"ڈکٹافون[1]....!" وہ آئی۔جی کی طرف مڑ کر بولا۔ "یہاں ڈکٹافون کا کیا کام۔"

دونوں خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔ آئی۔جی نے آپریشن روم کے انچارج کو پھر بلوایا۔ لیکن اس نے بتایا کہ محکمے کے سارے ڈکٹافون آپریشن روم ہی میں موجود ہیں اور اس کمرے میں تو کبھی کوئی ڈکٹافون لایا ہی نہیں گیا۔

"تو اس کا یہ مطلب ہے کہ کوئی ہماری گفتگو سنتا رہا ہے۔" آئی۔جی نے کہا۔

اس انکشاف پر محکمے کی عمارت کو ایک دوسرے زلزلے سے دوچار ہونا پڑا۔ سارے کمرے چھان مارے گئے اور نتیجے کے طور پر پانچ عدد سنٹ اور بھی برآمد ہوئے۔

لیکن ان کا سلسلہ کہاں سے تھا۔ تھوڑی دیر بعد ایک انسپکٹر نے اس کا بھی پتہ لگا لیا۔ ٹیلی فون کے تاروں پر لپٹے ہوئے باریک باریک تار دکھائی دیئے جن کا سلسلہ دوسرے کھمبے تک جا کر ختم ہو گیا تھا اور وہیں سے تار نیچے کی طرف لائے گئے تھے۔ دوسرا کھمبہ دراصل مہندی کی ایک بے ترتیب باڑھ کے درمیان میں تھا اور اس کی بے مرمت شاخیں کافی اونچائی تک پھیلی ہوئی تھیں۔ اس لئے ان تاروں کا آسانی سے دیکھ لیا جانا تقریباً ناممکن ہی سا تھا۔

پھر مہندی کی باڑھ سے ملی ہوئی مالتی کی جھاڑیوں میں ڈکٹافون کا ریسیونگ سیٹ بھی مل گیا۔ اس کی تلاش کے سلسلے میں کافی ہنگامہ برپا ہو گیا تھا اور ڈی۔ آئی۔جی سوچ رہا تھا کہ ان سے ایک ہمالیائی غلطی سرزد ہو گئی ہے۔

"ہم سے غلطی ہوئی۔" ڈی۔ آئی۔جی نے کہا۔ "اب اس آدمی کا پتہ چلانا دشوار ہے جو انہیں استعمال کرتا ہے۔"

---

[1] ایک آلہ سماعت جو دوسروں کی لاعلمی میں ان کی پوشیدہ گفتگو سننے کے لئے استعمال کیا ہے۔

www.urdufans.com

www.allurdu.com

"غلطی تو سچ مچ ہوئی۔" آئی۔جی مضمحل آواز میں بولا۔

"اگر فریدی ہوتا....!"

آئی۔جی کے حلق سے نکلنے والی غصیلی آواز نے ڈی۔ آئی۔جی کو جملہ مکمل نہ کرنے دیا۔

"کیا ہوتا۔" آئی۔جی جھنجھلا کر کہہ رہا تھا۔ "تم لوگوں نے اسے فوق البشر کا درجہ دے رکھا ہے اور اسی لئے اس کا دماغ عرش پر رہتا ہے۔"

ڈی۔ آئی۔جی خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ اس نے تہیہ کر لیا کہ وہ اب کچھ بولے گا ہی نہیں۔

کچھ دیر بعد وہ پھر اسی کمرے میں آ بیٹھے جہاں ڈکٹافون کا پہلا سیٹ ملا تھا۔ وہ دونوں خاموش ہی تھے اور ان کے چہروں پر ناگواری کے اثرات پائے جا رہے تھے۔

آپریشن روم کے انچارج کے قدموں کی آہٹ نے خاموشی کا طلسم توڑ دیا۔ وہ آئی۔جی کے سامنے ایک کاغذ رکھ کر واپس چلا گیا۔

یہ سیکرٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر والوں کی رپورٹ تھی جو ٹرانسمیٹر پر موصول ہوئی تھی۔

آئی۔جی پڑھنے لگا۔

"پانچوں آدمی کام کر رہے ہیں۔ تین دن قبل ان کی تنخواہیں ادا کی گئی ہیں۔ ان کی جائے رہائش کے متعلق کسی کو کوئی علم نہیں۔ جب ضرورت محسوس ہوگی ان سے معلوم کر لی جائے گی۔ لیکن اس کے لئے بھی اوپر سے آئے ہوئے احکامات ہی کار آمد ثابت ہو سکیں گے۔"

آئی۔جی تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر سر ہلا کر بولا۔

"عجیب بات ہے۔"

"ہے تو عجیب ہی۔" ڈی۔ آئی۔جی نے کہا۔ اس کے انداز سے معلوم ہو رہا تھا کہ اب وہ اس موضوع پر گفتگو نہیں کرنا چاہتا لیکن وہ حقیقتاً فریدی کے اس خیال سے متفق تھا کہ سیکرٹ سروس والے بھی مار ڈالے گئے اور اب وہ یہ سوچ رہا تھا کہ ڈاکٹر نارنگ کے دیہی بنگلے کی خفیہ نگرانی شروع کرا دے۔

سعی لاحاصل

ایک دن رشیدہ بہت سویرے آفس پہنچ گئی۔ لیکن یہ محض اتفاق نہیں تھا بلکہ اُس نے دیدہ

دانستہ ایسا کیا تھا۔ تین چار دنوں کے دوران اس نے جیمس اینڈ جعفری فرم کے متعلق بہت کچھ معلوم کر لیا تھا اور جعفری کے سلسلے میں یہ بات خاص طور سے نوٹ کی تھی کہ وہ اکثر اپنے کمرے میں بیٹھے ہی بیٹھے حیرت انگیز طور پر غائب ہو جایا کرتا تھا۔ جعفری کے کمرے کا دروازہ اسی بڑے کمرے میں کھلتا تھا جس میں رشیدہ اور راحلہ بیٹھا کرتی تھیں۔ اس کے علاوہ دوسری طرف صرف کھڑکیاں تھیں اور ان میں بھی لوہے کی سلاخیں لگی ہوئی تھیں۔ ورنہ یہ خیال ہوتا کہ وہ باہر جانے کے لئے ان کھڑکیوں ہی کو استعمال کرتا ہوگا۔ لہٰذا رشیدہ کا خیال تھا کہ اس کے کمرے میں چور دروازہ ہے اور وہ اسے ڈھونڈھ نکالنا چاہتی تھی۔ اسے اطمینان تھا کہ جعفری دس بجے سے پہلے آفس میں نہیں آئے گا ورنہ شاید وہ اس کی ہمت بھی نہ کرتی۔ کیونکہ محض اس کی آنکھوں ہی سے اُس کی روح فنا ہونے لگتی تھی۔ آٹھ بج رہے تھے ساڑھے نو بجے قبل قبل راحیلہ کے آنے کے بھی امکانات نہیں تھے۔

صفائی کرنے والا کمرے کی صفائی کر کے جا چکا تھا اور چپراسی بڑے کمرے کے باہر اسٹول پر بیٹھا بڑے مزے سے سگریٹ پی رہا تھا۔ رشیدہ کو خلاف معمول اتنے سویرے دیکھ کر اسے حیرت ہوئی لیکن رشیدہ نے پچھلے دن کے بقیہ کام کو نپٹانے کا بہانہ کر کے اس کی حیرت زیادہ نہ بڑھنے دی۔ حالانکہ یہ چیز جیمس اینڈ جعفری کی فرم کے قاعدے کے خلاف تھی۔ لیکن چپراسی شاید یہ سوچ کر چپ ہو رہا کہ مس صاحبہ ابھی نئی پھنسی ہیں۔ جس دن منیجر صاحب نے کان کھول دیئے سب ٹھیک ہو جائے گا۔

رشیدہ فائیل نکال کر ٹائپ کرنے بیٹھ گئی لیکن چپراسی کا مسئلہ؟ وہ سوچ رہی تھی کہ اسے کس طرح ٹالا جائے۔ دفعتاً اُسے اُس نے آواز دی۔

"دیکھو....!" اُس نے کہا۔ "مجھے دو درجن لفافوں اور اتنے ہی پوسٹ کارڈوں کی ضرورت ہے اگر لا دو تو بڑا کام کرو۔ ابھی کافی وقت ہے۔"

"لا دوں گا! مس صاحب۔" وہ دانت نکال کر بولا۔ "یہ بھی کوئی کام میں کام ہے۔"

رشیدہ پانچ کا نوٹ نکال کر اُسے دیتی ہوئی بولی۔ "بقیہ تمہارے ناشتے کے لئے۔"

"ارے....ہی....ہی....ہی" چپراسی نے ایک بار پھر دانت نکال دیئے۔

رشیدہ نے اطمینان کا سانس لیا۔ ڈاکخانہ اتنی دور تھا کہ آدھ گھنٹے سے قبل اس کی واپسی ناممکن

www.urdufans.com

www.allurdu.com

تھی۔ اس نے دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ جعفری کے کمرے کا دروازہ کھولا۔ یہاں کچھ زیادہ فرنیچر نہیں تھا۔ سامنے ایک بڑی سی میز تھی اور اُس کے پیچھے ایک چکر کھانے والی کرسی اور ایک تجوری، دونوں بازوؤں میں دو بڑی بڑی الماریاں تھیں جن کی چوڑائی نے دونوں طرف کی دیواروں کو تقریباً ڈھک لیا تھا۔ رشیدہ نے سب سے پہلے دونوں الماریوں کے پیچھے جھانک کر دیکھا۔ دیواریں سپاٹ تھیں۔ پھر وہ میز کی طرف بڑھی۔ کرسی کے پیچھے لکڑی کا ایک بڑا صندوق نظر آیا جو مقفل نہیں تھا۔ رشیدہ نے یونہی بے خیالی میں اُس کا ڈھکن اٹھا دیا.... اور پھر! دوسرے لمحے میں اُس کی سانس بُری طرح پھول رہی تھی۔ پورا صندوق ریوالورز سے بھرا ہوا تھا اور یہ سب بالکل نئے تھے۔

رشیدہ نے جیمس اینڈ جعفری کی تجارت کے متعلق اچھی طرح چھان بین کی تھی اور اُسے یقین تھا کہ اسلحہ جات کی تجارت اس فرم میں نہیں ہوتی تھی۔ اس نئی دریافت سے پیدا ہو جانے والے جوش نے فی الحال چور دروازے کا خیال تو اس کے ذہن سے نکال ہی دیا۔ صندوق کا ڈھکن بند کر کے وہ الٹے پاؤں اپنے کمرے میں واپس آ گئی۔

وہ کچھ دیر تک اپنی میز پر بیٹھی ہانپتی اور چہرے سے پسینہ پوچھتی رہی پھر یکبارگی اٹھی اور باہر نکل آئی۔ اُسے محکمہ سراغ رسانی کے ان آدمیوں میں سے کسی کی تلاش تھی جنہیں فریدی نے جیمس اینڈ جعفری کے دفتر کے قرب و جوار میں رہنے کی تاکید کی تھی۔

سامنے والے ریستوران میں اُسے ایک جانے پہچانے چہرے کی جھلک دکھائی دی۔ یہ سرجنٹ حمید تھا اور اب تک اسی شکاری ہی والے بھیس میں تھا۔ رشیدہ نے تیزی سے سڑک پار کی اور ریستوران میں داخل ہو گئی۔

"ہلو....!" حمید نے مسکرا کر اُسے آنکھ ماری۔

"میں نے ایک نئی دریافت کی ہے۔" رشیدہ ادھر اُدھر دیکھ کر بولی۔ "اس کیبن میں اٹھ چلو۔"

وہ دونوں کیبن میں آ کر بیٹھ گئے اور رشیدہ نے پردہ کھینچ دیا۔ پھر اُس نے جلدی جلدی اپنا کارنامہ دہرایا۔

"تمہیں یقین ہے کہ اسلحہ کی تجارت ہوتی ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"سو فیصدی یقین ہے۔"

"اچھا تو تم یہیں بیٹھو۔" حمید اٹھتا ہوا بولا۔ "ابھی آفس میں واپس نہ جانا۔ اس چپراسی کو دیکھتی رہو اور اس سے جو کچھ بھی منگوایا ہے باہر ہی لے لو تو بہتر ہے پھر تم نہایت آسانی سے اسے یہ سمجھا سکتی ہو کہ تم ابھی آفس واپس نہ جاؤ گی۔ کیونکہ تمہیں ایک دوسرا ضروری کام یاد آ گیا ہے۔ سمجھ گئیں۔"

"اچھا پھر....!"

"اپنے وقت سے آفس جاؤ گی۔"

"ٹھیک! لیکن اگر چپراسی نے اس کا تذکرہ کسی سے کر دیا تو۔"

"دیکھا جائے گا.... تم نے ضرورتاً تو ملازمت کی نہیں ہے۔"

حمید ریستوران سے چلا گیا اور رشیدہ باہر آ بیٹھی۔ اس نے بیرے کو بلا کر ناشتے کا آرڈر دیا اور فٹ پاتھ پر نظریں جما دیں۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں چپراسی نکل نہ جائے۔

چپراسی خلاف توقع جلد ہی نظر آ گیا۔ لیکن ساتھ ہی رشیدہ کو ایک دوسرا خیال بھی آ گیا۔ وہ جلدی میں اپنا فائل میز پر ہی چھوڑ آئی تھی اور اُس کی عدم موجودگی میں اس کا وہاں پایا جانا قطعی نامناسب تھا لہٰذا اس نے چپراسی کو باہر ہی روکنے کا خیال ترک کر دیا۔ ابھی ساڑھے آٹھ ہی بجے تھے۔

اس نے جلدی جلدی الٹا سیدھا ناشتہ کیا اور باہر نکل آئی۔ آفس پہنچی تو چپراسی لپک کر اٹھا۔

"میں ذرا ناشتہ کرنے چلی گئی تھی۔" رشیدہ نے اس سے لفافے اور پوسٹ کارڈ لیتے ہوئے کہا۔ چپراسی نے بقیہ پیسے بھی واپس کرنے چاہے لیکن رشیدہ نے لینے سے انکار کر دیا۔ چپراسی سلام کر کے بڑبڑانے لگا۔ "خدا آپ کا بھلا کرے۔ بچے کے لئے چپل ہو جائے گی۔ مس صاحب میرے آٹھ بچے ہیں۔ بہت غریب آدمی ہوں۔ یہاں کل ساٹھ روپے ملتے ہیں نہ انعام نہ بخشش۔ خدا آپ کا بھلا کرے۔"

"چچ چچ....!" رشیدہ غمناک انداز میں سر ہلا کر بولی۔ "میں کسی دن تمہارے بچوں سے ملنے کے لئے آؤں گی۔"

"ارے.... آپ مس صاحب.... ہم غریب آدمی ہیں۔"

"غریب سے کیا ہوتا ہے ہمارے بھائی ہو۔"

"خدا آپ کا بھلا کرے۔" چپراسی پیشانی کی طرف ہاتھ لے جاتا ہوا بولا۔ "مگر.... مس

www.urdufans.com

www.allurdu.com

صاحب ایک بات کہوں.... آپ نئی ہیں۔"

"کیا... کہو کہو۔"

"صاحب بڑا بُرا آدمی ہے۔ کسی کی عزت کو عزت نہیں سمجھتا اس کا حکم ہے کہ نہ وقت سے پہلے آؤ اور نہ وقت کے بعد رکو۔ ولایت ہو آیا ہے نا۔ پانچ برس وہاں رہا ہے۔ کہتا ہے سب کام قاعدے سے ہونا چاہئے۔ اگر اسے کبھی معلوم ہو گیا کہ آپ وقت سے پہلے آئی تھیں.... تو۔"

"اوہ....!" رشیدہ اس کی بات کاٹ کر بولی۔ "تو میں چلی جاؤں۔"

"ہاں مس صاحب وہ بہت بُرا آدمی ہے۔"

"تو تم کسی سے کہو گے نہیں۔"

"ارے نہیں صاحب۔"

رشیدہ نے اطمینان کا سانس لیا۔ ایک بہت بڑا مسئلہ خود بخود حل ہو گیا تھا اس نے جلدی سے فائل کو الماری میں ڈالا اور اپنا ہینڈ بیگ سنبھالتی ہوئی باہر نکل آئی۔

بقیہ وقت اُس نے دوسری سڑک کے ایک ریستوران میں گزارا اور ٹھیک سوا نو بجے وہاں سے آفس چل پڑی۔ آفس پہنچتے ساڑھے نو بج گئے۔ بڑے کمرے میں دو پولیس انسپکٹر چند کانسٹیبلوں کے ساتھ موجود تھے اور راحیلہ کھڑی انہیں گھور رہی تھی۔ شاید وہ بھی ابھی ابھی آئی تھی۔ اس نے رشیدہ کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھا اور اپنی میز پر بیٹھ گئی۔ رشیدہ نے بھی چہرے پر حیرت کے آثار پیدا کئے اور راحیلہ سے سر کے اشارے سے ان کی موجودگی کا مطلب پوچھا راحیلہ نے نفی میں سر ہلا دیا۔

رشیدہ نے اپنا فائل نکالا اور ٹائپ رائٹر سنبھال بیٹھی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے سر اٹھا کر ایک سب انسپکٹر کو مخاطب کیا۔ "کس کا انتظار ہے آپ کو۔"

"جعفری صاحب کا۔" اس نے جواب دیا۔

اتنے میں راحیلہ شاید کسی کاغذ کے لئے جعفری کے کمرے میں جانے لگی لیکن سب انسپکٹر نے اُسے روک دیا۔

"کیوں؟" راحیلہ گھبرا کر بولی۔

"یونہی! تشریف رکھئے۔"

راحیلہ بیٹھ گئی۔ اُس کے چہرے پر الجھن کے آثار نظر آ رہے تھے۔

"آخر بات کیا ہے؟" رشیدہ نے حیرت سے پوچھا۔

"کوئی بات نہیں۔" سب انسپکٹر نے کہا اور سگریٹ سلگانے لگا۔

ٹھیک دس بجے جعفری دفتر میں داخل ہوا۔ پولیس والوں کو دیکھ کر ایک لمحے کے لئے ٹھٹکا پھر انہیں گھورتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

"آہم....!" غراہٹ سنائی دی۔ "کیا بات ہے۔"

"اس کمرے کی تلاشی لینی ہے۔" سب انسپکٹر بولا۔

"کیوں؟"

"اوپر سے حکم ملا ہے اور یہ رہا تلاشی کا وارنٹ۔"

"آہم....!" جعفری کی غراہٹ بڑھ گئی۔ "اس حماقت کا مقصد۔"

"ہم یہاں فضول باتیں سننے کے لئے نہیں آئے۔" ایک سب انسپکٹر بگڑ کر بولا پھر اس نے اپنے ساتھی کو اشارہ کیا اور وہ دراندانہ جعفری کے کمرے میں گھستے چلے گئے۔ رشیدہ کا دل شدت سے دھڑک رہا تھا اور وہ بار بار اپنے ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی۔

"شاید ان لوگوں کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔" جعفری نے رشیدہ اور راحیلہ کی طرف دیکھ کر کہا۔

"میں جیمس بارٹلے کا فائل لینے اندر جا رہی تھی۔" راحیلہ نے شکایت آمیز لہجے میں کہا۔

"لیکن انہوں نے مجھے اندر نہیں جانے دیا۔"

"ان کی شامت آئی ہے۔" جعفری بلند آواز میں بولا اور رشیدہ متحیر رہ گئی۔ کیونکہ اس نے یہ جملہ دراصل پولیس والوں کو سنانے ہی کے لئے کہا تھا۔

جعفری اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔ اسکے بعد راحیلہ بھی اٹھی اور رشیدہ نے اس کی تقلید کی۔

سب انسپکٹر بکس کا ڈھکن اٹھائے اپنے ساتھیوں کو گھور رہا تھا اور بکس بالکل خالی تھا۔ رشیدہ کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ اچھا ہی ہوا کہ جعفری پولیس والوں کی طرف متوجہ تھا ورنہ رشیدہ کے چہرے کی بدلتی ہوئی حالتوں سے کم از کم کھٹک ضرور جاتا۔

"آخر مطلب کیا ہے؟" جعفری گرج کر بولا۔

"ار... بات یہ ہے۔" سب انسپکٹر گھبرائے ہوئے لہجے میں بولا۔ "ہمیں اطلاع ملی ہے کہ

www.urdufans.com

www.allurdu.com

یہاں.... اس کمرے میں کوئی چور دروازہ ہے۔"

جملہ ختم ہونے سے پہلے ہی دوسرے سب انسپکٹر نے کمرے کی دیواروں کو کھٹکھٹانا شروع کر دیا تھا۔

"گٹ آؤٹ۔" جعفری حلق کے بل چیخا۔ اُس کی خوف ناک آنکھیں اُبل پڑی تھیں اور چہرہ پہلے سے کہیں زیادہ ہیبت ناک معلوم ہونے لگا تھا۔

"لینگویج پلیز....[1]"

"آئی[2] سے گٹ آؤٹ۔" جعفری ایک قدم آگے بڑھتا ہوا بولا۔

"مجھے مجبور نہ کیجئے کہ میں آپ کو حراست میں لے لوں۔ آپ اس طرح براہِ راست حکومتی اہلکاروں کی توہین کر رہے ہیں۔"

دفعتاً جعفری اپنا رویہ بدل کر آہستہ سے بولا۔ "مجھے افسوس ہے! لیکن آپ کو بھی یہ نہ چاہئے کہ معزز اور بے ضرر شہریوں کی توہین کرتے پھریں۔ فرض کرو کہ اگر یہاں کوئی چور دروازہ ہے بھی تو حکومت کو اس سے کیا واسطہ۔"

"کچھ دیر قبل...." سب انسپکٹر چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "یہاں سے کچھ غیر قانونی اشیاء اسی چور دروازے سے باہر لے جائی گئی ہیں۔"

"یقیناً.... حکومت نے کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا ہے۔" جعفری نے تلخ لہجے میں کہا اور پھر اس سب انسپکٹر سے بولا، جو دیواریں کھٹکھٹاتا پھر رہا ہے۔ "کیوں؟ پلاسٹر اور وقت برباد کر رہے ہو۔ یہ رہا چور دروازہ۔"

اُس نے بڑی میز کو دھکا دیا اور وہ ایک تیز قسم کی آواز کے ساتھ چکنے فرش پر پھسلتی ہوئی دوسری طرف چلی گئی۔ پھر اس نے مینٹل پیس پر رکھے ہوئے ایک آدھے مجسمے کا سر گھمایا۔ کھٹاکے کی آواز کے ساتھ فرش کا درمیانی حصہ کھسک گیا اور ایک تاریک سی خلاء ظاہر ہو گئی۔

"یہ ہے وہ چور دروازہ۔" جعفری غرایا۔

پولیس والے کبھی حیرت سے اسے دیکھتے تھے اور کبھی تہہ خانے کے تاریک دہانے کو۔

"جاؤ دیکھو.... کیا ہے اس میں۔" جعفری پھر غرایا۔ "شاید وہ غیر قانونی اشیاء اسی کی منتظر رہی ہوں.... جاؤ نا.... وہاں بھیڑیئے نہیں ہیں۔"

---

[1] اپنی زبان سنبھالئے [2] میں کہتا ہوں نکل جاؤ۔

ایک سب انسپکٹر تہہ خانے کی طرف بڑھا لیکن پھر رک کر جعفری کی طرف دیکھنے لگا جو کرسی پر بیٹھ کر اپنا پائپ سلگانے لگا تھا۔ اس نے اپنی بھنوئیں تان کر سب انسپکٹر کی طرف دیکھا اور پائپ کو دانتوں میں دبائے ہی دبائے کہنے لگا۔ "جاؤ نا.... لیکن میں تمہارا ساتھ نہ دے سکوں گا۔ میرے پاس برباد کرنے کے لئے وقت نہیں۔"

وہ سب انسپکٹر تین کانسٹیبلوں کے ساتھ نیچے اُتر گیا۔ دوسرا اوپر ہی رہا۔

"لڑکیو! بیٹھ جاؤ۔" جعفری رشیدہ اور راحیلہ کی طرف دیکھ کر بولا۔ "ابھی یہ لوگ نٹ کا تماشہ دکھائیں گے۔"

"میں کہتا ہوں۔" سب انسپکٹر نے جھلا کر کہا۔ "آپ اتنے بد تہذیب کیوں ہیں۔"

"آہم.... آدمی کو پہچان کر برتاؤ کرنے کا عادی ہوں۔ میں تمہارے محکمے پر ہرجانے اور ازالہ حیثیت عرفی کا دعویٰ کروں گا.... مذاق ہے۔"

تھوڑی دیر بعد انسپکٹر واپس آگیا اس کے چہرے سے پریشانی ظاہر ہو رہی تھی اپنے ساتھی کی طرف دیکھ کر بولا۔ "شراب کی پیٹیاں ہیں.... اور غالباً....!"

"جناب....!" جعفری نے اُس کی بات کاٹ کر مضحکانہ انداز میں کہا۔ "اور فرم کے پاس ولایتی شراب درآمد کرنے کا لائسنس بھی ہے۔"

"پیٹیاں کھلی ہیں یا بند۔" انسپکٹر نے اپنے ساتھی سے پوچھا۔

"بند ہیں۔"

"تو وہ کھولی جائیں گی۔"

"کھولو....!" جعفری لاپروائی سے بولا۔

تقریباً دو گھنٹے تک کام جاری رہا لیکن پیٹیوں میں شراب کی بوتلوں کے علاوہ اور کچھ بھی نہ نکلا۔ تہہ خانے میں کسی دوسرے دروازے کی بھی تلاش کی جا رہی تھی لیکن بے سود.... پولیس والے ہانپتے ہوئے تہہ خانے سے نکل آئے۔

"میں پورے آفس کی تلاشی لوں گا۔" ایک بولا۔

"ضرور لو....!" جعفری غرایا۔ "کم از کم دو لاکھ ہرجانے کا دعویٰ کروں گا۔"

رشیدہ کی حالت ابتر تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ فریدی کو کیا جواب دے گی۔ آفس کے

www.urdufans.com

www.allurdu.com

دوسرے کمروں کی بھی تلاشی لی گئی لیکن نتیجہ وہی صفر۔ ریوالور تو کیا ریوالور کی تصویر بھی نہ مل سکی۔ تلاشی ختم ہونے کے بعد جعفری نے چنگھاڑ چنگھاڑ کر سارا دفتر سر پر اٹھالیا۔ پولیس والوں کے چلے پر بھی وہ کافی دیر تک بیٹھا کسی غصیلے بلڈاگ کی طرح غراتا رہا۔

آفس ٹائم کے بعد رشیدہ باہر نکلی تو بُری طرح گھبرائی ہوئی تھی۔ بس سٹینڈ پر حمید سے ملاقات ہوگئی۔ شاید وہ وہاں اسی کا انتظار کر رہا تھا۔

"کیوں؟ کیا یہ اسی رات کا بدلہ تھا۔" حمید نے منہ بنا کر کہا۔

"خدا کی قسم مجھے خود حیرت ہے۔" رشیدہ جلدی سے بولی۔ "میں یہی سوچ رہی تھی کہ تم یہی سمجھو گے۔"

"بہر حال مجھے کافی شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔" حمید نے کہا۔ "اس وجہ سے اور پریشانی ہے کہ میں نے فریدی صاحب سے مشورہ لئے بغیر تلاشی کا وارنٹ نکلوالیا تھا۔"

"پھر اب بتاؤ میں کیا کروں۔" رشیدہ بے بسی سے بولی۔

"اس لڑکی سے میرا تعارف کرادو جو تمہارے کمرے میں بیٹھی ہے۔" حمید مسکرا کر بولا۔

"مت فضول بکو۔" رشیدہ نے ایک بے جان سے مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "وہ بہت شریف لڑکی ہے۔"

"لڑکی تو ہے.... اگر وہ کمینی بھی ہوتی تو میں اسے برداشت کر لیتا۔"

"کسی وقت تو سنجیدہ ہو جایا کرو۔"

"کبھی نہیں۔ آج صبح تمہاری ہی بدولت سنجیدہ ہو گیا تھا۔ نتیجے میں یہ ذلت نصیب ہوئی خیر اچھا پھر سہی! ٹاٹا۔"

وہ فٹ پاتھ پر رینگنے والی بھیڑ میں غائب ہو گیا۔

دو مکار

آر لکچو میں بڑا شاندار پروگرام تھا۔ سردیوں کی خوشگوار رات تھی اور اس لئے اور بھی خوشگوار تھی کہ دوسرے دن اتوار تھا۔

سرجنٹ حمید اور ناگر بیٹھے بڑی دیر سے رقص میں شرکت کرنے والوں کا جائزہ لے رہے تھے۔ یہاں وہ کسی خاص مقصد کے تحت نہیں آئے تھے۔ دن بھر کی دوڑ دھوپ اور تھکن نے انہیں نڈھال کر دیا تھا۔ ناگر تو جس وقت سے آیا تھا برابر بیئر پیئے جا رہا تھا۔ حمید اس وقت شکاری کے لباس میں نہیں تھا۔ البتہ میک اپ وہی پرانا تھا۔ اس نے عمدہ قسم کا ڈنر سوٹ پہن رکھا تھا اور کانوں میں ہیرے ڈال لئے تھے۔ بہر حال وہ اس وقت راجپوتوں کی کسی شاہی نسل کا ایک متمول فرد معلوم ہو رہا تھا۔ چڑھی ہوئی گھنی سیاہ مونچھیں ظاہری وجاہت میں خاص اضافہ تھیں۔

"ابے او ڈانگر۔" حمید ناگر کی بوتل پر کاگ رکھتا ہوا بولا۔ "اب بس کرو۔"

"باس! ابھی سے باس۔" ناگر انگلی نچا کر بولا۔

"ارے تمہیں بیئر سے بھی نشہ ہو جاتا ہے۔"

"چوتھی بوتل ہے.... ہی ہی ہی میں کیا نشہ۔"

"ابے چل بھی سکو گے اب تم! مینڈک کہیں کے۔"

"مینڈک ہی ہی ہی.... مینڈک.... مینڈک کا اچار کھایا ہے تم نے کبھی۔"

"مت بور کرو۔" حمید بھنا کر بولا۔

"آج میں بہت اداس ہوں۔" ناگر رک رک کر بولا۔

"نہیں دیو داس ہو.... مت دماغ چاٹو۔"

"دیو داس بھی پیتے پیتے مر گیا تھا.... اور میں بھی کسی دن پیتے پیتے مر جاؤں گا.... مم.... ار.... کنور صاحب.... میں حمید صاحب کہنے جا رہا تھا.... کیا نام بتایا تھا آپ نے۔"

"کنور رنجیت سنگھ۔ اگر تم ذرا بھی بہکے تو الٹا ہاتھ رسید کروں گا۔"

"میں تم سے کمزور نہیں ہوں.... ہاں۔" ناگر بھنوئیں چڑھا کر بولا۔

"نہیں نہیں تم رستم ہو۔" حمید نے جلدی سے کہا۔ وہ ڈر رہا تھا کہ کہیں ناگر نشے میں ہاتھ سے نہ نکل جائے۔ دفعتاً اس کی نظریں جعفری پر جم گئیں جو کاؤنٹر پر بار مین سے باتیں کر رہا تھا۔

"ناگر ڈیئر۔" حمید بولا۔ "کیا تم اسے جانتے ہو۔"

ناگر نے مڑ کر دیکھا۔ اس وقت جعفری مجمعے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ یک بیک حمید نے محسوس کیا جیسے ناگر کا نشہ ہی ہرن ہو گیا ہو۔ وہ پلٹ کر خوفزدہ نظروں سے حمید کی طرف دیکھنے لگا۔ ساتھ

www.urdufans.com

www.allurdu.com

ہی وہ اپنے خشک ہونٹوں پر زبان بھی پھیرتا جا رہا تھا۔

"کیوں....!" حمید اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"اس کی آنکھیں....!" ناگر آہستہ سے بڑبڑایا۔

"تمہیں پسند نہیں آئیں۔" حمید نے ہنس کر کہا۔

"میں جا رہا ہوں۔" ناگر اٹھنے لگا۔

"بیٹھو....!" حمید اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

"آنکھیں.... مجھے نہ روکیے۔"

"بیٹھو....!" حمید نے زبردستی اُسے بٹھا دیا۔ ناگر بُری طرح کانپ رہا تھا۔

"بیئر اور منگاؤں۔" حمید نے پوچھا۔

"نہیں....!" ناگر نے آہستہ سے کہا۔ وہ اب بھی مڑ مڑ کر جعفری کی طرف دیکھتا جا رہا تھا۔

"آخر بات کیا ہے۔"

"وہ آنکھیں۔"

"ارے تو بولو نا بابا! یہ شعر ہے یا مصرعہ۔"

"میرا خیال ہے کہ یہ وہی آنکھیں ہیں جنہوں نے مجھے دریا میں چھلانگ لگانے پر مجبور کیا تھا۔"

"اوہ.... تمہیں یقین ہے۔"

"بالکل ویسی ہی ہیں۔"

"تو خیر بھاگنے کی ضرورت نہیں۔"

"میری جان نہ لیجئے۔"

"چپ بے.... ڈیوٹ۔"

ناگر ایک طرف گردن ڈال کر بیٹھ گیا۔

"وہ تمہیں اس میک اپ میں پہچان نہ سکے گا۔" حمید نے اسے تسلی دی۔

"کون؟ کیا کہہ رہے ہیں آپ.... ارے۔"

"چپ رہو پھسڈی۔"

"خیر جان تو جانی ہی ہے کیوں نہ میں ہی....!" ناگر کا کانپتا ہوا ہاتھ اُس کی جیب کی طرف

جا رہا تھا۔

"خبردار.... پاگل ہوئے ہو۔" حمید نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"مجھے یقین ہے کہ یہی مسٹر کیو ہے۔" ناگر کپکپاتی ہوئی آواز میں بولا۔

"بکو نہیں.... محض آنکھوں کی بناء پر.... اور پھر تم یقین کے ساتھ کس طرح کہہ سکتے ہو کہ وہ آنکھیں تمہارے مسٹر کیو ہی کی ہیں۔"

"پھر یہ ہے کون....!" ناگر نے پوچھا۔

"جیمس اینڈ جعفری کی فرم کا جنرل منیجر مسٹر جعفری۔"

"اوہ تب تو۔" ناگر کی آواز میں پھر کپکپاہٹ تھی۔ "تب تو.... پھر آخر فریدی صاحب نے اس کے پیچھے آدمی کیوں لگائے ہیں۔"

"پتہ نہیں! چلو چھوڑو۔ ہمیں اپنی مرضی سے کچھ بھی نہیں کرنا ہے۔ جیسا کہا جائے گا کریں گے۔ ہائے کیا کیا یلا یلیاں نظر آ رہی ہیں۔"

"یلا یلیاں کیا؟" ناگر نے پوچھا۔ لیکن وہ اب بھی خوفزدہ نظروں سے جعفری ہی کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔

"ابے تم یلا یلی نہیں سمجھے۔"

"نہیں۔"

"یلا یلی خوبصورت لڑکی کو کہتے ہیں لفظ "لڑکی" میں "ڑ" مجھے بہت گراں گزرتا ہے اور پھر خوب صورت لڑکی اُسے تو لچکیلا ہی سا نام دینا چاہئے۔ یلا یلی بہت مناسب ہے۔"

"زبردستی خواہ مخواہ۔" ناگر نے منہ بنایا۔ وہ دراصل کسی طرح جعفری کے خیال سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا۔ جواب ہال میں نہیں تھا۔

"زبردستی کیوں؟ ذرا اس یلا یلی کی آنکھیں تو دیکھو۔" دفعتاً حمید چونک کر بولا۔

حمید ایک لڑکی کو بڑی توجہ اور دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔

"واقعی لاجواب آنکھیں ہیں۔" ناگر بڑبڑایا۔

"لیکن تم کو کسی اور کی آنکھیں بھی یاد آ رہی ہوں گی۔"

"کس کی؟"

www.urdufans.com

www.allurdu.com

"خدا کی قسم یہ کنول کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتی۔" حمید سیدھا ہو کر بولا۔

"کنول....!" ناگر ہنسنے لگا۔ "شاید آپ اس کی شکل بھول رہے ہیں۔"

"اور شاید وہ بھی تمہاری موجودہ شکل بھول جائے۔"

"تو کیا میک اپ ہے۔" ناگر نے پوچھا۔

"قطعی! یہ آنکھیں اور یہ گردن جھٹکنے کا مخصوص انداز کنول ہی کا ہو سکتا ہے۔" حمید اپنی جگہ سے اٹھتا ہوا بولا۔

آرکسٹرا شروع ہو گیا تھا۔ لوگ رقص کے لئے اپنی جگہیں چھوڑ رہے تھے حمید جھپٹ کر اس لڑکی کے قریب پہنچا۔

"کیا میں آپ سے رقص کی درخواست کر سکتا ہوں۔" اس نے بڑے سلیقے سے جھک کر کہا۔

"جج.....جی ہاں.....مجھے خوشی ہو گی۔"

اس دوران میں آرکسٹرا نے دھن بدلی اور والز بجنے لگا۔ وہ دونوں رقاصوں کی بھیڑ میں آ گئے۔ لڑکی نے اپنا جسم تان کر تھوڑی آگے کی طرف نکالی اور کولہوں کو پیچھے ہٹا کر حمید کے کاندھوں پر زور ڈال دیا اور حمید نے اسے گول گول چکر دینے شروع کر دیئے۔

"آپ کو والز کا بڑا سلیقہ ہے۔" حمید آہستہ سے بولا۔

"شکریہ۔"

"آپ کے بال بڑے حسین ہیں۔"

"اور آپ کی مونچھیں۔" لڑکی مسکرائی۔ "حالانکہ نقلی ہونے کی وجہ سے ایسی معلوم ہوتی ہیں جیسے کسی امرود پر گھاس اگ آئی ہو۔"

"اوہو....!" حمید نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ "لیکن آپ کی آنکھوں کے کنول ہمیشہ شاداب رہیں گے۔"

لڑکی ایک طویل سانس لے کر بولی۔ "تو تم نے پہچان لیا....امرود بخت۔"

"دور ہی سے پہچان گیا تھا۔"

"تو پھر گرفتار کرا دو نا۔"

"ہے ہے! تمہیں میں گرفتار کراؤں گا....تمہیں یلا یلی کو....!"

"یہ کیا بلا ہے۔"

"میری لغت میں انتہائی حسین لڑکی کو کہتے ہیں۔"

"تم مکار ہو.....ہرجائی کہیں کے! میں تمہیں کئی دنوں سے دیکھ رہی ہوں۔"

"پھر بھی تمہارے مالک نے مجھے گولی کا نشانہ نہیں بنایا۔" حمید کے لہجے میں حیرت تھی۔

"بھلا تم جیسے الا بلا کو۔"

"میں الا بلا ہوں۔" حمید نے بُرا مان کر کہا۔

"بگڑو نہیں میری لغت میں الا بلا انتہائی شریر لڑکے کو کہتے ہیں۔"

"کنول ڈارلنگ مجھے حیرت ہے کہ تم ابھی تک زندہ ہو۔ بے چارے ناگر کا تو بہت بُرا حشر ہوا۔"

"اُس مسخرے کا حشر۔" کنول ہنس کر بولی۔ "واقعی بہت بُرا ہوا ہے۔ بیئر کی چار چار بوتلیں ایک ہی نشست میں صاف کر دیتا ہے۔"

"ارے تم اُسے بھی پہچان گئی ہو۔"

"کیوں نہیں! مجھے عرصہ سے تم لوگوں کی تلاش تھی۔"

"کیوں....!"

"مالک کا حکم! اور جس دن میں نے اطلاع دے دی تم لوگ ٹھکانے لگا دیئے جاؤ گے۔"

"ابھی تک کیوں نہیں دی۔"

"میری مرضی۔"

"کل کہاں ملو گی۔"

"کہیں نہیں....لیکن تمہارے گروگھنٹال کا پتہ آج تک نہ چل سکا۔"

"اور تو یہ کہو! اس طرح پتہ لگانا چاہتی ہو۔"

"یہ تم کہہ رہے ہو جسے میں نے تکلیف سے بچانے کے لئے خواب آور دوا دی تھی۔"

"اس ہمدردی کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی۔" حمید ہنس کر بولا۔

"مجرم بھی آدمی ہی ہوتے ہیں اور ہر ایک کے لئے ان کے سینے میں پتھر کا ٹکڑا نہیں ہوتا۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر حمید بولا۔ "تو....تم آج تک اپنے مالک کی شخصیت کے متعلق کچھ نہیں معلوم کر سکیں۔"

www.urdufans.com

www.allurdu.com

"نہیں.... اب میں اسے پھانسی کے تختے ہی پر پہنچانا پسند کروں گی۔"

"یہ تبدیلی کیوں؟"

"محض اسلئے کہ وہ آدمی نہیں جانور ہے۔ اُسے بہتے ہوئے خون سے پیار ہے وہ بھیڑیا ہے۔"

"جعفری کو جانتی ہو۔"

"کون.... وہی خوفناک آدمی.... جو ابھی کاؤنٹر پر تھا۔"

"ہاں.... وہی۔"

"آج کل اُس کے پیچھے پولیس لگی ہوئی ہے۔" کنول بولی۔

"کیا خیال ہے کہیں وہی تو تمہارا مالک نہیں۔"

"پتہ نہیں.... ویسے میں نے اسے اپنی لسٹ پر رکھ لیا ہے۔"

"لسٹ پر۔"

"ہاں مجھے بھی تو تمہاری ہی طرح مجرموں کی تلاش رہتی ہے۔"

"کیوں....؟"

"جس کے متعلق ذرا بھی شبہ ہو اکہ یہ کسی قسم کا مجرم ہو سکتا ہے میں اس کے پیچھے لگ جاتی ہوں اور پھر اس کے متعلق معلومات فراہم کر کے اپنے مالک کو اطلاع دیتی ہوں اور پھر وہ اسے بلیک میل کر کے اپنے گروہ میں شامل ہونے پر مجبور کر دیتا ہے۔"

"تمہاری یہی ڈیوٹی ہے۔"

"ہاں....!"

—

"فی الحال میری سب سے بڑی آرزو یہی ہے کہ....!"

"کیا....؟"

"ہم سے مل کر کام کرو نا۔" حمید نے اپنی آنکھیں نشیلی بنا کر آہستہ سے کہا۔

"یہ کسی طرح ممکن نہیں۔"

"اونہہ.... چکر پورا نہیں ہوا۔" حمید نے اس کی بات کاٹ دی۔ "بایاں پیر.... ٹھیک.... کنول ڈارلنگ تم سچ مچ بڑی پیاری ہو۔"

"تم سور ہو۔ مجھے بے وقوف مت بناؤ۔" کنول نے اس کے شانے پر چٹکی لی۔

"تم ایک محبت بھرے دل کے متعلق بہت کچھ جانتی ہو۔" کنول نے منہ بنا کر کہا۔ "تم روز ہی کسی نہ کسی لڑکی کو بیوقوف بناتے ہو۔ ہرجائی ہو تم.... ہری چک۔"

"میں نے آج تک کسی لڑکی کو بے وقوف نہیں بنایا البتہ بنتا ہی رہا ہوں اور یہی وجہ ہے کہ میں اب تک کنوارا ہوں۔" حمید کی آواز گلوگیر ہو گئی اور وہ بولتا رہا۔ "بہتیری لڑکیوں نے مجھ سے شادی کا وعدہ کیا۔ لیکن بعد میں کیڑے نکال دیئے کسی نے کہا کہ تمہاری ایک ٹانگ چھوٹی ہے اور ایک بڑی.... اچھا تمہیں بتاؤ.... اتنی دیر سے ناچ رہا ہوں تم نے کچھ محسوس کیا؟"

"نہیں تو....!"

"اگر ایک ٹانگ چھوٹی ہوتی تو میں باقاعدہ پھدکتا ہوتا۔ ایک لڑکی نے یہ کہہ کر میرا دل توڑ دیا کہ کھٹائی دیکھ کر میری رال ٹپکنے لگتی ہے۔ ایک نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ میں بڑھاپے میں بالکل کھوسٹ معلوم ہونے لگوں گا۔"

"اور میں یہ کہتی ہوں کہ تم سے بڑا مکار آج تک میری نظروں سے نہیں گزرا.... وہ کوڑوں کی مار مجھے اب تک یاد ہے اور اس پر تمہارا رویہ۔ کوئی اور ہوتا تو اُس کے منہ سے آواز بھی نہ نکلتی۔"

"خوب یاد دلایا۔" حمید نے کہا۔ "وہ لڑکی نادرہ کہاں ہے۔"

"پتہ نہیں.... اب میرے ساتھ نہیں ہے۔"

"کنول ڈارلنگ.... میں مرتے دم تک تمہیں یاد رکھوں گا.... ہائے وہ پہلی ملاقات وہ چاندنی رات اب بھی اکثر ذہن کے تاریک گوشوں میں پھسل آتی ہے۔ کاش یہ کم بخت تمہارا مالک درمیان میں حائل نہ ہوتا۔ میں اُسے کسی دن تھری زیرو پر فون کر دوں گا۔"

"بہت اچھے۔" کنول نے قہقہہ لگایا۔ "اس طرح تم مجھ سے یہ پوچھنا چاہتے ہو کہ اب اس سے رابطہ قائم کرنے کا کیا طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔"

"چلو یہی سمجھ لو.... ویسے تم مجھے مکار تو سمجھتی ہی ہو۔" حمید معصومیت سے بولا۔

"فی الحال پیغام رسانی کے لئے آدمی استعمال کئے جا رہے ہیں۔ لیکن مجھے یہ نہیں معلوم کہ اُن آدمیوں تک اُس کے پیغام کس طرح پہنچتے ہیں۔"

دفعتاً حمید کی نظر ناگر کی طرف اٹھ گئی جو میز پر سر اوندھائے بیٹھا تھا۔ اس نے رقص میں

www.urdufans.com

www.allurdu.com

بھی شرکت نہیں کی تھی اور پھر اسے جعفری دکھائی دیا جو ناگر کے قریب ہی کھڑا کسی عورت سے باتیں کر رہا تھا۔ عورت کی پشت حمید کی طرف تھی۔ اتنے میں آرکسٹرا بند ہو گیا تھا۔ رقاص اپنی میزوں کی طرف لوٹنے لگے۔ جعفری سے گفتگو کرنے والی عورت مجمعے کی طرف مڑی اور حمید نے اسے ایک ہی نظر میں پہچان لیا۔ وہ رشیدہ تھی۔

شریف بھیڑیا

رشیدہ اس وقت کسی طرح جعفری سے پیچھا چھڑانا چاہتی تھی۔ اگر اسے ذرہ برابر شبہ بھی ہوتا کہ جعفری اسے یہاں مل جائے گا تو وہ ادھر کا رخ ہی نہ کرتی۔ دن بھر کی کوفت دور کرنے یہاں چلی آئی تھی۔ ویسے اسے یہاں جعفری کو دیکھ کر حیرت ضرور ہوئی۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ وہ بہت ہی خشک اور غیر سوشل قسم کا آدمی ہے اور پھر اسے بھول کر بھی یہ توقع نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ اس سے ہنس ہنس کر باتیں کرے گا۔ بہر حال وہ اس کے اس رویہ پر کھٹک ضرور گئی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ شاید جعفری کو اس کی تلاشی والی حرکت کا علم ہو گیا تھا اور اب وہ اس طرح اسے کسی جال میں پھنسانے کی کوشش کر رہا ہے۔

رشیدہ نے سرجنٹ حمید اور ناگر کو بھی دیکھا تھا۔ دوسرا راؤنڈ شروع ہوتے ہی حمید پھر اسی لڑکی کے ساتھ ناچنے لگا تھا جس کے ساتھ اس نے پہلے رقص کیا تھا۔ ناگر کو میز پر سر اوندھائے دیکھ کر اس نے یہ اندازہ لگایا کہ وہ شاید زیادہ پی گیا ہے۔ کیونکہ شراب کی بوتل اب بھی اس کی میز پر رکھی ہوئی تھی۔

"آؤ.... لاؤنج میں چلیں۔" جعفری نے دوسرا راؤنڈ شروع ہوتے ہی رشیدہ سے کہا۔

لاؤنج بالکل خالی تھی۔ وہاں بیٹھنے والے سب کے سب رقص میں شرکت کرنے چلے گئے تھے۔

جعفری نے بیٹھتے ہوئے جھک کر آہستہ سے کہا۔ "لڑکی تم نے مجھے دھوکہ کیوں دیا۔"

رشیدہ کو اپنی روح جسم سے پرواز کرتی معلوم ہونے لگی۔ وہ اس سے آنکھیں چرا رہی تھی۔

"تم شاید میری آنکھوں کی طرف دیکھنا پسند نہیں کرتیں۔" جعفری نے خوفناک آواز میں ہنس کر کہا اور جیب سے تاریک شیشوں کی عینک نکال کر لگالی۔ کچھ دیر رشیدہ کی گھبراہٹ سے غالباً

لطف اندوز ہوتا رہا پھر نرم لہجے میں بولا۔ "میں نے تمہارے متعلق سب کچھ پتہ لگالیا ہے۔"

رشیدہ کو ایسا لگ رہا تھا جیسے اس کا ہارٹ فیل ہو جائے گا۔

جعفری بولتا رہا۔ "تم نے کہا تھا کہ تم نیو اسٹار کے زائد اسٹاف میں تھیں۔ لیکن مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم وہاں سے ایک رقم کو خرد برد کر دینے کے الزام میں نکالی گئی ہو۔"

رشیدہ نے اطمینان کا سانس لیا۔ حقیقتاً انور نے یہی چال چلی تھی۔ غالباً اس کے لئے اسے فریدی سے یہی مشورہ ملا تھا۔ رشیدہ کی علیحدگی کی وجہ غبن دکھائی گئی تھی۔

رشیدہ نے جلد ہی اپنی حالت پر قابو پالیا اور بڑے مسکین لہجے میں بولی۔ "پھر میں کیا کرتی۔ کیا بھوکوں مرتی۔ اگر میں علیحدگی کی اصل وجہ ظاہر کر دیتی تو مجھے کون ملازم رکھتا۔"

"کتنی رقم تھی؟"

"صرف ساڑھے تین سو روپے جو میں نے ایک سول ایجنٹ سے زر ضمانت کے طور پر وصول کر کے بعض ضروریات پر صرف کر دیئے تھے۔ میرا ارادہ تھا کہ تھوڑا تھوڑا کر کے کسی طرح ٹھیک کر دوں گی۔ مگر اچانک اس ایجنٹ کی ملاقات براہِ راست منیجر سے ہو گئی۔"

"خیر.... فکر نہ کرو۔ مجھے توقع ہے کہ تم کم از کم میرے ساتھ ایسا نہ کرو گی۔ ویسے میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم بڑی دلیر لڑکی ہو اور میں کم از کم ہر دلیر فرد کو دولت مند دیکھنا پسند کرتا ہوں۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی۔" رشیدہ نے کہا۔

جعفری نے ایک ویٹر کو اشارے سے بلا کر کافی کے لئے کہا اور پھر رشیدہ کی طرف مڑ کر بولا۔ "میں تمہیں دولت مند دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"جی....!" رشیدہ کا دل پھر دھڑکنے لگا تھا۔ لیکن اس بار وجہ خوف نہیں تھی، بلکہ اپنے مقصد میں کامیابی کا خیال اس کے ذہن میں ہیجان برپا کئے ہوئے تھا۔

"تمہیں دولت مند دیکھنا چاہتا ہوں۔ اپنے مخصوص اسٹاف میں جگہ دینے کے متعلق غور کر رہا ہوں۔"

"آپ کا بہت بہت شکریہ۔" رشیدہ کی آواز کپکپا رہی تھی۔

"لیکن لڑکی! ایک بات ذہن میں رکھنی پڑے گی کہ تم مجھے دھوکہ دینے کی کوشش نہیں کرو گی۔"

"دھوکا! نہیں کبھی نہیں۔ دھوکہ تو میں نے انہیں بھی نہیں دیا۔ میری نیت درست تھی۔

www.urdufans.com

www.allurdu.com

میں کسی نہ کسی طرح وہ رقم ضرور پوری کر دیتی۔"

جعفری تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔

"تمہیں میرے لئے تھوڑی سی سراغ رسانی کرنی پڑے گی۔"

"سراغ رسانی۔" رشیدہ چونک پڑی۔

"ہاں! دفتر ہی میں۔" جعفری پر خیال انداز میں سر ہلا کر بولا۔ "میرا خیال ہے کہ میرے دفتر میں بھیڑوں کی کھال میں کچھ بھیڑیئے بھی گھس آئے ہیں۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی۔"

"اس شہر میں میرے کچھ حریف بھی ہیں جو مجھے نقصان پہنچانے پر تلے رہتے ہیں۔ تلاشی والا واقعہ تم بھولی نہ ہو گی۔ میرا خیال ہے کہ یہ سب کچھ دفتر ہی کے کسی فرد کے اشارے پر ہوا تھا۔"

"اوہ.... لیکن....!"

"مجھے یقین ہے کہ یہی بات ہے۔" جعفری ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "کل سے تمہاری تنخواہ پانچ سو روپے ماہوار لگے گی اور اس سراغ رسانی کے سلسلے کے اخراجات الگ.... بولو! کر سکو گی۔"

"ضرور کر سکوں گی۔" رشیدہ بڑبڑائی۔ "پانچ سو روپے۔ آپ بہت اچھے ہیں اور آپ اتنی نہ بھی دیتے تو میرا فرض تھا۔ مالک کے نمک حراموں کو جہنم رسید ہی ہونا چاہئے۔"

"مجھے تم سے یہی توقع تھی۔" جعفری مسکرا کر بولا۔

"دونوں خاموشی سے کافی پیتے رہے" پھر جعفری بولا۔ "یہ راؤنڈ ختم ہونے سے پہلے ہی ہمیں اٹھ جانا ہے میں تمہیں اس وقت ایک ایسے شخص سے ملانا چاہتا ہوں جس کے پیچھے تم کل ہی سے لگ جاؤ گی۔"

"بہتر ہے۔" رشیدہ نے جلدی جلدی کافی پی اور پھر جعفری بل ادا کر کے اٹھا۔ دونوں دوسرے دروازے سے باہر نکل آئے۔ جعفری کی کار قریب ہی کھڑی تھی۔ اُس نے اگلی سیٹ کی کھڑکی کھولی اور رشیدہ اس کا شکریہ ادا کر کے اندر بیٹھ گئی۔ جعفری اُس کے برابر بیٹھ کر اسٹیئرنگ کرنے لگا۔ کار شہر کی سڑکوں سے گزر رہی تھی۔ رشیدہ نے موج میں آ کر راحیلہ کا تذکرہ چھیڑ دیا۔

"میں جانتا ہوں وہ بڑی ایماندار لڑکی ہے۔" جعفری بولا۔

"آپ سے ڈرتی بہت ہے۔"

"میں دیدہ دانستہ اس پر سختی کرتا ہوں۔"

"کیوں؟"

"کافی خوبصورت لڑکی ہے اگر کسی جال میں پھنس گئی تو.... اس کا خاندان تباہ ہو جائے گا۔ اس کی بیوہ اندھی ماں....!"

"آپ جانتے ہیں۔"

"کیوں نہیں۔" جعفری بولا۔ "میں اسی لئے اس پر سختی کرتا ہوں کہ وہ سنگھار کرنا چھوڑ دے۔ دفتر کے کئی کلرکوں نے اس پر ڈورے ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن میں نے معاملات کو آگے نہ بڑھنے دیا۔"

"سچ مچ آپ فرشتہ ہیں۔"

کار شہر کی ایک ویران سڑک پر جا رہی تھی۔

"ہم کہاں جا رہے ہیں۔" دفعتاً رشیدہ چونک کر بولی۔

"بس اب دور نہیں ہے۔ میں دراصل ایک آدمی کی عدم موجودگی میں تمہیں اُس سے ملانا چاہتا ہوں۔"

رشیدہ خاموش ہو گئی مگر اس کا دل دھڑکنے لگا۔

"کیا تم ڈر رہی ہو۔" جعفری ہنس کر بولا۔ "میری نظروں میں عورتوں کا بہت احترام ہے۔"

اس نے یک بیک ایسی شکل بنائی جیسے کچھ سننے کی کوشش کر رہا ہو۔ دفعتاً اس نے رشیدہ سے کہا۔ "کیا کار ڈرائیو کرنا جانتی ہو۔"

"جی ہاں۔"

"اچھا تو چند منٹوں کے لئے اسٹیئرنگ سنبھال لو۔"

رشیدہ نے اسٹیئرنگ پر ہاتھ رکھا اور وہ اچھل کر پچھلی سیٹ پر چلا گیا۔

"فکر مت کرو، اسٹیئرنگ کرتی رہو۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

وہ پچھلا شیشہ گرا کر اندھیرے میں گھورنے لگا۔ بہت دور سڑک پر ایک بہت بڑا اور متحرک تاریک دھبہ سا دکھائی دے رہا تھا یہ دراصل ایک کار تھی۔ جس کے ہیڈ لائیٹس روشن نہیں تھیں۔ غالباً جعفری کی کار کا تعاقب کیا جا رہا تھا۔ جعفری نے سیٹ کے نیچے ہاتھ ڈال کر ایک

www.urdufans.com

www.allurdu.com

رائفل نکالی جس کی نال میں نیچے کی طرف ایک بڑی سی ٹارچ فٹ تھی۔

"چلتی رہو۔" وہ آہستہ سے بولا۔ "ڈرنامت میں فائر کرنے جارہا ہوں۔"

"کیوں....؟" رشیدہ کانپ کر بولی۔

"چسفورڈ کمپنی کا کوئی آدمی ہمارا تعاقب کررہا ہے۔"

"قتل! نہیں نہیں۔" رشیدہ بوکھلا گئی۔

"اوہ....!" جعفری غرایا۔ "میں صرف اس کی کار کا ایک ٹائر پھاڑنے جارہا ہوں۔"

اُس نے رائفل سیدھی کی۔ ٹریگر پر انگلی رکھتے ہی ٹارچ روشن ہوگئی اور ساتھ ہی فائر بھی ہوا۔ گولی تعاقب کرنے والی کار کے اگلے پہیے پر لگی تھی۔

غیر ارادی طور پر رشیدہ کا ہاتھ گیئر پر جا پڑا.... اور کار کی رفتار کم ہوگئی۔

"کیا کررہی ہو۔" جعفری غرایا اور رشیدہ کو رفتار پھر تیز کردینی پڑی۔ جعفری پھر بولا۔

"بہت ڈرپوک ہو تم۔"

"مجھے کشت وخون سے دلچسپی نہیں۔" رشیدہ نے کہا۔

"تو کیا میں خونی ہوں۔" جعفری بگڑ کر بولا۔

"جی نہیں۔" رشیدہ نے جلدی سے کہا۔

جعفری پھر اگلی سیٹ پر آبیٹھا اور کار ڈرائیو کرنے لگا۔

"مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم پہلے کسی زمانہ میں پولیس سے مل کر کام کیا کرتی تھیں۔ اب بھی کرتی ہو یا نہیں۔" جعفری اس کی طرف گھورتے ہوئے بولا۔

"حالات پر منحصر ہے۔" رشیدہ نے بے پروائی سے کہا لیکن اس کا دل پھر دھڑکنے لگا تھا۔

"انور تمہارا شوہر ہے۔"

"نہیں صرف دوست ہے۔"

"بڑے کام کا.... آدمی ہے اگر اُسے بھی میرے ہی فرم میں لے آؤ تو کیا حرج ہے۔"

"ہرگز نہیں۔ بلکہ میں آپ سے یہ استدعا کروں گی کہ میری تنخواہ میں اضافے کا علم اُسے نہ ہونے پائے۔"

"کیوں....؟"

"میرے زیادہ تر روپے وہی ہضم کرلیتا ہے اور اب تو مجھے اس سے کچھ کچھ نفرت سی ہوچلی ہے۔ نیو اسٹار کے دفتر والی رقم دراصل اسی پر صرف ہوئی تھی۔ اس سور نے میری ذرا بھی مدد نہ کی۔"

"تو تم اس سے الگ ہونا چاہتی ہو۔"

"میں تو چاہتی ہوں لیکن وہ میرا پیچھا نہ چھوڑے گا۔"

"اور اگر میں چھڑادوں تو۔"

"عمر بھر آپ کا احسان مانوں گی۔"

"اچھا میں کوشش کروں گا۔ ویسے وہ سو فیصدی پولیس کا پٹھو ہے۔"

"ایسا تو نہیں.... وہ پولیس والوں سے رقم اینٹھنا خوب جانتا ہے۔ انہیں اس بُری طرح بلیک میل کرتا ہے کہ خدا کی پناہ۔"

"مجھے معلوم ہے۔" جعفری نے کہا اور کار کی رفتار سست ہوگئی۔ تھوڑی دور چل کر ایک کچے راستے پر مڑی اور شاید ایک یا ڈیڑھ فرلانگ کی مسافت طے کرنے کے بعد رک گئی۔ جعفری اُتر پڑا۔ رشیدہ بھی اتری لیکن سہمی سہمی سی نظروں سے اندھیرے میں گھور رہی تھی۔ یہاں چاروں طرف جھاڑیاں ہی جھاڑیاں نظر آرہی تھیں اور سامنے ایک چھوٹا سا مکان تھا جس کی کھڑکیوں سے زرد رنگ کی ہلکی روشنی چھن رہی تھی۔ دونوں مکان میں داخل ہوئے اور جعفری نے دروازہ بند کرکے ایک وحشتناک قہقہہ لگایا۔

رشیدہ سہم کر پیچھے ہٹ گئی۔ جعفری کی آنکھیں حد درجہ بھیانک نظر آنے لگی تھیں۔

"کیوں چوہیا۔" اُس کی غراہٹ بلند ہوگئی۔ "تو ایک بھیڑیئے کو راستہ دکھانے کی کوشش کررہی تھی۔"

رشیدہ چیخ مار کر ایک صوفے پر گر گئی۔

جعفری نے پھر ایک قہقہہ لگایا لیکن یہ قہقہہ معنوی اعتبار سے قہقہہ ہرگز نہیں تھا۔ ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی شیر دھاڑ کر رہ گیا ہو۔

رشیدہ دونوں ہاتھوں سے منہ چھپائے پڑی تھی۔

"فریدی ہی نے بھیجا تھا نا تجھے۔"

"نہیں.... نہیں.... یہ جھوٹ ہے۔" رشیدہ خوفزدہ آواز میں چیخی۔

www.urdufans.com

www.allurdu.com

"مجھے جھوٹا کہتی ہے۔"

"ہاں....؟"

"کیا....؟"

"نہیں تہیں....!"

"تیرے جسم کا ایک ایک ریشہ الگ کردوں گا اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو گی۔"

رشیدہ کچھ نہ بولی اسے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس پر غشی طاری ہو رہی ہو۔

"بتاؤ! فریدی کہاں ہے؟" جعفری نے اس کی گردن ٹٹولتے ہوئے کہا اور پھر اس کی گرفت سخت ہو گئی۔

"بتاتی ہوں۔" رشیدہ گھٹی گھٹی سی آواز میں بولی اور جعفری نے اُس کی گردن چھوڑ دی۔

"میں نہیں جانتی۔" اُس نے اپنی گردن پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "پانی.... پانی۔"

"تم نہیں جانتیں۔"

"ہاں اس نے مجھے ایک خط کے ذریعے آپ کے یہاں ملازمت کرنے کا مشورہ دیا تھا۔"

"اور تم نے ملازم ہوتے ہی اپنا کام شروع کر دیا۔ کیوں کیا وہ یہ سمجھتا ہے کہ شہر میں جتنے بھی قتل ہوئے ہیں ان میں میرا ہاتھ ہے۔"

"یہ میں نہیں جانتی۔ اس نے صرف یہ لکھا تھا کہ میں ہوشیاری سے سب کچھ دیکھتی اور سنتی رہوں۔"

"تمہارے علاوہ اور بھی کوئی ہے۔"

"میں نہیں جانتی۔"

"خیر.... اب اس وقت تک تمہاری رہائی ناممکن ہے جب تک تم یہ سب کچھ اگل نہ دو۔"

جعفری نے رشیدہ کی گردن پکڑ کر اسے سیدھا کھڑا کر دیا اور اس کے دونوں ہاتھ پشت پر لے جا کر انہیں ایک پتلی سی ڈور سے باندھنے لگا۔ دفعتاً ان دونوں پر ایک بہت ہی تیز قسم کی روشنی پڑی اور فوراً ہی غائب ہو گئی۔ جعفری غراتا ہوا کھڑکی کی طرف جھپٹا۔ باہر بدستور تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ اس نے کھڑکی کے باہر چھلانگ لگا دی۔ پھر وہ دیوانوں کی طرح قرب و جوار میں گھستا پھر رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہانپتا ہوا کمرے میں واپس آ گیا۔ رشیدہ کے دونوں ہاتھ پشت پر بندھے

ہوئے تھے.... اور.... وہ چپ چاپ کھڑی تھی۔

"تمہارے حمایتی۔" وہ گرج کر بولا۔ "لیکن دیکھنا ہے کہ وہ تمہیں یہاں سے کس طرح لے جا سکتے ہیں۔ پولیس.... ہوں.... پولیس میرے نزدیک بے جان کھلونا ہے، جس کی اسپرنگ جب چاہوں توڑ دوں۔ تلاشی میں کیا ملا تھا انہیں اور تم نے کیا دیکھا تھا.... ہنہہ....!"

گرفتاری اور فرار

رشیدہ کو غائب ہوئے دس دن گذر گئے تھے۔ اس دوران میں انور نے جیمس اینڈ جعفری کا پورا دفتر ہلا کر رکھ دیا لیکن کوئی نتیجہ نہ برآمد ہوا۔ جعفری نے رشیدہ سے جو کچھ بھی کہا تھا سچ کر دکھایا۔ پولیس اس کا بال بھی بیکا نہ کر سکی۔ ایک طرف اس نے خود محکمہ پولیس ہی پر ہرجانے اور ازالہ حیثیت عرفی کا دعویٰ دائر کر رکھا تھا اور دوسری طرف رشیدہ کے خلاف ایک رپورٹ بھی درج کرائی تھی۔ اس نے اس پر الزام لگایا تھا کہ وہ اس کی تجوری کا تالا توڑ کر پندرہ ہزار روپے کے نوٹ نکال لے گئی ہے ثبوت میں اس نے رشیدہ کا ہینڈ بیگ پیش کر دیا جو اسے ٹوٹی ہوئی تجوری کے پاس ہی پڑا ملا تھا۔ تجوری کے ہینڈل پر رشیدہ کے انگلیوں کے نشانات تک مل گئے۔ یہ تجوری اسی کے کمرے میں رکھی رہتی تھی۔ اس واقعے والی شام کو جعفری نے رشیدہ کو تجوری کی کنجی دے کر اس میں سے کچھ نکالنے کو کہا تھا۔ اس طرح تجوری کے ہینڈل پر اس کی انگلیوں کے نشانات باقی رہ گئے تھے اور جعفری نے اُس وقت تک انکی حفاظت کی تھی جب تک پولیس نے انہیں دیکھ نہیں لیا تھا۔

نہ صرف انور بلکہ حمید اور اس کے دوسرے ساتھی بھی اس کے لئے سرگرداں تھے۔ البتہ فریدی کا کہیں پتہ نہ تھا۔ اب تو حمید کو بھی اس کا علم نہیں تھا کہ وہ کہاں ہے؟ حمید کو یقین کامل تھا کہ رشیدہ کو جعفری ہی نے غائب کیا ہے کیونکہ اس نے ان دونوں کو وقوعے والی رات کو آرلکچو میں ساتھ دیکھا تھا۔ اسے اب رہ رہ کر افسوس ہو رہا تھا کہ اُس نے ان دونوں پر نظر کیوں نہ رکھی۔

اس دوران میں بھی کئی حادثات رونما ہوئے تھے۔ ڈی۔ آئی۔ جی کی ہدایت کے مطابق ڈاکٹر نارنگ نے اپنا دیہی بنگلہ خالی کرا دیا تھا اور ڈی۔ آئی۔ جی نے اس کی نگرانی کرنے کے لئے محکمہ سراغ رسانی کے دو انسپکٹر مقرر کر دیئے تھے لیکن دوسری صبح ان دونوں کی لاشیں ملیں۔ اُن کے

www.urdufans.com

www.allurdu.com

سر بڑی بے دردی سے کچلے گئے تھے اور لاشیں راستے پر ڈال دی گئی تھیں اسی رات کو ڈاکٹر نارنگ پر ایک بار پھر حملہ ہوا۔ اس کے بیان کے مطابق جب وہ رات کا کھانا کھا کر پائیں باغ میں ٹہل رہا تھا تو کسی نے اس پر چھرے سے حملہ کیا اور اس کا داہنا بازو زخمی ہو گیا۔ زخم زیادہ گہرا نہیں تھا۔ اس نے بتایا کہ وہ حملہ آور کو پہچان نہیں سکا تھا۔ اگر وہ لڑنے پر آمادہ نہ ہو گیا ہوتا تو حملہ آور دوسرا وار ضرور کرتا۔ اس کے نوکروں نے اس کی چیخ سنی تھی۔

ان حادثات کے بعد ڈاکٹر نارنگ کے دیہی بنگلے اور شہری رہائش گاہ پر مسلح پولیس کا پہرہ دیا گیا۔ لیکن ایک رات بنگلے کے پہرے داروں پر کسی نامعلوم آدمی نے دیسی بم پھینکے۔ نتیجے طور پر ایک ہلاک ہو گیا اور تین کے گہرے زخم آئے۔ البتہ اس کی شہری رہائش گاہ پر پھر کوئی حادثہ نہیں ہوا۔

اب تو ڈی۔ آئی۔ جی کو بھی فریدی پر تاؤ آنے لگا تھا۔ محکمہ سراغ رسانی پر چاروں طرف سے بوچھاڑیں ہو رہی تھیں۔ حکومت نے پورے ملک کے بہترین دماغ ایک جگہ اکٹھا کر دیئے تھے لیکن نتیجہ کچھ بھی نہیں ہوا۔ پھر یہ خبر بھی گشت کرنے لگی تھی کہ حکومت عنقریب برطانوی حکومت سے استدعا کر کے اسکاٹ لینڈ یارڈ کے نامور جاسوسوں کی خدمات حاصل کرنے والی ہے۔

ڈی۔ آئی۔ جی اپنے آفس میں بیٹھا بُری طرح کھول رہا تھا کہ چپراسی نے ایک کارڈ لا کر پیش کیا۔ ڈی۔ آئی۔ جی پیشانی پر شکنیں ڈالے اس کارڈ کو چند لمحے گھورتا رہا پھر جھنجھلائی ہوئی آواز میں بولا۔ "آنے دو۔"

نیوا سٹار کا کرائم رپورٹر انور سعید چق ہٹا کر اندر داخل ہوا۔

"بیٹھ جاؤ۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے مضطربانہ انداز میں کہا جس میں جھنجھلاہٹ بھی شامل تھی۔ "وہ لڑکی ملی یا نہیں۔"

"وہ تو نہیں ملی۔" انور نے کہا۔ "لیکن اس کا سراغ معہ ثبوت مل گیا ہے۔"

"یعنی....!" ڈی۔ آئی۔ جی نے گھورتے ہوئے پوچھا۔

انور نے جیب سے ایک تصویر نکال کر اس کی میز پر رکھ دی۔

"یہ کیا۔" ڈی۔ آئی۔ جی اُس پر جھکتا ہوا بولا پھر سیدھا ہو کر انور کو گھورنے لگا۔ انور کچھ نہ بولا۔

"بولتے کیوں نہیں، یہ کون ہے؟" ڈی۔ آئی۔ جی نے جھنجھلا کر پوچھا۔

"جیمس اینڈ جعفری کا جنرل منیجر جعفری.... اور دوسری رشیدہ ہے۔"

"اوہ....!" ڈی۔ آئی۔ جی کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"اور غالباً یہی مسٹر کیو ہے۔" انور بولا۔ "اُسے کسی طرح علم ہو گیا کہ رشیدہ کو فریدی صاحب نے اس کی فرم میں ملازمت کرنے کی ترغیب دی تھی لہٰذا اس نے اُسے غائب کر دیا اور اس کی چالاکیوں سے تو آپ واقف ہی ہوں گے کہ اس نے کس طرح پولیس پر ازالہ حیثیت عرفی کا دعویٰ کیا ہے اور کس خوش اسلوبی سے رشیدہ کو چور ثابت کر کے اس کے خلاف رپورٹ بھی درج کرا دی ہے۔"

ڈی۔ آئی۔ جی اس تصویر کو برابر گھورے جا رہا تھا۔ یہ جعفری اور رشیدہ کی تصویر تھی جس میں وہ رشیدہ کے دونوں ہاتھ اس کی پشت پر باندھ رہا تھا۔

"تمہیں یہ ملی کہاں سے۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے پوچھا۔

"ایک خط کے ساتھ فریدی صاحب کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔"

"فریدی۔" ڈی۔ آئی۔ جی چونک کر بولا۔ "وہ ہے کہاں.... خط لاؤ۔"

"پتہ نہیں.... وہ کہاں ہیں۔" انور جیب سے خط نکالتا ہوا بولا۔ "دستی خط.... آرلکچو کے ویٹر سے ملا تھا۔"

کاغذ پر صرف دو سطریں تحریر تھیں۔

"تصویر بھیج رہا ہوں اور مجھے امید ہے کہ تم صحیح نتیجے پر پہنچو گے اُسے ڈی۔ آئی۔ جی صاحب کے پاس لے جاؤ.... "ف"

"مائی گاڈ....!" ڈی۔ آئی۔ جی حیرت سے بولا۔ "تو یہی شخص مسٹر کیو ہے۔"

"میرا تو یہی خیال ہے۔" انور نے کہا۔

"اچھا تو تم جاؤ۔" ڈی۔ آئی۔ جی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ "اخبار میں اس کے متعلق کچھ نہیں آنا چاہئے۔"

"بہتر ہے۔" انور نے کہا اور کمرے سے نکل گیا۔

دوسرا لمحہ ڈی۔ آئی۔ جی کے لئے انتہائی ہیجان آفریں تھا۔ وہ خط اور تصویر لئے ہوئے آئی۔ جی کے دفتر کی طرف لپکا۔

پھر آدھے گھنٹے کے اندر ہی اندر جیمس اینڈ جعفری کے دفتر کا محاصرہ کر لیا گیا۔ کسی کو سانس

www.urdufans.com

www.allurdu.com

لینے کی مہلت بھی نہ ملی لیکن خود جعفری کا کہیں پتہ نہ تھا۔ پولیس نے عمارت کا گوشہ گوشہ چھان مارا۔ جعفری کے کمرے والا تہہ خانہ بھی دیکھا گیا لیکن لاحاصل.... دفتر کا سارا عملہ حراست میں لے لیا گیا۔ ڈی۔ آئی۔ جی کا دل چاہ رہا تھا کہ اپنے منہ پر تھپڑ مارے۔ جلدی میں اس نے ایک زبردست غلطی کی تھی۔ محاصرے سے پہلے اسے معلوم کر لینا چاہئے تھا کہ جعفری دفتر میں موجود بھی ہے یا نہیں۔ آئی۔ جی بھی اس کے سر الزام تھوپ رہا تھا۔ حالانکہ وہ خود بھی عقل رکھتا تھا۔ اس کش مکش کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند لمحوں کے بعد وہ دونوں ہی متفقہ طور پر فریدی کو بُرا بھلا کہہ رہے تھے۔

"کیا حماقت کی ہے اس لونڈے نے خود کو نہ جانے کیا سمجھ رکھا ہے۔" آئی۔ جی بولا۔

"میں خود بھی یہی سوچ رہا تھا۔ آخر اس کرائم رپورٹر کو تصویر بھیجنے کی کیا ضرورت تھی۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے کہا۔ "خود آرائی کا نتیجہ ہمیشہ خراب ہوتا ہے۔"

"بہت ہو چکا۔" آئی۔ جی پھنکارا۔ "پانی سر سے اونچا ہو چکا ہے۔ میں آج ہی اسے معطل کرتا ہوں اور ساتھ ہی اس کی گرفتاری کا وارنٹ بھی جاری کراؤں گا۔ بہت سر چڑھایا گیا ہے۔ میں کسی ایسے آدمی کا وجود اپنے محکمے میں برداشت نہیں کر سکتا جو ڈسپلن برقرار نہ رکھ سکے۔"

ڈی۔ آئی۔ جی کچھ کہنے ہی جا رہا تھا کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ ڈی۔ آئی۔ جی نے ریسیور اٹھا لیا۔ چند لمحے بُرا سا منہ بنائے ہوئے سنتا رہا پھر ایک طویل "اچھا" کے ساتھ ریسیور پٹخ دیا۔

آئی۔ جی سوالیہ انداز سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"یہ تو جان ہی کو آ گیا ہے۔" ڈی۔ آئی۔ جی بڑبڑایا۔

"کون....؟" آئی۔ جی نے پوچھا۔

"ڈاکٹر نارنگ.... اب نہ جانے کون سی آفت ٹوٹی ہے کہ بلا رہا ہے۔"

"ابھی کیا ہے! یہ سارے لیڈر ناطقہ بند کر دیں گے۔ فریدی کے لونڈا پن کی وجہ سے بنا بنایا کھیل بگڑ گیا۔"

ڈی۔ آئی۔ جی دو انسپکٹروں کے ساتھ ڈاکٹر نارنگ کی کوٹھی کی طرف روانہ ہو گیا۔ ڈاکٹر نارنگ برآمدے میں کھڑا پائیں باغ میں پھیلے ہوئے کبوتروں کے لئے دانہ ڈال رہا تھا۔

"فرمایئے۔" میں آج بہت مشغول ہوں۔" ڈی۔ آئی۔ جی اس کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

"کیا؟ میں نہیں سمجھا!" ڈاکٹر نارنگ نے حیرت سے کہا۔

"آپ نے فون کیا تھا مجھے۔" ڈی۔ آئی۔ جی جھنجھلا کر بولا۔

"میں نے.... نہیں تو۔"

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔" ڈی۔ آئی۔ جی بے بسی سے بولا۔ "وہ مسٹر کیو بھی ہاتھ آتے آتے رہ گیا۔"

"کیا کیسے.... یہاں کیوں کھڑے ہیں۔ اندر چلئے۔" ڈاکٹر نارنگ بولا۔

وہ لوگ ملاقاتی کمرے میں آ کر بیٹھ گئے۔

"کیا مسٹر کیو کی شخصیت ظاہر ہو گئی۔" ڈاکٹر نارنگ نے پوچھا۔

"جی ہاں! لیکن اسے فی الحال اپنے ہی تک محدود رکھئے گا۔ سردست تو وہ نکل بھی گیا ہے۔ لیکن زیادہ دیر تک نہ بچ سکے گا۔ سارے ملک میں وائرلس کے ذریعہ اس کا حلیہ جاری کر دیا گیا ہے۔"

"کون ہے وہ؟"

"جیمس اینڈ جعفری کا جنرل منیجر جعفری۔" ڈی۔ آئی۔ بولا۔

قبل اس کے کہ ڈاکٹر نارنگ کچھ کہتا کمرے کے ایک گوشے میں غراہٹ سی سنائی دی۔

"جعفری حاضر ہے۔"

وہ سب چونک کر مڑے۔

جعفری ایک دروازے میں کھڑا انہیں خونخوار نظروں سے گھور رہا تھا اور اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ جس کا رخ انہیں کی طرف تھا۔ وہ چاروں اچھل کر کھڑے ہو گئے۔

"کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے۔" جعفری غرایا۔ "مسٹر کیو پر ہاتھ ڈالنا آسان کام نہیں۔ ڈی۔ آئی۔ جی صاحب۔"

ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے سبھوں کو سانپ سونگھ گیا ہو۔ البتہ ڈاکٹر نارنگ کے ہونٹوں پر عجیب طرح کی مسکراہٹ تھی۔ جعفری نے پتلون کی جیب میں ہاتھ ڈال کر ہتھکڑیوں کا جوڑا نکالا اور اسے ایک انسپکٹر کی طرف اچھالتا ہوا بولا۔ "اپنے ڈی۔ آئی۔ جی اور ڈاکٹر نارنگ کے ہاتھوں میں لگا دو.... چلو.... جلدی کرو۔"

انسپکٹر نے طوعاً و کرہاً ایک ہتھکڑی ڈی۔ آئی۔ جی کے اور دوسری ڈاکٹر نارنگ کے ہاتھ میں

www.urduFans.com

www.allurdu.com

ڈال دی۔ دوسرے سب انسپکٹر کا ہاتھ جیب کی طرف جا ہی رہا تھا کہ جعفری نے اسے للکارا۔

"خبردار میں سر سے پیر تک آنکھیں ہی آنکھیں رکھتا ہوں۔"

"یہ کیا لغویت ہے۔" ڈی۔ آئی۔ جی جھلا کر چیخا۔

"سرکار ناراض نہ ہوں۔" جعفری قدرے جھک کر بولا۔ اس کا ایک ہاتھ اس کے سر پر تھا اس نے اپنے بال مٹھی میں جکڑے اور ایک جھرا ٹا سا مارا۔ بالوں کے ساتھ چہرے کی کھال بھی اترتی چلی گئی اور جب وہ سیدھا ہوا تو ڈی۔ آئی۔ جی اور دونوں انسپکٹر بے ساختہ چیخ پڑے۔ "فریدی۔"

دفعتاً ڈاکٹر نارنگ ڈی۔ آئی۔ جی پر ٹوٹ پڑا۔ دونوں کے داہنے اور بائیں ہاتھ ایک ساتھ جکڑے ہوئے تھے اور دوسرے دائیں بائیں آزاد تھے۔ دونوں ایک ساتھ زمین پر آرہے۔ قبل اس کے کہ وہ لوگ سنبھلتے ڈاکٹر نارنگ اٹھ کر بھاگا۔ پتہ نہیں اس نے کس طرح اپنا ہاتھ ہتھکڑی سے نکال لیا تھا۔ ہتھکڑی بدستور بند تھی۔ فریدی ڈاکٹر نارنگ کے پیچھے دوڑا۔ اس کے پیچھے وہ تینوں بھی بھاگے۔ وہ سارے کمروں میں ناچتے پھر رہے تھے اور ڈاکٹر نارنگ کا کہیں پتہ نہ تھا۔

"میں بھی شاید پاگل ہو گیا ہوں۔" فریدی نے کہا اور ایک سمت دوڑنے لگا۔ ایک کمرے میں پہنچ کر وہ ایک لحظہ کے لئے رکا۔ یہاں ایک میز الٹی پڑی تھی غالباً وہ دیوار سے لگی رہی ہو گی۔

"یہ ہتھکڑی لو۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے اپنے ہاتھ میں جھولتی ہوئی ہتھکڑی کی طرف دیکھ کر کہا۔ ایک انسپکٹر نے آگے بڑھ کر ہتھکڑی نکال دی۔

فریدی دیوار سے لگے ہوئے ایک ایک ریک پر زور آزمائی کر رہا تھا۔ دفعتاً ریک اپنی جگہ سے کھسک کر ایک طرف ہو گیا۔ سامنے دروازہ تھا وہ چاروں دیوانہ وار اندر گھسے۔

"بڑا غلط طریقہ تھا۔" ڈی۔ آئی۔ جی بڑبڑا رہا تھا۔

"جناب والا۔" فریدی نے مڑے بغیر کہا۔ "آپ محاصرہ کر کے تو اُسے پکڑ ہی نہیں سکتے تھے۔ اس عمارت کے نیچے سرنگوں اور تہہ خانوں کا جال بچھا ہوا ہے۔ گھبرائیے نہیں! میں جانتا ہوں کہ وہ کہاں گیا ہو گا۔"

وہ ایک کشادہ سرنگ میں دوڑ رہے تھے۔ اُن میں سے ہر ایک کچھ نہ کچھ بولنا چاہتا تھا لیکن ان کے دم گھٹ رہے تھے۔ سرنگ تاریک اور متعفن تھا۔

"لیکن سنو تو سہی۔" ڈی۔ آئی۔ جی ہانپتا ہوا بولا۔ "ہم کہاں جا رہے ہیں۔"

"باٹم روڈ پر نکلیں گے۔ موٹروں کے کارخانہ کے پاس۔ گھبرائیے نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ وہیں گیا ہو گا۔ موٹروں کا کارخانہ اسی کا ہے۔ اس نے وہاں سے ایک موٹر لی ہو گی اور سیدھا ساگر سینشن گیا ہو گا۔" فریدی نے کہا۔

"مجھے تو اب بھی یقین نہیں آرہا ہے کہ وہ مسٹر کیو ہے۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے کہا۔

"اس سرنگ میں دوڑتے وقت بھی نہیں۔" فریدی کے لہجے میں تمسخر تھا۔ آئی۔ جی کچھ نہ بولا۔

"آخر اتنا اُدھم مچانے کی کیا ضرورت تھی۔" ایک انسپکٹر بولا۔

"اس کے علاوہ اور کوئی چارہ ہی نہیں تھا۔" فریدی بولا۔ "ذرا رفتار اور تیز کیجئے۔"

تھوڑی دیر بعد انہیں روشنی دکھائی دی۔ پھر تین زینوں پر نظر پڑی دوسرے لمحے میں وہ باہر تھے ایک بڑا سا پتھر ایک طرف پڑا تھا جو غالباً ڈاکٹر نارنگ کے نکلنے سے پہلے سرنگ کے دہانے پر رکھا رہا ہو گا۔ چاروں طرف کروندے کی کانٹے دار اور بے ترتیب جھاڑیاں بکھری ہوئی تھیں۔ انہوں نے بروقت تمام راستہ بنایا اور باہر نکلے۔ سڑک زیادہ دور نہیں تھی۔ وہ دوڑتے ہوئے جنرل موٹر گیراج تک آئے۔ کم از کم ڈی۔ آئی۔ جی کے لئے تو یہ نئی اطلاع تھی کہ وہ گیراج ڈاکٹر نارنگ ہی کی ملکیت تھا۔ گیراج کا منتظم باہر ہی مل گیا۔

"ڈاکٹر صاحب آئے تھے۔" فریدی نے اس سے پوچھا۔

"جی ہاں۔" اس نے کہا۔

"تنہا ہی تھے۔" فریدی گھبرائے ہوئے لہجے میں بولا۔ گیراج کا منتظم دونوں انسپکٹروں کو حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ کیونکہ انہوں نے ریوالور اور کارتوسوں کی پیٹیاں لگا رکھی تھیں۔ منتظم نے جواب میں سر ہلا دیا۔

"اُف فوہ۔" فریدی نے بے چینی سے کہا۔ "انہیں منع کیا گیا تھا کہ تنہا باہر نہ نکلیں۔ کتنا خطرہ ہے ان کے لئے.... کدھر گئے۔"

"ایک کار لے کر اُدھر گئے ہیں۔" منتظم نے ایک طرف اشارہ کیا۔

"کوئی اور گاڑی فالتو ہے۔"

"جی ہاں ہے۔"

"فون بھی ہے یہاں.... اچھا ذرا گاڑی جلدی سے نکلوائیے۔ ان کی جان کو خطرہ ہے۔"

www.urdufans.com

www.allurdu.com

فریدی مضطربانہ انداز میں ہاتھ ملنے لگا۔

"فون ہے! آیئے۔" منتظم گھبرا گیا تھا۔ فریدی نے فون پر ہاتھ ڈالا۔

"ہیلو.... کوتوالی.... ڈی۔ آئی۔ جی آف انٹیلی جنس سپیکنگ.... ساگر مینشن کا محاصرہ فوراً کر لیا جائے۔ زیادہ سے زیادہ آدمیوں سمیت.... فوراً.... جلدی۔"

ریسیور رکھ کر فریدی باہر بھاگا۔ کار باہر کھڑی تھی۔ اس نے جھپٹ کر اسٹیئرنگ سنبھالا اور اس کے ساتھی بھی بیٹھ گئے۔ کار تیزی سے بیلی روڈ کی طرف مڑی اور دونوں انسپکٹروں کے سر ایک دوسرے سے ٹکرا گئے۔

لاشوں کی بارش

"اُف فوہ! کتنا بے وقوف بنے ہیں ہم لوگ.... اس کی گرفتاری کے بعد بھی شاید کسی کو مشکل ہی سے یقین آئے کہ وہ خود ہی مسٹر کیو ہے۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے کہا۔

"میرے پاس ثبوتوں کا انبار عظیم ہے۔" فریدی نے لاپروائی سے کہا۔

"حمید کہاں ہے۔"

"پتہ نہیں! ہوگا کہیں۔" فریدی بولا۔ "اس بار میں نے انہیں بھی دھوکے میں رکھا ہے جنہیں خود ہی کام پر لگایا تھا۔" ایک لمحے کے لئے خاموشی رہی پھر فریدی نے کہا۔

"حمید تک کو اس کا علم نہیں کہ مسٹر کیو کون ہے۔ وہ اب بھی جعفری کی تلاش میں ہوگا۔"

"لیکن.... کیوں؟"

"اطمینان سے عرض کروں گا۔ فی الحال تو میں بھی امید و بیم کی حالت میں ہوں۔"

"اگر نکل گیا تو بہت بُرا ہوگا۔"

"ساگر مینشن کے علاوہ اور کہیں نہیں جا سکتا۔" فریدی نے کہا۔

"یقین کی کوئی وجہ۔"

"ہیڈ کوارٹر وہی ہے پانچ دنوں سے متواتر میں اسی چکر میں رہا ہوں اور یقین واثق ہو جانے پر اُن اقدام کا فیصلہ کیا تھا۔ اُف فوہ! آج تو یہ فاصلہ کسی طرح کم ہی نہیں ہو رہا ہے۔"

"دیکھو رفتار کم کرو۔ ہم شہر کے آباد حصے میں داخل ہو رہے ہیں۔"

"غالباً پولیس اب تک وہاں پہنچ گئی ہوگی۔" فریدی نے رفتار کم کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن تم نے فون پر! اُف فوہ.... بڑی غلطی کی۔" ڈی۔ آئی۔ جی بے چینی سے پیشانی رگڑنے لگا۔

"جی.... کیسی غلطی۔"

"تم نے انہیں یہ نہیں بتایا کہ نارنگ ہی مسٹر کیو ہے۔ اگر وہ انہیں دھوکہ دے کر نکل گیا تو۔"

"مجھے یقین ہے کہ اگر وہاں پولیس پہنچ بھی گئی ہوگی تو ابھی شاید ہی عمارت میں داخل ہو سکی ہو۔"

"کیوں؟"

"وہاں مسٹر کیو کے ساٹھ ستر آدمی رہتے ہیں اور ڈاکٹر نارنگ کا ذہنی توازن فی الحال بگڑ گیا ہے ورنہ وہ اس طرح نہ بھاگتا۔ ظاہر ہے کہ وہ اتنا محتاط آدمی تھا۔ خود اس کے آدمیوں کو اس کا علم نہیں کہ مسٹر کیو کون ہے۔ اس نے ہر طرح اپنی مضبوطی کر رکھی تھی۔ اگر وہ اس طرح نہ بھاگتا تو اسے مجرم ثابت کرنے میں مجھے دانتوں پسینہ آجاتا اور میں نے یہ ڈرامائی انداز محض اس لئے اختیار کیا تھا کہ اسے اچانک ذہنی طور پر انتشار میں مبتلا کر دوں اور وہ گرفتاری کے وقت ردعمل کے طور پر کوئی اضطراری حرکت کر بیٹھے مگر مجھے اس کا گمان بھی نہیں تھا کہ وہ بند ہتھکڑی سے ہاتھ نکال لے گا۔"

"واقعی تم اس سے بھی زیادہ بھیانک ہو۔" ڈی۔ آئی۔ جی فریدی کا شانہ تھپکتا ہوا بولا۔ "اگر خدانخواستہ کہیں تم بھی غیر قانونی راستوں پر نکل گئے ہوتے تو ہم لوگوں کے لئے ایک مستقل درد سر ہو جاتے۔"

فریدی ہنسنے لگا۔ دفعتاً اس نے کار کی رفتار بالکل کم کر دی اور ڈی۔ آئی۔ جی کی طرف دیکھ کر آہستہ سے بولا۔ "سن رہے ہیں آپ۔"

"ارے! یہ تو مشین گنوں کی آوازیں ہیں۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے اچھل کر کہا۔

"وہ دیکھئے۔" فریدی نے سامنے اشارہ کیا۔ سڑک سنسان پڑی تھی اور ساگر مینشن سے چاروں طرف گولیاں برس رہی تھیں۔ پولیس کا کہیں پتہ نہ تھا۔

فریدی نے بڑی پھرتی سے کار بیک کی۔ اگر وہ دو ڈھائی سو گز اور آگے بڑھ گئے ہوتے تو کار گولیوں کی زد پر آجاتی۔ فریدی نے کار کو اگلی گلی میں موڑ دیا۔ ساگر مینشن مقابل سمت کی لائن میں

www.urdufans.com

www.allurdu.com

تھی۔ گلی کے اندر سہمے ہوئے آدمیوں کا ہجوم تھا اور پولیس والے بھی سراسیمگی کا شکار ایک دوسرے کی شکلیں دیکھ رہے تھے۔ فریدی کار روک کر کود پڑا۔ وہ سب بھی اترے، اور بھیڑ میں گھستے چلے گئے۔

آگے چل کر ایس۔ پی سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ وہ ڈی۔ آئی۔ جی کی طرف جھپٹا۔

"ہمارے آنے سے قبل ہی گولیوں کی بارش ہو رہی تھی۔" وہ گھبرائے ہوئے لہجے میں بولا۔ "میرے خدا نہ جانے کتنی لاشیں ساگر مینشن کے سامنے پڑی ہیں.... اور.... آیئے میرے ساتھ۔"

ایس۔ پی انہیں لے کر ایک عمارت میں داخل ہوگیا۔ اوپری منزل پر پہنچ کر اُس نے ایک کمرے کے روشندان کی طرف اشارہ کیا۔

وہ سب روشندانوں سے جھانکنے لگے۔ یہ عمارت ٹھیک ساگر مینشن کے سامنے تھی اور یہ لوگ اس کے عقبی راستے سے داخل ہوئے تھے۔

روشندانوں سے آنکھیں لگاتے ہی فریدی اور اس کے ساتھیوں کے منہ سے بیک وقت "ارے" نکل گیا۔ گولیاں ساگر مینشن کے اُن نلوں سے نکل رہی تھیں جو غالباً بارش کا پانی نکلنے کے لئے لگائے گئے تھے۔ ایک ایک فٹ باہر نکلے ہوئے نل جن کا جھکاؤ غالباً پچھتر ڈگری کے زاویئے سے سڑک کی طرف تھا۔

"ایسے ہی نل۔" ایس۔ پی بولا۔ "پوری عمارت میں چاروں طرف لگے ہوئے ہیں۔ غالباً چوتھی سمت بھی گولیاں برس رہی ہوں گی۔"

ساگر مینشن کے ٹھیک نیچے فٹ پاتھ پر لاشوں کے ڈھیر تھے۔

"مگر وہ لاشیں۔" فریدی آہستہ سے بولا۔ "وہ تو گولیوں کی زد میں نہیں۔ وہاں ان کا ڈھیر کیا معنی رکھتا ہے۔"

"اور.... اُف۔" عمارت کا ایک مکین آگے بڑھ کر ہانپتا ہوا بولا۔ "مجھ سے پوچھئے.... میرے خدا.... میرے حواس درست نہیں۔ وہ لاشیں ساگر مینشن ہی سے گری ہیں۔ لاشوں کا آبشار.... خدا کی قسم.... لاشوں کا آبشار۔ وہ اس طرح گر رہی تھیں جیسے بارش ہو رہی ہو۔ سب سے پہلے لاشیں گریں اور پھر.... ان نلوں سے گولیاں نکلنے لگیں۔ میرا بھائی.... ہائے کہیں وہ بھی.... نہ مارا گیا ہو.... میرے خدا.... اس کا کچھ پتہ نہیں۔"

وہ خاموش ہو کر الٹے پاؤں دوڑتا ہوا نیچے چلا گیا۔ گولیاں برابر سے جا رہی تھیں۔

فریدی نے ایک بار پھر فٹ پاتھوں پر پڑی ہوئی لاشوں کی طرف دیکھا اور نیچے اُتر آیا۔

"تو اس نے اپنے ساتھیوں کو بھی ٹھکانے لگا دیا۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"اب کیا کیا جائے۔" ڈی۔ آئی۔ جی پاگلوں کی طرح آنکھیں نکال کر بولا۔

"فون.... یہاں اس عمارت میں کوئی فون ہے۔" فریدی ایس۔ پی کی طرف مڑا۔

"وہ تو ہوگا ہی! یہ بتایئے کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔" ڈی۔ ایس۔ پی نے کہا۔

"مسٹر کیو۔" فریدی مضطربانہ انداز میں بولا۔ "وہ اس عمارت میں موجود ہے۔"

ایسا معلوم ہوا جیسے ایس پی پر بم گر پڑا ہو۔ وہ حیرت سے منہ اور آنکھیں پھاڑے کھڑا رہا۔

"کیوں بھئی! فون ہے یہاں۔" فریدی ایک آدمی کی طرف مڑا جو غالباً اسی عمارت کا کوئی فرد تھا۔

"جی ہاں! آیئے میرے ساتھ۔"

وہ دونوں تیزی سے اترے۔ دوسرے لمحے میں فریدی کی انگلی ٹیلی فون کے ڈائیل پر چل رہی تھی۔ اُس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔ "ہیلو.... ہیلو۔"

جواب میں ایک خوفزدہ سی نسوانی آواز سنائی دی۔

"ڈاکٹر نارنگ سے کہو۔" فریدی گرجا۔ "کب تک گولیاں چلیں گی۔ ساگر مینشن کا ایک متنفس زندہ نہ بچے گا۔ مجھے معلوم ہے کہ ساگر مینشن ایک سیدھی سادی سی عمارت ہے۔"

"وہ پاگل ہو گیا ہے۔" گھٹی گھٹی سی آواز آئی۔ "مجھے بچاؤ.... میں ایک کمرے میں پھنسی پڑی ہوں۔ دروازے پر ایک بڑی وزنی الماری آگری ہے۔ میں اُسے ہٹا نہیں پا رہی ہوں۔ مجھے بچایئے۔"

"تم کون ہو؟" فریدی نے حیرت سے پوچھا۔

"ایک بے بس لڑکی۔ اسے نہیں معلوم کہ میں زندہ بچ گئی ہوں۔ ورنہ وہ مجھے بھی نہ چھوڑے گا.... بچاؤ۔"

"کیا وہ تنہا ہے۔"

"ہاں.... اس نے سبھوں کو مار ڈالا ہے اور اب ایک مرکزی مشین پر بیٹھا ساری مشین گنوں کو کنٹرول کر رہا ہے۔ خدارا کسی طرح آؤ۔ وہ پاگل ہو گیا ہے میں نہیں جانتی کہ اس کا اس معاملے سے کیا تعلق ہے۔"

www.urdufans.com

www.allurdu.com

"وہ.... وہی تمہارا مسٹر کیو ہے۔ تم کنول تو نہیں۔"

"جی ہاں.... جی ہاں.... آپ کون ہیں.... کہاں سے بول رہے ہیں۔"

"فریدی.... چپ چاپ پڑی رہو۔ وہ کس کمرے میں ہے۔"

"لائبریری کے قریب والے میں جس میں مشینیں فٹ ہیں۔ فریدی صاحب خدا کے لئے مجھے بچایئے۔ اس نے سب کو مار ڈالا نادرہ.... کرنل کی بہن کو بھی۔"

"لیکن.... اس نے تنہا.... ان سبھوں کو کس طرح مار ڈالا۔"

"اُوہ.... بڑے خوفناک طریقے سے۔ اس نے عمارت میں داخل ہوتے ہی سبھوں کو اکٹھا کیا اور کہا کہ مسٹر کیو کا حکم ہے کہ تم سب اوپر چلو۔ پھر اس نے ان سبھوں کو اوپری منزل پر لے جاکر چھت کے سرے پر کھڑا کیا۔ خدا کی پناہ میں بھی انہیں میں تھی۔ پھر اچانک اس نے ایک برین گن اٹھائی اور گولیاں برسانے لگا۔ اُس کی آنکھوں میں خون تھا اور وہ اندھا ہو رہا تھا۔ میں کسی نہ کسی طرح نکل گئی اور اب میں اس کمرے میں پھنسی ہوئی گولیوں کی آوازیں سن رہی ہوں۔ خدا کے لئے جلد پہنچئے۔"

"اچھا لڑکی۔" فریدی ایک طویل سانس لے کر بولا۔ "چپ چاپ پڑی رہو۔ میں آرہا ہوں۔" وہ ریسیور رکھ کر جانے کے لئے مڑا۔

ڈی۔ آئی۔ جی وغیرہ بھی اُسی کمرے میں آگئے تھے۔

"کیسے جاؤ گے۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے پوچھا۔

"جس طرح بھی بن پڑے گا۔ جانا تو ہے ہی۔ وہ تنہا ہے اور ایک مشین کے ذریعہ ان بندوقوں کو کنٹرول کر رہا ہے۔"

"نہیں.... اس حالت میں.... بھلا میں کیسے جانے دوں گا۔ اب میرے خیال سے اسے تھکنے ہی دو۔ لوگ ہوشیار ہو گئے ہیں اور اب کسی کے مرنے کا امکان نہیں۔ ڈی۔ آئی۔ جی نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"وہاں ایک زندگی خطرے میں ہے۔ ایک ایسی لڑکی جس سے ہمیں تھوڑی بہت مدد بھی ملی ہے۔ میں اُسے اس کے رحم و کرم پر کسی طرح نہیں چھوڑ سکتا۔"

"پاگل نہ بنو۔" ڈی۔ آئی۔ جی اس کا بازو پکڑتا ہوا بولا۔

"میں آپ کا حکم نہ ماننے پر مجبور ہوں۔" فریدی نے پلٹ کر اُسے ایسی نظروں سے دیکھا کہ ڈی۔ آئی۔ جی کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی اُسے ایسا معلوم ہوا جیسے وہ کسی پاگل کی ویران آنکھیں رہی ہوں۔ بے حس اور خوفناک۔ فریدی ہاتھ چھڑا کر آگے بڑھا۔ لیکن ایس۔ پی دروازے میں حائل ہو گیا تھا۔

"براہ کرم ہٹ جایئے۔ وہاں تک پہنچنا کچھ مشکل کام نہیں۔ تھوڑی سی ہمت کی ضرورت ہے۔ میں جانتا ہوں کہ وہ کس کمرے میں ہے۔ عمارت میری دیکھی ہوئی ہے۔ وہ بس اندھوں اور پاگلوں کی طرح گولیاں برسا رہا ہے۔"

"لیکن جاؤ گے کس طرح۔" ڈی۔ آئی۔ جی بے چینی سے بولا۔

"وہ سارے نل دو دو فٹ کے فاصلے پر لگے ہوئے ہیں۔ اگر میں کسی دو نلوں کے درمیانی فاصلے کو ذہن میں رکھ کر چلوں تو گولیوں سے بچ سکتا ہوں۔"

"خطرناک! انتہائی خطرناک.... ہرگز نہیں۔" ڈی۔ آئی۔ جی چیخ کر بولا۔

لیکن اتنی دیر میں فریدی ایس۔ پی کو دھکا دے کر باہر نکل چکا تھا۔

"پکڑو.... اسے پکڑو.... پاگل.... سور۔" ڈی۔ آئی۔ جی بے تابانہ اس کے پیچھے دوڑا لیکن فریدی گلی میں بھرے ہوئے آدمیوں کی بھیڑ میں غائب ہو چکا تھا۔

وہ لوگ پھر کھڑکیوں کے قریب آگئے اور پھر انہوں نے فریدی کو نیچے فٹ پاتھ پر دیکھا۔ اُس سے تھوڑے ہی فاصلے پر گولیاں گر گر کر گرد و غبار اڑا رہی تھیں۔ ڈی۔ آئی۔ جی نے اوپر سے اُسے پھر آواز دی لیکن اس نے سر اٹھا کر دیکھنے کی بھی زحمت گوارا نہیں کی۔ اس کی نظریں پائپ پر جھکی ہوئی تھیں اور پھر وہ چل پڑا لوگ چیخنے لگے۔ پھر اس نے اتنی تیزی سے سڑک پار کی جیسے بجلی چمک گئی ہو۔ دوسرے فٹ پاتھ پر پہنچ کر وہ مڑا اور ڈی۔ آئی۔ کی طرف دیکھ کر ہاتھ ہلانے لگا۔

"ہے کوئی اس کی ٹکر کا۔" ڈی۔ آئی۔ جی ہنس پڑا۔ یہ ہنسی عجیب قسم کی تھی۔ کچھ گلوگیر سی جس میں شاید کچھ آنسوؤں کی نمی بھی شامل تھی۔ حقیقتاً اس کی آنکھیں بھر آئی تھیں۔

"زندہ باد بیٹے! زندہ باد۔" وہ ہاتھ مل کر بڑبڑایا۔

فریدی نے نچلے سارے دروازوں پر نظریں دوڑائیں لیکن سب کے سب بند تھے۔ تیسری منزل کی ایک کھڑکی کھلی نظر آرہی تھی اور اسی سے ملا ہوا ایک موٹا سا پائپ تھا جو نیچے تک چلا آیا

www.urdufans.com

www.allurdu.com

تھا۔ فریدی نے اپنے جوتے اتارے کوٹ کی جیب سے ریوالور نکال کر پتلون کی جیب میں ڈالا اور کوٹ بھی اتار کر وہیں فٹ پاتھ پر پھینکا۔ اب وہ اسی پائپ کو پکڑ کر اوپر چڑھ رہا تھا۔

اسے بد قسمتی ہی کہنا چاہئے کہ جب وہ اوپر پہنچ کر کھڑکی میں داخل ہو رہا تھا تو ریوالور اس کی جیب سے نکل کر نیچے فٹ پاتھ پر جا پڑا۔ فریدی نے جھک کر دیکھا اور پھر بُرا سا منہ بنا کر بڑبڑایا۔

"اونہہ! جہنم میں جائے۔"

کمرہ خالی تھا۔ وہ آگے بڑھا۔ پیروں میں جوتے نہیں تھے۔ اس لئے وہ کوئی آواز پیدا کئے بغیر بہ آسانی نقل و حرکت کر رہا تھا۔

عمارت کا پورا نقشہ اس کے ذہن میں تھا۔ وہ دوسری منزل پر اُتر آیا۔ مشین گنیں اب تک چل رہی تھیں۔ لائبریری کے قریب پہنچ کر وہ ایک لحظہ کے لئے رکا پھر آہستہ آہستہ اس کمرے کی طرف بڑھا جس کا پتہ کنول نے دیا تھا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ ڈاکٹر نارنگ کی پشت دروازے کی طرف تھی اور وہ مجنونانہ انداز میں ایک پہیے کو تیزی سے گھمائے جا رہا تھا۔ فریدی پنجوں کے بل چلتا ہوا کمرے میں داخل ہوا اور پھر یکلخت ڈاکٹر نارنگ پر ٹوٹ پڑا۔ ڈاکٹر نارنگ کسی زخمی سانپ کی طرح پلٹا اور پہیہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ دونوں گتھ گئے تھے۔ ڈاکٹر نارنگ کسی پاگل کتے کی طرح فریدی کو بھنبھوڑ رہا تھا۔ ایک تو ویسے ہی کافی طاقتور تھا اور پھر اس وقت کا کیا پوچھنا دوسرے ہی لمحے فریدی کی قوت جواب دینے لگی۔ گولیوں کی آواز بند ہو گئی تھیں۔ فریدی نے اپنی پوری قوت سے نارنگ کی گرفت سے نکلنے کی جدوجہد شروع کر دی۔

"خبردار نارنگ۔" دفعتاً دروازے کی طرف سے ایک نسوانی آواز آئی۔ "الگ ہٹو ورنہ گولی مار دوں گی۔"

کنول دروازے میں ریوالور لئے کھڑی تھی۔ نارنگ کے حلق سے عجیب طرح کی ڈراؤنی آواز نکلی اور فریدی کو بس اتنا محسوس ہو سکا جیسے وہ بھی نارنگ ہی سے لپٹا ہوا کوئی فٹ اچھل گیا ہو۔ پھر اس نے کنول کی گھٹی گھٹی سی چیخ سنی۔ نارنگ ایک ہاتھ سے فریدی سے نپٹ رہا تھا اور دوسرے سے اس نے کنول کو دبوچ رکھا تھا۔ کنول کے ہاتھ سے ریوالور نکل کر دور جا پڑا۔ وہ کنول کو بُری طرح دبا رہا تھا اور کنول کے حلق سے ایسی آوازیں نکل رہی تھیں جیسے اس کا دم گھٹ رہا ہو۔

فریدی نے بائیں ہاتھ سے ڈاکٹر نارنگ کی ناک دبا کر ایک زوردار جھٹکا دیا اور اس کا سر اس کی

بائیں بغل کے نیچے آ گیا۔ فریدی کی گرفت سخت ہوتی گئی۔ داہنے ہاتھ سے وہ کنول کو الگ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جب اس میں کامیابی نہ ہوئی تو اس نے جھلا کر نارنگ کی گدی پر ایک گھونسہ رسید کر دیا۔ اس نے کنول کو چھوڑ دیا اور وہ بے جان سی فرش پر آ رہی۔ ڈاکٹر نارنگ فریدی کی گرفت سے آزاد ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔ فریدی کا دوسرا گھونسہ اس کے پیٹ پر پڑا اور وہ بلبلا کر دوہرا ہو گیا۔ اس کا سر فریدی کی گرفت سے نکل گیا تھا۔ قبل اس کے کہ وہ سنبھلتا تیسرا گھونسہ اس کی ناک پر پڑا اور وہ کسی مرتے ہوئے بھینسے کی طرح ڈکرا کر چت ہو گیا۔

دوسرے لمحے میں فریدی اس کے سینے پر سوار تھا اور اس کے نہ رکنے والے ہاتھ نارنگ کے چہرے پر گھونسوں کی بارش کر رہے تھے۔

پولیس آ گئی۔ ڈی۔ آئی۔ جی ساتھ تھا۔ فریدی نارنگ کو چھوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ نارنگ بے ہوش تھا۔ فریدی کسی شرابی کی طرح لڑکھڑا رہا تھا۔ قمیض تار تار ہو گئی تھی۔ بال بکھرے تھے۔ چہرے پر کئی جگہ سے خون رس رہا تھا۔ ڈی۔ آئی۔ جی نے اُسے سہارا دینا چاہا لیکن وہ جھپٹ کر کنول کے پاس پہنچا جو بے حس و حرکت فرش پر پڑی ہوئی تھی۔

"یہ ابھی زندہ ہے۔" فریدی پاگلوں کی طرح حلق پھاڑ کر چیخا۔ "جلدی کرو۔ اسے ہسپتال لے جاؤ۔ جلدی.... نبض کمزور چل رہی ہے۔"

بے ہوش نارنگ کے ہتھکڑیاں لگا دی گئیں۔ اسے اٹھانے سے پہلے کنول کو وہاں سے ہٹا دیا گیا۔

فریدی نے فاتحانہ انداز سے نارنگ کی طرف دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی جو اسی کے چہرے سے بہتے ہوئے خون میں ڈوبی ہوئی تھی۔

ڈی۔ آئی۔ جی اسے سہارا دیئے ہوئے اپنے رومال سے اسکے چہرے کا خون خشک کر رہا تھا۔

"اُسے ہسپتال بھجوا دیا۔" فریدی نے آہستہ سے پوچھا۔

"ہاں! ہاں.... تم مطمئن رہو۔ سب ٹھیک ہو رہا ہے۔"

"درندہ۔" فریدی نے نارنگ کی طرف دیکھ کر کہا۔ "اور ایک ہاتھی سے بھی زیادہ طاقتور! پتہ نہیں اور کون کون سی حیوانی قوتیں رکھتا ہے۔ ایک زہریلے سانپ کی طرح ہپناٹائیز بھی کر سکتا ہے۔ کرنل کی بہن کو اس نے ہپناٹزم ہی کے اثر میں لے رکھا تھا اور وہ رائفل بھی یہیں کہیں ہو گی۔ وہ بے چاری لڑکی.... اس کی لاش بھی یہیں کہیں ہو گی۔"

www.urdufans.com

www.allurdu.com

"اچھا! اب تم چلو یہاں سے۔" ڈی۔ آئی۔ جی بولا۔

"اوپری منزل پر کچھ لاشیں ضرور ہوں گی۔"

"اوہ.... چھوڑو.... سب دیکھ لیا جائے گا.... چلو۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے اُسے دروازے کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔ "مگر نہیں پچھلی طرف سے چلیں گے۔ سڑک پر مجمع تمہیں اور مجرم کو دیکھنے کے لئے بے تاب ہے۔"

وہ دونوں پچھلے دروازے سے نکل کر دوسری سڑک پر پہنچے۔ ڈی۔ آئی۔ جی نے ایک سب انسپکٹر سے کار لانے کے لئے کہا۔

"میں شاید ننگے پیر ہوں۔" فریدی ہنس کر بولا۔ "اور میرے جسم پر چیتھڑے ہیں۔"

"مجھے افسوس ہے کہ تمہارا کوٹ اور جوتے نہ جانے کہاں ہوں گے۔ ریوالور تو اٹھا لیا گیا تھا لیکن اُن کی طرف دھیان نہیں گیا۔"

اس سڑک اور ساگر مینشن سے ایک سو پچیس لاشیں اٹھائی گئیں۔ شہر میں ایک بار پھر خوف وہراس پھیل گیا تھا۔ لوگوں کو اس کی خوشی تو ضرور تھی کہ ایک اتنا خوفناک مجرم گرفتار کر لیا گیا۔ لیکن ساتھ ہی وہ دل گرفتہ بھی تھے کہ ایک دن میں ایک سو پچیس جانیں چلی گئیں۔ زیادہ تر لوگوں نے پہلے اسے افواہ ہی تصور کیا کہ مسٹر کیو ڈاکٹر نارنگ تھا۔ لیکن پھر یقین تو کرنا ہی پڑا۔ سرجنٹ حمید اور ناگر نے طالوت حبشی اور نادزہ کی لاشیں شناخت کیں۔

مسٹر کیو عدالت میں

محکمہ سراغ رسانی کا ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ شہر کے سارے بڑے حکام موجود تھے۔ انور اور رشیدہ کو پہلی صف میں جگہ ملی تھی۔ سرجنٹ حمید ناک بھوں چڑھائے پھٹا پھٹا پھر رہا تھا۔ فریدی کی تقریر کے دوران میں ایک مرتبہ بھی اس نے ہال میں قدم رکھنے کی زحمت گوارا نہیں کی تھی۔ کیس کی تمہید کے بعد فریدی ایک لمحے کے لئے رکا اور پھر مجمع پر ایک اچٹتی سی نظر ڈال کر بولا۔

"ہاں تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ مسٹر کیو کی شخصیت بڑے عجیب طریقے پر پردہ راز میں تھی۔ مجھے پہلے ہی سے علم تھا کہ سیکرٹ سروس کے پانچ آدمی اس نام کو استعمال کر رہے ہیں۔ میں ان کے ٹھکانے سے واقف نہیں تھا۔ لیکن اس اطلاع کے بعد اُن کے متعلق چھان بین کرنا ضروری

ہو گیا۔ بہر حال مختصراً یہ کہ میں نے ان کے ٹھکانے کا پتہ تو لگا لیا لیکن نہ تو ان کے ٹرانسمیٹر کا سراغ ملا اور نہ خود ان کا۔ کافی غور وخوض کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ انہیں شاید مجرموں نے ختم ہی کر دیا۔ لیکن سیکرٹ سروس کا ہیڈ کوارٹر برابر یہی کہے جا رہا تھا کہ وہ نہ صرف موجود ہیں بلکہ اپنی تنخواہیں بھی لے رہے ہیں۔ بات عجیب تھی۔ مگر میں اپنے ہی نظریئے پر جما رہا۔ آخر آج ڈاکٹر نارنگ نے اس بات کا اعتراف کر ہی لیا کہ اس نے ان پانچوں کو ختم کر کے ان کی چیزوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ ایک طرف وہ انہیں اپنے جرائم کا بھی آلہ کار بناتا رہا اور دوسری طرف سیکرٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر سے بھی رابطہ قائم رکھا حتیٰ کہ ان پانچوں کی تنخواہیں تک حاصل کرتا رہا۔ اس طرح وہ حکومت کے اہم رازوں میں بھی دخیل ہوتا گیا۔

"لیکن اس کا مقصد کیا تھا....؟" کسی نے سوال کیا۔

"مقصد.... اس نے اپنے خلاف لگائے ہوئے الزامات کا اعتراف کر لیا ہے لیکن.... مقصد مقصد کے متعلق کہتا ہے کہ اس کا اظہار عدالت ہی میں کرے گا۔"

"تمہارا کیا خیال ہے؟" ڈی۔ آئی۔ جی نے بے چینی سے پوچھا۔

"میرا خیال! میرا خیال یہ ہے کہ ان کے سارے جرائم کے پس منظر میں کوئی اہم تنظیم نہیں تھی۔ اگر اس نے اقتدار حاصل کرنے کے لئے ایسا کیا تھا تو میدان سیاست کے بہترین کھلاڑیوں کو اپنے بس میں کرنے کی کوشش کرتا لیکن اس کے برعکس اس کے آدمیوں میں سبھی قانون کے مجرم نظر آتے ہیں۔ معمولی چور اُچکے، قاتل، سازشی اور قانوناً ناجائز اشیاء کی تجارت کرنے والے۔ بہر حال میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہ سب کچھ محض دہشت اور انتشار پھیلانے کے لئے تھا اور وہ بھی قطعی بلا مقصد! میں اسے ایک طرح کا جنون ہی سمجھنے پر مجبور ہوں۔ میرا دعویٰ ہے کہ ڈاکٹر نارنگ کسی خطرناک کومپلکس کا شکار ہے۔"

"خیر یہ بات بھی کھل ہی جائے گی۔ تم اپنا بیان جاری رکھو۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے کہا۔

"اس کے ساتھی ناگر کی مصنوعی خودکشی کے متعلق تو بتا ہی چکا ہوں۔ اگر ایسا نہ کرتا تو ڈاکٹر نارنگ اُسے کسی حال میں بھی زندہ نہ چھوڑتا۔ اس کا طریقہ شروع ہی سے یہ رہا ہے کہ اگر وہ اپنے کسی ساتھی کے متعلق یہ محسوس کر لیتا تھا کہ وہ پولیس کے ہتھے چڑھ جائے گا تو وہ اسے زندہ ہی نہیں چھوڑتا تھا۔ مقصد اس کا یہ تھا کہ مسٹر کیو کا نام بھی پردہ راز ہی میں رہے۔ بہر حال میری

www.urdufans.com

www.allurdu.com

احتیاط سے اتنا تو ہوا کہ ناگر بچ گیا۔ لیکن مسٹر کیو کو اس کی خودکشی پر یقین نہیں آیا تھا۔ اس لئے اس نے خود ہی اپنا نام اپنے ہی ذریعہ سے ظاہر کر دیا۔ اس میں بھی اس کی ایک گہری چال تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ وہ خود ہر طرح کے شبہات سے بالاتر رہے۔ چونکہ سب سے پہلے اس کا دیہی بنگلہ محکمہ سراغ رسانی کے ایک فرد سرجنٹ حمید کو مشتبہ معلوم ہوا تھا اس لئے اس نے ہر طرح سے اپنی صفائی ضروری سمجھی اور میں تو یہاں تک کہنے کے لئے تیار ہوں کہ اگر حمید کو اس بنگلے میں وہ حادثہ نہ پیش آیا ہوتا تو ہم آج بھی ان سارے جرائم کی روح رواں سے ناواقف ہوتے۔ ڈاکٹر نارنگ نے اپنے ساتھیوں کی اس حماقت پر پردہ ڈالنے کے لئے اتنے پاپڑ بیلے کہ اس سے غلطیاں ہی سرزد ہوتی چلی گئیں اور نتیجے کے طور پر اسے قانون کی گرفت میں آجانا پڑا.... ہاں تو.... کرنل فرید کے سیکریٹری ساجد اور نارنگ کے ساتھی ناگر کے بیان سے مجھے اس کے طریقہ کار کا علم ہوا۔ جو بڑا عجیب تھا۔ وہ ایسے مجرموں کو بلیک میل کر کے اپنے گروہ میں شامل کر لیتا تھا جن کے جرائم سے پولیس بھی لاعلم ہوتی تھی اور اس کے لئے وہ سیکرٹ سروس والوں کا ٹرانسمیٹر استعمال کرتا تھا۔ اس طرح وہ اپنے ساتھیوں کے لئے بھی معمہ بنا ہوا تھا۔ اس نے یہ چیز بھی ان کے ذہن نشین کرا دی تھی کہ اگر ان میں سے کسی نے کبھی مسٹر کیو کی شخصیت کا راز معلوم کرنے کی کوشش کی تو ختم کر دیا جائے گا اور اس نے کئی آدمیوں کے ساتھ یہی برتاؤ بھی کیا۔ صرف ساجد ہی ایسا تھا جو بچ گیا۔ وہ بھی اگر پاگل خانے کی راہ نہ لیتا تو اس کی زندگی بھی ناممکن تھی۔"

"بھئی.... وہ جعفری والا واقعہ۔" ڈی۔ آئی۔ جی مضطربانہ انداز میں بولا۔

"اسی کی طرف آرہا ہوں۔" فریدی نے مسکراتے ہوئے تقریر جاری رکھی۔ جب مجھ پر اور حمید پر حملہ ہوا تو میں نے یہی مناسب سمجھا کہ روپوش ہو جائیں۔ مجھ سے دراصل ایک زبردست غلطی ہوئی تھی۔ اس مائیکروفون والے واقعے میں بھی مجھے رازداری ہی برتنی چاہئے تھی۔ بہرحال مجھ پر وہ حملہ ڈاکٹر نارنگ کی جھلاہٹ ہی کا نتیجہ تھا۔ اس طرح میں نے اس کا ایک مخبر العقول حربہ قطعی بیکار کر دیا تھا۔"

"وہ اڑنے والی رائفل کہاں ہے۔" متعدد آوازیں آئیں۔

"ابھی تک نہیں برآمد ہو سکی۔ ڈاکٹر نارنگ نے ابھی تک اس کے متعلق کچھ نہیں بتایا۔ بہرحال میں اپنی روپوشی کے لئے کسی اچھی سی جگہ کی تلاش میں تھا اسی دوران میں میں نے فیصلہ

کیا کہ ایسی صورت میں کسی ایک جگہ رہنا ٹھیک نہیں تھا ابھی میں شہر ہی تک محدود تھا کہ ساجد اور ناگر کے تجربات کا علم ہوا اور میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ مسٹر کیو پر ہاتھ ڈالنے کا ایک طریقہ ہو سکتا ہے کہ میں بھی مجرموں کا رول ادا کر کے اس تک پہنچوں۔ کچھ ایسے جرائم کروں جو مسٹر کیو کو اپنی طرف متوجہ کر لیں اور وہ مجھے بھی بلیک میل کر کے اپنے گروہ میں شامل ہونے پر مجبور کرے۔ میں اسی اُدھیڑ بن میں مصروف ایک شام راجروپ نگر کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں ایک کار الٹی ہوئی کار پر نظر پڑی۔ وہ غالباً ایک درخت سے ٹکرا کر الٹی تھی۔ وہ سڑک عموماً ویران ہی رہتی ہے۔ اس لئے شاید ابھی تک کسی نے اس طرف دھیان نہیں دیا تھا۔ بہرحال اس کار میں مجھے جیمس اینڈ جعفری کا جنرل منیجر جعفری دکھائی دیا جو بہت زیادہ زخمی ہو گیا تھا۔ اس کے منہ سے شراب کی بو آرہی تھی۔ بس اسی وقت اچانک میری اسکیم مرتب ہو گئی۔ جعفری دیکھنے میں خاصا ڈراؤنا معلوم ہوتا ہے اور کچھ خبطی سا بھی ہے۔ شہر میں نہیں رہتا۔ دیہاتوں اور غیر آباد مقامات پر اس نے چھوٹے چھوٹے مکانات بنوا رکھے ہیں۔ انہیں میں اس کا قیام رہتا ہے۔ میری اس کی یونہی رسمی سی ملاقات تھی۔ میں نے سوچا اس سے کام لینا زیادہ مناسب رہے گا۔ میں نے اسے الٹی ہوئی کار سے نکال کر اپنی گاڑی میں ڈالا اور راجروپ نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہاں میں نے جعفری کو اپنے ایک دوست ڈاکٹر شوکت کے سپرد کیا اور اسے ساری باتیں سمجھا دیں۔ مجھے توقع بھی تھی کہ جعفری کو اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا اور یہی ہوا۔ وہ ہوش میں آنے کے بعد ڈاکٹر شوکت ہی کا مہمان رہا۔ بہرحال اس کے دفتر میں کسی کو میرے متعلق ذرہ برابر بھی شبہ نہ ہوا اور دھیان ہی کیوں دیتا۔ دفتر والے تو اس سے لرزتے ہی رہا کرتے تھے.... پھر میں نے رشیدہ کو اس کے دفتر میں جگہ دی۔ شروع ہی سے ارادہ تھا کہ اپنے جرائم کے ذریعہ رشیدہ ہی کو بناؤں گا۔ اسے اس کا ذرہ برابر بھی علم نہ تھا کہ وہ فریدی جس نے اسے وہاں ملازمت کرنے کی ترغیب دی ہے۔ خود ہی جعفری بھی ہے۔ اس طرح اس کے دل میں بناوٹ نہیں ہونے پائی.... جس دن دفتر کی تلاشی ہوئی اسی دن میرا نام مسٹر کیو کی لسٹ میں آگیا۔ اس کے آدمی میرے متعلق اور زیادہ معلومات فراہم کرنے کی کوشش کرتے رہے.... اس کے گروہ کی ایک لڑکی کنول نے اس کا پتہ لگا لیا تھا کہ اس تلاشی میں رشیدہ ہی کا ہاتھ تھا۔ بہرحال میں رشیدہ کو لے اڑا۔ مسٹر کیو کا کوئی آدمی میری کار کا تعاقب کر رہا تھا میں نے اس کا ایک ٹائر پھاڑ دیا۔ محض اسے یہ باور کرانے کے لئے کہ

www.urdufans.com

www.allurdu.com

میں اُسے پولیس کا کوئی آدمی سمجھا ہوں۔ جس مکان میں رشیدہ کو لے گیا تھا وہ جعفری ہی کا ہے اور ایک غیر آباد مقام پر واقع ہے۔ میں نے کئی دنوں سے وہیں بود و باش اختیار کر رکھی تھی اور برابر یہ محسوس کرتا رہا تھا کہ اس کی نگرانی ہو رہی ہے۔ لیکن میں بظاہر بے پروا نظر آتا رہا.... ہاں تو جب میں رشیدہ کو باندھ رہا تھا تو ہم پر ایک تیز قسم کی روشنی پڑی۔ میں سمجھ گیا کہ وہ کسی فلیش کیمرے کی ہے۔ اس پر میں نے چیخ چلا کر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ وہ کسی پولیس والے کی حرکت تھی۔ میں نے عمداً رشیدہ سے ساری گفتگو اونچی آواز میں کی تھی۔ لیکن اب یہ سوچ رہا تھا کہ کہیں اسے مسٹر کیو کے آدمی نہ اٹھالے جائیں۔ کیونکہ انہیں کسی ایسے آدمی کی شدت سے ضرورت محسوس ہو رہی تھی جو فریدی کا پتہ اور نشان جانتا ہو.... دوسرے دن صبح ہی میں نے رشیدہ کو بے ہوش کر کے ایک ٹرک میں ڈالا اور اس کے اوپر پیال لاد دیا۔ اس طرح اسے بھی راجروپ نگر پہنچایا اس وقت میں جعفری کی شکل میں نہیں تھا۔ نگرانی کرنے والے اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکے تھے۔ اس لئے میدان صاف تھا.... دوسرے دن آفس میں مجھے وہی تصویر ملی جو میں نے بعد میں انور کو بھیج دی تھی۔ تصویر کے ساتھ ہی مسٹر کیو کا ایک دھمکی آمیز خط بھی تھا۔ اس نے لکھا تھا کہ اگر میں اس کے گروہ میں نہ شامل ہوا اور اس کے احکامات کی تعمیل نہ کی تو وہ تصویر پولیس کے حوالے کر دی جائے گی۔ میرا جواب اس نے ایک ویران جگہ پر مانگا تھا۔ میں نے جواب لکھ کر وہاں رکھ دیا۔ خط و کتابت جاری رہی۔ جس کے ذریعہ اس نے مجھے کئی جرائم کی ترغیب دی۔ بہر حال میں پیغام رسانی کے طریقے کا راز جاننے کا کوشاں رہا۔ پھر مجھے جلد ہی معلوم ہو گیا کہ اس کے خطوط کئی ہاتھوں سے گذرتے ہوئے مجھ تک پہنچتے ہیں۔ اسی طرح وہ خط بھی کئی ہاتھوں سے گذرتا ہوا ساگر مینشن تک پہنچا تھا اور پھر وہاں سے اسے کوئی نامہ بر کبوتر ڈاکٹر نارنگ تک پہنچا دیتا تھا اور ڈاکٹر نارنگ کا ٹائپ کیا ہوا خط کبوتر ہی کے ذریعے ساگر مینشن تک پہنچتا تھا۔ مجھے کئی دنوں تک ان کبوتروں کا تعاقب کرنا پڑا تب جا کر یہ راز کھلا کہ وہ ڈاکٹر نارنگ کی کوٹھی پر اترتے ہیں۔ پھر میں نے اپنی کئی راتیں چوروں کی طرح ساگر مینشن اور نارنگ کی کوٹھی کی تلاشی لینے میں صرف کیں اور جب مکمل طور پر اس بات کا یقین ہو گیا کہ اصل مجرم نارنگ ہی ہے تو میں نے وہ تصویر انور کو بھیج دی۔ جب جعفری کے دفتر کی تلاشی ہو رہی تھی تو اس وقت میں سڑک ہی پر موجود تھا۔ لیکن دوسرے بھیس میں۔ ڈی۔ آئی۔ جی کی واپسی پر میں نے انہیں ڈاکٹر

نارنگ کی طرف سے فون کیا.... اور پھر جو کچھ بھی ہوا آپ جانتے ہی ہیں۔"

تمام واقعات صاف ہو چکے تھے لیکن لوگ نارنگ کا بیان سننے کے لئے بے تاب تھے۔ جس دن عدالت میں ڈاکٹر نارنگ کا بیان ہونے والا تھا کہیں تل رکھنے کی بھی جگہ نہیں تھی۔ صرف خواص ہی کا داخلہ ہو سکا تھا۔ عوام سڑک پر اور عدالت کے صحن میں بھرے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر نارنگ نے بڑی شرافت سے استدعا کی تھی کہ باہر والوں تک اس کی آواز پہنچنے کے لئے مائیکرو فون کا انتظام کیا جائے۔ پہلے اس کی یہ درخواست مسترد کر دی گئی لیکن جب اُس نے اس بات کا یقین دلایا کہ ملک کے مفاد کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں کہے گا تو درخواست منظور کر لی گئی اس نے یہ بھی کہا کہ اگر وہ کوئی ایسی بات شروع کرے تو مائیکرو فون کا سلسلہ منقطع بھی کیا جا سکتا ہے.... بڑی عجیب درخواست تھی۔

نارنگ قیدیوں کے کپڑے پہنے ہوئے کٹہرے میں بیٹھا تھا۔ لیکن یہ بڑی عجیب بات تھی کہ وہ پہلے سے بھی زیادہ تندرست نظر آرہا تھا۔ چہرہ سرخ تھا اور آنکھوں میں عجیب طرح کی چمک نظر آرہی تھی۔ جب وہ اپنا بیان دینے کے لئے کھڑا ہوا تو عدالت میں سناٹا چھا گیا۔ پھر حلف دینے کی رسم شروع ہونے والی تھی کہ اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "کسی موہوم ہستی کو درمیان میں لانے کی ضرورت نہیں میں جو کچھ بھی کہوں گا سچ ہی کہوں گا۔ البتہ میں بہتے ہوئے خون کی قسم کھا سکتا ہوں۔ کیونکہ خون ریزی ہی میرا مذہب رہا ہے۔ لوگ میرے جرائم کا مقصد جاننے کے لئے بے تاب ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ جو مقصد کسی مذہب کا ہو سکتا ہے وہی میری خونریزی کا بھی تھا۔ مذہب انفرادی اور اجتماعی سکون کا ذریعہ ہے اور میں صرف انفرادیت میں یقین رکھتا ہوں محض اس لئے کہ اجتماعی زندگی نے مجھے حرامی قرار دیا تھا۔

حرامی! ہاں میں حرامی ہوں.... میری سنجیدگی پر کئی منہ حیرت سے کھل گئے ہیں۔ کچھ مسکرا بھی رہے ہیں اور آنریبل چیف جسٹس یہ سوچ رہے ہیں کہ شاید اب میں پاگل پن کا ڈھونگ رچانے جا رہا ہوں۔ اپنے کپڑے پھاڑ ڈالوں گا اور پھر اس وقت تک پھانسی سے بچا رہوں گا جب تک مجھے پاگل خانے میں قیام کرنا پڑے گا.... نہیں میں باہوش و حواس کہہ رہا ہوں کہ میں حرامی ہوں۔ میں اپنی ماں کی شادی کے ٹھیک پانچویں مہینے میں پیدا ہوا تھا۔ اس سانحے پر اس نے تو خودکشی کر لی تھی لیکن وہ شخص جس سے اُس کی شادی ہوئی تھی.... میں اس کا تذکرہ اتنے عامیانہ

www.urdufans.com

www.allurdu.com

انداز میں کر کے اس کی توہین کر رہا ہوں.... وہ دنیا کا عظیم ترین شخص تھا میں تو اُسے خدا تک کہنے کے لئے تیار ہوں۔ اس نے مجھے اپنے بیٹے کی طرح پالا اور پھر دوسری شادی نہ کی.... ہوش سنبھالنے پر مجھے یہ سمجھایا گیا کہ حرامی کہتے کسے ہیں.... میری ماں کا شوہر اس پر جھنجھلاتا اور اپنی بوٹیاں نوچتا۔ گاؤں بھر سے اس نے دشمنی مول لے لی لیکن پھر بھی وہ میرے لئے دوسروں سے لڑتا رہا۔ عورتیں اپنے بچوں کو میرے ساتھ کھیلنے سے روکتی تھیں میں بچپن ہی سے بڑا حساس تھا۔ مجھ پر عرصہ حیات تنگ ہو گیا۔ کچھ اور بڑا ہوا تو سوچنے لگا کہ آخر حرامی ہونے میں میرا اپنا کیا قصور ہے۔ میرے پالنے والے نے تنگ آ کر مجھے شہر کے ایک ہوسٹل میں بھیج دیا۔ بچپن ہی سے ذہین تھا۔ لکھنے پڑھنے میں دل زیادہ لگتا تھا.... میں تعلیم حاصل کرنے میں مصروف ہو گیا۔ لیکن وہاں بھی مشکل سے ایک ہی سال سکون سے گزار پایا۔ دوسرے سال اسی ہوسٹل میں میرے گاؤں کے دو ایک لڑکے اور بھی آ گئے۔ مجھے پھر وہی آوازیں سنائی دینے لگیں....“ ڈاکٹر نارنگ ایک لحظہ کے لئے رکا۔ عدالت میں سناٹا چھا گیا تھا۔ وہ چند لمحے مجمعے کو گھورتا رہا پھر گرج کر بولا۔

”مجھے بتاؤ میں کیا کرتا.... مجھے جواب دو؟ اگر کوئی مادر زاد لنگڑا ہو تو لوگوں کو اس سے ہمدردی ہوتی ہے۔ مادر زاد اندھے ہندوؤں میں سورداس اور مسلمانوں میں حافظ کہلاتے ہیں.... لیکن میں.... کیا میں بذات خود ایک بہت بڑی مجبوری.... نہیں تھا، کیا میں ایک بیماری کی طرح نہیں پیدا ہوا تھا۔ اگر میں شاستر پڑھ لیتا تب بھی حرامی ہی رہتا۔ اگر قرآن بھی حفظ کر لیتا تو لوگ مجھے حافظ کہتے ہوئے ہچکچاتے۔ آخر کیوں! کیا میں بھی ایک لنگڑے یا اندھے کی طرح اپنی پیدائش کے معاملے میں بے بس نہیں تھا.... زانی اور زانیہ اگر تائب ہو جائیں تو خدا ان کے گناہ معاف کر دیتا ہے لیکن میں تمہارے خدا سے پوچھتا ہوں کہ آخر اس نے حرامی کو کیوں اپنے بندوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہے.... وہ جس کا میں نطفہ ہوں وہ اگر تائب ہو کر مولوی یا پنڈت ہو گیا ہو گا تو لوگ اس کے قدم چوم رہے ہوں گے اور وہ بہشت یا سورگ کی آس لگائے بیٹھا ہو گا.... لیکن.... میں.... میں کس طرح خود کو بدل سکتا ہوں۔ میں حرامی ہوں۔ کوئی عادت نہیں ہوں کہ بدل جاؤں.... میں ماضی.... حال.... اور مستقبل تینوں سے محروم ہوں۔ حال محض اس لئے کامیاب رہا کہ میں خود کو چھپانے میں کامیاب ہو گیا۔ اگر واقعی کوئی دوسری زندگی بھی ہے تو.... میں اس سے بھی مایوس ہوں کیونکہ بعض مذاہب حرامی کو ہر حال میں جہنمی قرار دیتے ہیں

کہتے ہیں کہ حرامی ہر حال میں مرنے سے قبل خود کو جہنم کا مستحق بنا لیتا ہے چلئے حرامی کو راہِ مستقیم سے بھی محروم کر دیا گیا۔ پھر آخر کیا کرے کہاں جائے۔ بتاؤ نا.... بولو.... جواب دو۔“

ڈاکٹر نارنگ خاموش ہو کر مجمع کو کھا جانے والی نظروں سے گھور رہا تھا۔

”کوئی نہیں بولے گا۔“ اس نے زہر خند کے ساتھ تقریر پھر شروع کر دی۔ ”میں بہت آگے بڑھ آیا۔ لوگ یہ جاننے کے لئے بیتاب ہوں گے کہ ایک حرامی ایم۔پی کیسے بن گیا۔ اسے یہ حق کس طرح مل گیا۔ میں انہیں مایوس نہ کروں گا۔ ہاں تو میں اس ہوسٹل سے فرار ہو گیا اور یہ تہیہ کر لیا کہ کسی ایسی جگہ چلا جاؤں گا جہاں مجھے کوئی جانتا نہ ہو۔ میں اس میں آج تک کامیاب رہا۔ میں نے گھٹیا سے گھٹیا مزدوریاں کیں مگر تعلیم نہ چھوڑی۔ سیاست میں ایم۔اے کرنے کے بعد میں باقاعدہ طور پر میدان سیاست میں اتر آیا لیکن وہ حرامی والا کومپلکس اب بھی مجھے بے چین کئے ہوئے تھا۔ مجھے آدمی سے نفرت تھی۔ میں سوچتا تھا کہ اگر کسی کو یہ معلوم ہو گیا کہ میں حرامی ہوں تو ساری عظمت آن کی آن میں ڈھیر ہو جائے گی۔ جھنجھلاہٹ نے میری خون کی پیاس بڑھا دی۔ کسی بھی آدمی کو بے بس کر کے مجھے سچی خوشی حاصل ہوتی تھی۔ میں ایک ایسے مبارک وقت کے خواب دیکھا کرتا تھا جب ایک ایسی قوت میرے ہاتھوں میں ہو کہ لوگ اس کے آگے بے بس ہو کر رہ جائیں۔ مجھے اقتدار کی خواہش نہیں تھی۔ میں تو لوگوں کو خوفزدہ دیکھنا چاہتا تھا۔ زخمیوں کی کراہیں اور مرنے والوں کی ہچکیاں سننا چاہتا تھا.... میں حرامی تھا اسلئے خود کو جہنم کا مستحق بنا رہا تھا.... جہنم....!“

نارنگ نے رک کر قہقہہ لگایا۔ ”جہنم.... کیا شہر اس دوران میں جہنم نہیں تھا کیا میں اس جہنم کا مستحق ہرگز نہ بنتا۔ میرا خیال ہے کہ دنیا کے نیک اور شریف آدمیوں میں کم از کم پانچ فیصدی حرامی ضرور ہوں گے لیکن وہ اس لئے قابل نفرت نہیں ہیں کہ ان کی ماؤں نے انہیں یہ نہ بتایا ہو گا کہ وہ حرامی ہیں۔ لہٰذا وہ سو فیصدی بہشت کے مستحق ہیں۔“

ڈاکٹر نارنگ کی آواز دھیمی پڑ گئی اور وہ مسکرا کر بولا۔ ”میں نے اپنے جرائم کا اعتراف کر لیا ہے اور ابھی میں بعض مضحکہ خیز قسم کے فیصلے سنوں گا۔“

”آرڈر.... آرڈر....!“ جج میز پر ہاتھ مار کر بولا۔

”میں اب بھی وقت کا سب سے بڑا آرڈر ہوں۔“ ڈاکٹر نارنگ نے قہقہہ لگایا۔ ”اس مقدمے

www.urdufans.com

www.allurdu.com

کے دوران میں میں نے کئی بار عدالت کی توہین کی ہے۔ اس لئے پھانسی کے ساتھ توہین عدالت کے سلسلے میں چھ ماہ کی سزا ضرور رکھی گئی ہوگی۔ لہٰذا میں عدالت سے درخواست کروں گا کہ پھانسی کے بعد ہی مجھے چھ ماہ کی سزائے قید دی جائے۔"

حاضرین کے قہقہے کسی طرح رک نہ سکے۔

عدالت نے پھر میز پر موگری بجانی شروع کر دی۔

عدالت برخواست ہونے پر فریدی بہت زیادہ سنجیدہ نظر آرہا تھا۔ حمید کے چھیڑنے پر آہستہ سے بولا۔

"اگر یہ غلط راستے پر نہ نکل گیا ہوتا تو بڑا عظیم آدمی ہوتا۔"

"اونہہ.....!" حمید نے بُرا سا منہ بنایا۔ "کنول کا کیا رہا۔"

"وہ اور ناگر سرکاری گواہ کی حیثیت سے پیش ہوئے ہیں! ظاہر ہے کہ بری ہو جائیں گے۔"

"وہ رائفل نہ جانے کیا ہوئی۔"

"کیا تم پچھلی کاروائیوں کے دوران سوتے رہے ہو۔ اُس نے اسے اسی وقت تباہ کر دیا تھا جب میں نے مائیکروفون کے امتناع کے لئے آرڈر نکلوائے تھے۔"

ڈاکٹر نارنگ کی پھانسی کا منظر بھی عجیب تھا جنہوں نے اسے اس وقت دیکھا تھا ان کا بیان ہے کہ وہ گوشت و پوست کا آدمی تو معلوم ہی نہیں ہوتا تھا۔ اس کے چہرے پر خوف یا اضمحلال کی جگہ شگفتگی تھی۔ جب اس سے اس کی آخری خواہش پوچھی گئی تو مسکرا کر بولا۔ "پوچھنے سے کیا فائدہ جبکہ پوری ہی نہ کی جا سکے۔ میری سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ جتنے بھی موجود ہیں انہیں بڑے بے دردی سے قتل کر دوں۔ آخری خواہش پوچھنے کا ڈھکوسلہ بھی عجیب ہے! اچھا خیر چلو! اگر پوچھنا ہی ہے تو ایک بڑی معمولی سی خواہش پوری کر دو۔ میرے مرنے سے پہلے یہی کہہ دو کہ ڈاکٹر نارنگ حرامی نہیں ہے۔"

وہ تھوڑی دیر تک خاموشی سے کھڑا اس مجمعے کو دیکھتا رہا جیسے گویا سانپ سونگھ گیا تھا۔ پھر اس نے ایک زہریلا سا قہقہہ لگایا اور بلا تکان پھانسی کے تختے پر چڑھ گیا۔

ختم شد

www.allurdu.com